سلسلہ ندوۃ المصنفین
(۳۹)

تاریخِ ملت

جلد ششم

خلافتِ بنی عباس

حصہ دوم

جس میں اٹھائیس عباسی حکمرانوں متوکل سے لے کر مستعصم
تک کے تمام تاریخی حالات ایک خاص اسلوب سے جمع
کئے گئے ہیں، اسی کے ساتھ سلاطین بویہ، سلاجقہ، زنگی،
ایوبی، علویین اور باطنیہ وغیرہ کی تاریخ کا جامع خلاصہ بھی

پیش کیا گیا ہے

ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

~~قیمت غیر مجلد چار روپے بارہ آنے~~

قیمت مجلد پانچ روپے

طبع دوم

رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۵۸ء

(مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی)

فہرست مضامین

m. Shah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المتوکل علی اللہ جعفر

نام ونسب متوکل علی اللہ جعفر بن معتصم بن ہارون الرشید، ان کی والدہ کا نام "شجاع خوارزمی تھا جوام ولد تھی، متوکل کی ولادت شوال ۲۰۶ھ میں بمقام فہم الصلح میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت متوکل اگرچہ واثق کا ہم سبق رہا تھا، مگر اس کی علمی لیاقت واثق کی سی نہ تھی، مذہب میں تقلید کا حامی تھا۔

خلافت واثق نے کسی کو ولی عہد نہیں کیا تھا، اس کی وفات کے بعد قاضی احمد بن ابی دواد معتزلی، امیر ایتاخ، امیر عمر بن فرج اور ابوالزیات وغیرہ قصر خلافت میں مجتمع ہوئے اور محمد بن واثق باللہ کو جو ایک نوعمر لڑکا تھا۔ تخت خلافت پر بٹھانے کی غرض سے سیاہ لباس اور زرہ پہنائی، کم عمری کی وجہ سے لباس بڑا اور وہ چھوٹا نکلا۔ امیر وصیف نے حاضرین سے مخاطب ہو کے کہا۔

"کیا تم لوگ اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتے ہو کہ ایسے کم عمر صاحب زادے کو سریر خلافت پر متمکن کیا چاہتے ہو"

حاضرین یہ سنکر چپ کنے سے ہو گئے اور مستحقین خلافت کی بابت رائیں قائم کر کے جعفر بن معتصم پر متفق الرائے ہوئے، جب جعفر حریم خلافت سے

باہر آئے تو قاضی احمد بن دؤاد نے فوراً ان کو لباس فاخرہ پہنایا، عمامہ باندھا اور دست بوسی کر کے کہا۔

"السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

سب اراکینِ سلطنت نے بیعت کی اور اسکو المتوکل علی اللہ کا لقب دیا گیا یہ واقعہ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کا ہے، اس وقت متوکل کی عمر ستائیس سال کی تھی، متوکل نے بیعت لینے کے بعد واثق باللہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد شاہی لشکر کو آٹھ ماہ کی تنخواہ تقسیم کی۔

نظم عمال خاتم بن محمد طوسی کو حکومتِ موصل پر بحال رکھا۔ ابن عباس محمد بن صولی کو دیوانِ نفقات سے معزول کیا اور اپنے بیٹے منتصر کو حرمین یمن اور طائف کی حکومت عنایت کی۔[1]

احیاء سنت متوکل نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اپنا میلان طبع احیاء سنت کی طرف ظاہر کیا۔ مسئلہ خلق قرآن کی پابندی اٹھا دی گئی بلکہ محدثین کی دلجوئی اور ان کی ہر قسم کی معاونت کی۔ ۲۳۴ھ میں تمام محدثین کو سامرہ مدعو کیا اور جب سب مجتمع ہو گئے تو ان کی تواضع و مدارات انکے شایانِ شان کی، انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ اور حکم دیا کہ "صفات،" "و رویت الٰہی" کے متعلق حدیثیں اپنے وعظوں اور مجلسوں میں بیان کیا کریں، چنانچہ ابو بکر ابن ابی شیبہ محدث کو جامع رصافہ میں اور ان کے بھائی عثمان ابن ابی شیبہ کو جامع منصور میں اشاعتِ حدیث پر مقرر کیا۔[2] ان بزرگوں کے وعظ میں روزانہ تین

[1] ابن خلدون ج ۳ کتاب ثانی ص ۱۸۱ [2] ضحیٰ الاسلام جز ثالث ص ۱۹۰

تیس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔ علما پر اس عمل کا بڑا اچھا اثر پڑا اور متوکل کے حق میں دعائیں ہونے لگیں[۱] اور لوگ اس کی مدح و منقبت میں رطب اللسان ہو گئے، کسی نے تو یہاں تک کہدیا کہ "دیکھا جائے تو خلفاء تین ہی گذرے ہیں" صدیق اکبر فتنۂ ارتداد کا قلع قمع کرنے میں، عمر بن عبدالعزیز مظالم کی روک تھام اور اقامت عدل میں اور متوکل سنت نبوی کو زندہ کرنے اور جہمیہ کو مٹانے میں[۲]

مدح متوکل

از

ابو بکر بن الخبازه

وبعد فان السنة اليوم اصبحت	معززة حتى كان لم تذلل
تصول وتسطو اذا قيم منارها	وحط منار الافك والزور من عل
وولى اخو الابداع فى الدين هاربا	الى النار يهوى مدبراً غير مقبل
شفى الله منهم بالخليفة جعفر	خليفة ذى السنة المتوكل[۳]

ہلاکت ابن زیات واثق اپنی زندگی میں متوکل سے بیحد ناخوش تھا اور وزیر محمد بن عبد الملک بن زیات بھی متوکل سے برگشتہ رہتا تھا۔ دیگر امراء بھی منحرف تھے۔ البتہ قاضی احمد بن دواد معتزلی اس کا خیر خواہ تھا اور وہ واثق کے سامنے اکثر کلمۂ خیر کہدیا کرتا۔

چنانچہ، صفر ۲۳۲ھ میں خلیفہ نے ابن زیات اور اس کے تمام خاندان

---

[۱] ضحی الاسلام احمد امین جز ثالث ص ۱۹۸ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۳۴۰، [۳] ایضاً۔

کو گرفتار کر لینے کا حکم دیا اور اس کی کل جائداد بحقِ سرکار ضبط کر لی گئی۔ ابن زیات وغیرہ کو قید میں ڈال کر اکتالیس دن سخت عذاب دیئے اور تنور میں بند کر دیا جہاں یہ گھٹ کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد عمر بن فرج کاتب اور اس کے بھائی جس نے متوکل کی تنخواہ کے کاغذ ایک موقع پر مسجد کے صحن میں پھینک دیئے تھے اس کو بھی پکڑ وا بلوایا ۲۷۴۰۰۰ دینار ۵۰۰۰ درہم اس سے وصول کئے اور اس کی املاک بھی ضبط کر لی، آخر میں ایک کروڑ درہم لے کر اہواز کی جاگیر واگذاشت کر دی اور اس کو قید سے رہا کر دیا۔

ابن بعیث کی بغاوت

آذربائیجان کا رئیس محمد بن بعیث بن جلیس باغی ہو کر ۲۳۴ھ میں قلعہ بند ہو گیا، مگر متوکل نے ترکیب سے سامرا بلا کر اس کو قید کر دیا۔ بغا شرابی کی سفارش پر چھوٹا تو مرند کے قلعہ کو مستحکم کر کے حکومت سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ ربیعہ اور دوسرے قبیلہ کے لوگ اس کے شریک ہو گئے، ان دنوں یہاں کا حاکم محمد بن حاتم تھا۔ وہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا، اس کے بجائے حمدویہ بن علی بن فضل مقرر ہوا اس نے قلعہ کو گھیر لیا، مگر اس کی فوج سے قلعہ تسخیر نہ ہو سکا تو بغا شرابی دو ہزار سوار اور کثیر پیادوں کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اِدھر امیر عیسیٰ بن شیخ نے خفیہ طور پر ابن بعیث کے ساتھیوں کو جان بخشی کا پیام بھیجا۔ وہ سب اس سے علیحدہ ہو گئے تو ابن بعیث بے مددگار تنہا رہ گیا اور راہ فرار اختیار کی مگر راستہ میں گرفتار ہو گیا اور سامرا لا کر قید کر دیا گیا۔ وہیں عمر طبعی پا کر فوت ہو گیا[۱]

---

[۱] ابن خلدون جلد ۷، کتاب ثانی ص ۲۷۴۔

فتنۂ محمود بن فرخ نیشاپوری

۲۳۵ھ میں محمود نے سامرا میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا میں ذوالقرنین ہوں اور خود ساختہ کتاب بھی پیش کی کہ یہ الہامی ہے اس کو گرفتار کر لیا گیا ۲۷، آدمی اس پر ایمان لانے والے پائے گئے جو پکڑ لئے گئے۔ محمود متوکل کے سامنے حاضر کیا گیا، اسنے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اس کے پیروؤں کو جیل میں بند کرا دیا۔

بطارقہ آرمینیہ کی شورش

آرمینیہ اور آذربائیجان کی ولایت پر بغا شرابی مامور کیا گیا، اس نے وہاں ابو سعید محمد مروزی کو اپنا نائب مقرر کر کے بھیجا۔ ابو سعید شوال ۲۳۶ھ میں فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے یوسف کو نیابت ملی۔

آرمینیہ کے بطریق اعظم بقراط بن اشوط نے بغاوت کی تو یوسف نے اس کو گرفتار کر کے متوکل کے حضور سامرا بھیجدیا، اس کی وجہ سے تمام بطارقہ برہم ہو گئے، انہوں نے وہاں کے باشندوں کو ابھار کر یوسف کے مقابل لا کھڑا کیا، یوسف ان دنوں شہر "طرون" میں مقیم تھا، آرمینیوں نے طرون کا محاصرہ کر لیا، اس نے نکل کر بلوائیوں کا مقابلہ کیا، جس میں معہ ساتھیوں کے کام آیا۔ متوکل کو خبر ہوئی تو اس نے بغا شرابی کو بھیجا اس نے جزیرہ کی طرف سے پہنچ کر پہلے "ارزن" کا محاصرہ کیا، وہاں کا امیر موسیٰ بن زرارہ تھا جس نے یوسف کے قتل میں آرمینیوں کا ساتھ دیا تھا۔ بغا نے اس کو گرفتار کر کے سامرا بھیجدیا

اور خود امیر لغا خو ثیہ کی طرف بڑھا جس کے دامن کے سایہ میں باغی مجتمع تھے، بغا نے ان پر حملہ بول دیا۔ بیس ہزار آرمینی مارے گئے اور بے شمار قید ہوئے ۔ اس فتح یابی کے بعد لغا ارمینیہ سے گزرتا ہوا دبیل اور تفلیس تک گیا، وہاں کا حاکم اسحٰق بن اسمٰعیل تھا۔ اس کو بھی مقابلہ میں زیر کیا اور قتل کرا دیا۔ پھر صنعاریہ گیا۔ وہاں اسکو شکست اٹھانی پڑی۔ اہل صنعاریہ نے روم خزر اور صقالیہ کی مدد حاصل کی تھی، فوجِ گران مقابلہ کے لئے جمع ہو گئی تو متوکل کو خبر دی گئی۔ اسنے خالد بن یزید شیبانی کو اس مہم پر مامور کیا اس کے آنے سے یہ سب لوگ منتشر ہو گئے ۔ خالد نے دوبارہ اماں کی تجدید کر دی اور اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا[1]

دولت یعفریہ

عہدِ معتصم میں صنعاء پر جعفر بن سلیمان عامل مقرر کیا گیا تھا، اسنے اپنا نائب عبدالرحیم بن ابراہیم کو مقرر کر کے صنعاء بھیجدیا، اس نے صنعاء کا بہتر انتظام کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یعفر صنعاء کے انتظام میں لگ گیا، صنعاء کے باشندے اس کے گرویدہ ہو گئے تو اس نے ۲۴۷ھ میں خود مختاری کا علم بلند کر دیا، یہ ریاست ۳۸۷ھ تک یعفر کے خاندان میں رہی۔ محمد بن یعفر، عبدالقادر بن احمد بن یعفر، ابراہیم بن محمد، سعد بن ابراہیم محمد بن ابراہیم، عبداللہ بن قحطان صنعاء کے حکمراں رہے۔

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۹۹

یعقوب بن لیث صفاری

۲۳۷ھ میں بسنت کے باشندے صالح بن نصر نے سجستان پر قبضہ جمایا یعقوب بن لیث صفاری جو پہلے سے حکومت عباسیہ سے منحرف ہو چکا تھا، اس کے ساتھ ہو گیا لیکن امیر طاہر بن عبداللہ بن طاہر والئ خراسان نے صالح کی گوشمالی کر دی اور سجستان واپس لے لیا اس کے کچھ عرصہ بعد موقعہ پاکر امیر درہم بن حسین نے بلا مزاحمت سجستان پر قبضہ کیا۔ اس کے ساتھ یعقوب بھی ہو گیا۔ درہم میں فوجی لیاقت نہ تھی۔ یعقوب نے اس کی فوج کی باگڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جب درہم کے ہمراہیوں نے اپنے سردار کی کمزوری دیکھی تو وہ یعقوب کے ہمنوا ہو گئے اور اس کو اپنا سردار بنا لیا۔ درہم ان سے جدا ہو گیا۔ امیر یعقوب نے سجستان کا بہت اچھا انتظام کیا اور فوجی قوت کو بڑی ترقی دی۔ چند دنوں میں اسکی قوت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے بھروسہ پر اس نے سجستان میں اپنی مستقل حکومت قایم کر لی جو صفاریہ کے نام سے تاریخوں میں مذکور ہے۔ اس دولت کا تفصیلی حال آگے آتا ہے۔

رومیوں کا حملہ مصر پر

رومیوں نے ۲۳۰ھ میں تین سو جنگی کشتیوں میں فوج بھر کر دمیاط کی طرف سے مصر پر حملہ کیا۔ امیر مصر فسطاط میں مقیم تھا، وہاں دربار ہو رہا تھا۔ تمام بحری محافظ شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے، دمیاط پر رومی بلا مقابلہ قابض ہو گئے شہر کو لوٹ لیا۔ جامع مسجد میں آگ لگا دی۔ باشندوں میں سے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو پکڑ لے گئے، ابھی کشتیاں روانہ نہیں ہوئی تھیں کہ ایک

مسلمان امیر نصر بن الکشف جو اس وقت قید میں تھا، بیڑیاں توڑ کر قید خانہ سے نکل آیا۔ بہت سے راہ گیر اسکے ساتھ ہو گئے، اسنے رومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کی اچھی خاصی جماعت تہ تیغ کر دی۔ تاب مقابلہ نہ لا کر رومی بھاگ کر اشتوم تینس پہنچے، یہاں پر بھی لوٹ مچائی اور آہنی پھاٹک اٹھا کر چلتے بنے[۱]
اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعے تعمیر کرائے[۲] اور سرحد کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔

اہل حمص کی بغاوت

۲۴۰ھ میں اہل حمص نے بغاوت کر دی یہاں کا حاکم ابو المغیث موسیٰ بن ابراہیم تھا، اس کو حمص سے بیدخل کر دیا۔ متوکل کو اطلاع پہونچی۔ اس نے محمد بن عبدویہ کو حمص کا حاکم مقرر کر کے ان کے ساتھ عتاب بن عتاب کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا، ان دونوں نے حمص جا کر باغیوں کی سرکوبی کر کے ان کی طبیعت میں سکون پیدا کر دیا۔ مگر کچھ دن نہ گذرے تھے کہ ان میں پھر بغاوت کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور محمد بن عبدویہ نے ان کے سربرآوردہ اشخاص کو گرفتار کر کے پابجولاں سامرا بھجوا دیا اور جب ابن عبدویہ حمص میں امن و امان قایم کر کے دار الخلافہ واپس آیا تو ان سب کو کوڑوں سے اتنا پٹوایا کہ وہ ڈھیر ہو گئے۔ پھر ان کی لاشوں کو سولی پر لٹکا دیا اور حمص کے جس قدر فتنہ پرداز لوگ تھے، اسی طرح سے ان کا خاتمہ کر دیا گیا[۳]

مسلمان قیدیوں کا تبادلہ

۲۴۱ھ میں روم کی ملکہ تدورہ تھی وہ بڑی

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۲ [۲] کتاب الولاۃ ص ۲۰۱ [۳] یعقوبی جلد ۲ ص ۵۹۹۔

ظالم عورت تھی۔ اس کے قبضہ میں ۱۲ ہزار مسلمان قید تھے، اس نے بہت سوں کو عیسائی کر لیا تھا۔ بڑی تعداد قتل کر دی جو بچے ان کے متعلق متوکل کو کہلا بھیجا کہ اگر ضرورت سمجھے تو فدیہ دے کر انہیں چھڑا لے۔ چنانچہ متوکل نے شنیف خادم اور جعفر بن عبدالواحد قاضی القضاۃ بغداد کو روم بھیج کر مسلمانوں کو چھڑایا۔ ۱۲ ہزار میں صرف ۷۸۵ مرد اور ۱۲۵ عورتیں باقی بچی ہوئی تھیں[۱]۔ ایک سو سے زیادہ ذمی عیسائی بھی رومیوں کے قید خانے میں تھے قاضی صاحب نے فدیہ دے کر ان کی بھی گلو خلاصی کرائی اور آزاد کر دیا کہ جہاں چاہیں رہیں۔

مصر پر بجاۃ کی یورش

مشرقاً و غرباً دریائے نیل اور بحر احمر اور شمالاً و جنوباً مصر و حبشہ کے درمیان ایک قوم آباد تھی جن کو "بجاۃ" کہتے تھے، ان کی زندگی وحشی اور کافرانہ تھی۔ ان کے علاقہ میں چاندی اور سونے اور جواہرات کی کانیں کثرت سے تھیں۔ پہلی صدی میں مسلمانوں نے ان کو جنگلی سمجھ کر نظر انداز کیا[۲]۔ دوسری صدی میں عُبَیدہ بن حجاب نے ان سے معاہدہ کیا۔ پھر مامون رشید کے زمانہ میں عہد نامہ کی تجدید ہوئی اور وہاں ربیعہ اور جہینیہ قبائل آباد ہو گئے، یہ لوگ سالانہ سو مثقال سونا مصر کو دیا کرتے تھے۔ متوکل کے عہد میں انہوں نے یہ بند کر دیا۔ اور جو مسلمان سونے اور جواہرات کی کانوں میں کام کرتے تھے ان کو قتل کر دیا۔ جو بچ رہے وہ بھاگ گئے۔ اس پر طرہ یہ کہ ۲۴۱ھ

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۴ [۲] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد اول ص ۶۸۷۔

میں بجاۃ تے مصر پر تاخت کی۔ متوکل کو ان کی خود سری نے برافروختہ کر دیا۔ اس نے محمد بن عبداللہ قمی کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا اور عنبسہ بن اسحٰق ضبتی کو لکھا کہ قمی کو فوج اور ساز و سامان سے مدد دے۔ قمی بیس ہزار رضا کاروں کے ساتھ طویل سفر کے بعد بے آب و گیاہ میدان طے کر کے بجاۃ پہونچا اور رسد کا سامان جہاز سے قلزم کی راہ سے روانہ کیا، ان دنوں یہاں کا فرمانروا علی بابا تھا، اس سے سخت مقابلہ ہوا، مگر قمی کو یہ سوجھی کہ گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں ڈال کر میدان مصاف میں پہنچا جائے دشمن کے فوجی شتر سوار ہوتے ہیں اور شتر گھنٹی کی آواز سے بدکتے ہیں، چنانچہ اس تدبیر سے علی بابا کی فوج کو شکست ہوئی۔ علی بابا قمی کی اماں میں آگیا۔ اور چار سال کا واجب الادا خمس چار سو مثقال سالانہ کے حساب سے ادا کیا اور اپنے لڑکے لعین کو قایم مقام کر کے قمی کے ساتھ آستانۂ خلافت پر حاضر ہوا۔ متوکل نے علی بابا کو اطاعت کیشی کے صلہ میں خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور اپنے ملک جانے کی اجازت مرحمت کی۔[1]

عام فتوحات عہد متوکل میں رومیوں سے اکثر معرکے رہے اس کے علاوہ صقلیہ میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔ گو صقلیہ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی اور بلرام ان کا مرکز تھا۔

۲۳۲ھ میں رغوس کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر ان کے حوالہ کر دیا۔ اس کے استحکامات منہدم کر دیئے گئے۔ مسلمان

---

[1] طبری جلد ۱۲ ص ۱۴۲۹۔

سامان ہٹا لے گئے۔ ۲۳۵ھ میں ایک رومی دستہ نے قصریانہ پر حملہ کیا اور یہاں کے مسلمان بلا وجہ قتل کئے گئے۔[1]

عباس بن فضل کے مجاہدانہ کارنامے

صقلیہ کے مسلمان حاکم محمد بن عبداللہ بن اغلب تھا۔ اس کے انتقال کے بعد مسلمانان صقلیہ نے عباس بن فضل بن یعقوب سے جری اور بہادر کو اپنا امیر بنا لیا اور محمد بن اغلب والیٔ افریقیہ سے اس کی منظوری بھی حاصل کر لی، عباس میں مجاہدانہ اسپرٹ تھی، اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے چچا رباح کو قلعہ ابی ثور کی طرف بھیجا اور خود رضاکاروں کو لے کر مسلم شہدا کا انتقام لینے کے لئے قصریانہ کی طرف بڑھا اور تاخت و تاراج کر کے واپس آیا۔ البتہ رباح نے رومیوں سے بدلہ لے لیا۔ ہزار ہا رومی رباح کے مقابلہ پر کھیت رہے۔

۲۳۸ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت لے کر نکلا، قصریانہ، قطانیہ، سرتولہ، نوطس اور رغوس پر تاخت کرتا ہوا تبیرہ پہونچا، وہاں کے باشندے پانچ ماہ محصور رہ کر صلح پر آمادہ ہو گئے، عباس نے محاصرہ اٹھا لیا۔ پھر ۲۴۲ھ میں چند رومی قلعوں کو تاخت کیا، ۲۴۳ھ میں دوبارہ قصریانہ پر فوج کشی کی قصریانہ کے باشندے مقابل آئے اور شکست کھا گئے۔ عباس نے اس سے فراغت پا کر سرقوسہ اور طبرمین وغیرہ پر حملہ کر دیا۔ یہاں تاخت کرتا ہوا آیا اور قصر حدید کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے مجبور ہو کر ۱۵ ہزار دینار پر

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۳۰۔

صلح کرنا چاہی مگر عباس نے رد کر دی، دو سو آدمی کی گلو خلاصی شرط ٹھہری چنانچہ دو سو آدمی اہلِ قلعہ کے چھوڑ کر قصر حدید پر قبضہ کیا، تمام باشندے غلام بنا کر فروخت کر دیئے اور قلعہ کو مسمار کر دیا، مگر عباس کا جذبۂ انتقام اس پر بھی کم نہ ہوا[1]

قصریانہ کی فتح

صقلیہ کا پایۂ تخت سر قوسہ تھا، مسلمانوں کے حملہ کے بعد رومیوں نے قصریانہ کو دار السلطنت بنایا تھا، عباس نے اس کو فتح کرنے کے لئے ایک بحری مہم بھیجی، رومیوں کے چالیس جہاز تھے مقابلہ ہوا بالآخر ان کے دس جہاز گرفتار کر لیے گئے، اس کے بعد خود عباس نے حملہ کیا اور شوال ۲۲۴ھ میں صقلیہ کے پایۂ تخت قصریانہ پر قبضہ کر لیا اسی دن ایک مسجد کی بناء ڈالی گئی۔ اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا، اس فتح میں بے شمار دولت ہاتھ لگی۔ اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو شہنشاہ روم نے مقابلہ کے لئے تین سو جہاز کا بیڑا مع ایک جرار لشکر کے بطریق کی قیادت میں صقلیہ روانہ کیا۔ وہ سیدھا سر قوسہ پہنچا، عباس نے اسے بھی شکست فاش دی اور سو جہاز رومی بیڑے کے گرفتار کر لئے اور بے شمار رومی قتل ہوئے توسطر، ابلا، قلعہ عبد المومن، قلعہ بلوط، قلعہ ابی ثور کے ساکنین میں انتقامی جوش بڑھ گیا اور یہ حکومت سے باغی ہو گئے، عباس نے پہلے انکی سرکوبی کی پھر قلعہ عبد المومن اور ابلا، طنوا کا محاصرہ کر لیا، اس دوران میں یہ خبر ملی کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر آ رہا ہے، عباس اپنی فوج لے کر جقلودی پہونچا جہاں اس کا مقابلہ ہوا، پہلے معرکہ میں مخالف لشکر شکست کھا گیا۔ عباس

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۲۰۔

کامیابی پر قیصر یانہ لوٹا اور اس کی درستی کرائی، جنگی استحکامات ٹھیک کیے اور فوجی چھاونی قایم کی اس سے فارغ ہو کر ۲۴۷ھ میں سر قوسہ کیطرف متوجہ ہوا، اسیر تاخت کرتا ہوا اقرقنہ کی طرف بڑھا۔ راہ میں تین یوم بیمار رہ کر یہ مجاہد سفر آخرت کر گیا۔ رومیوں نے از راہِ دشمنی قبر سے اس کی لاش نکالکر جلا ڈالی۔[1]

عباسی مجاہدہ سرگرمیوں کے علاوہ علی بن یحییٰ ارمنی نے بھی ۲۳۸ھ میں رومیوں کے علاقہ پر فوج کشی کر رکھی تھی، نواح "سمیاط" کے رومی سرحدی مقامات پر حملہ آور ہوئے اور دس ہزار مسلمان پکڑ کر لے گئے قراشاش اور عمر بن الاقطع نے انکا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ لگے۔[2]

متوکل نے رومیوں کی سرگرمی دیکھ کر ۲۴۵ھ میں بغا کبیر کو سرحد پر مامور کیا، جس نے صملہ فتح کر کے اہل روم کو پوری طرح پامال کر دیا۔ لیکن انہوں نے سمیاط پر دوبارہ حملہ کر کے صدہا مسلمانوں کو شہید کر دیا علی بن یحییٰ ارمنی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کرکرہ پر حملہ کیا، رومی بطریق پکڑا گیا اور اس کو متوکل کے پاس بھیجدیا گیا شاہِ روم نے ایک مسلمان سے اس کا تبادلہ کرالیا۔ پھر یحییٰ ۲۴۶ھ میں نکلا اور رومیوں پہ ہلہ بول دیا چار ہزار آدمی گرفتار کیے۔ ادھر یہ کامیابی تھی، دوسری طرف مجاہد کبیر فضل بن قاران نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کے قلعہ کو فتح کر لیا، اس طرح غور کیا جائے تو فتوحات کے اعتبار سے متوکل

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۰ [2] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۷۷۔

کا عہد کامیاب رہا۔[1]

سندھ کی فتح

۲۳۵ھ میں سندھ میں ہارون بن ابی خالد والی بنا کر بھیجا گیا۔ یہاں پر عمر بن عبدالعزیز ہباری کا اثر زیادہ تھا، ہارون ۵ برس تک ملکی شورش دباتا رہا۔ لیکن انجام کار قتل ہوا اور عمر بن عبدالعزیز نے سندھ کے پایۂ تخت منصورہ پر قبضہ کر لیا، اور ایک درخواست متوکل کو بھیجی۔ اس نے صوبۂ سندھ کی حکومت کی سند اس کو بھیج دی، اس طرح ابن العزیز نے اپنی حکومت کی بنا ڈال دی۔

ولیعہدی کا مسئلہ

متوکل نے اپنے تینوں بیٹوں کو ۲۷ ذی الحجہ ۲۳۵ھ میں ولی عہد بنایا۔ اور کل ممالکِ زیرِ نگیں کو ان پر تقسیم کر دیا۔

منتصر کو:۔ افریقہ، مصر، شام، جزیرہ، عرب، عراقین، موصل حضرموت، اہواز، اصفہان، سندھ، مکران وغیرہ کا علاقہ ملا۔

معتز کو:۔ خراسان، طبرستان، رے، ارمینیہ، آذربائیجان۔ فارس اور ۲۴۰ھ میں کل ممالک محروسہ کے خزانوں کی تحویلداری کا عہدہ بھی اس کو ہی دیا گیا۔ بلکہ ٹکسالوں میں معتز کے نام کے درہم و دینار ڈھالے جانے لگے۔

مؤید کو:۔ کوہند، دمشق، حمص، اردن، فلسطین دیا گیا۔

اور اس کے بعد ہر ایک اپنے حدود مملکت کا خود مختار حکمران قرار

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۷۷۔

دے دیا گیا۔[1] عہدنامے میں لکھا گیا کہ خلیفہ ہو جانے پر منتصر، معتز اور موید میں سے کوئی ایک دوسرے کے کاموں اور امورِ ملکی میں دخیل نہ ہو۔

عہدنامہ کی ایک ایک نقل ہر ایک کو دیدی گئی اور ایک نقل خلافت کے دفتر میں محفوظ رکھی گئی۔

علوئین بنی امیہ کے زمانہ میں امام زید نے دعوئے خلافت کیا تھا پھر ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ اٹھے۔ متوکل کے عہد میں ان کے پوتے یحییٰ بن عمر نے "لوائے آل محمد" بلند کی، مگر یہ جلد ہی حکومت بنی عباس کے قبضہ میں آ گئے اور گرفتار ہو کر دربار میں لائے گئے۔ عمر بن فرج کاتب نے اس مقدس ہستی کو کوڑوں کی مار دی اور بغداد کی جیل میں ٹھونس دیا۔

متوکل کو علوئین سے دلی عناد تھا۔ جس شخص کے متعلق اس کو خبر ملی کہ علوئیہ میں سے کسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اس کا خون اور مال اس کے لئے حلال تھا، آخر میں ناصبی خیالات ہو گئے تھے، اپنی مجلس میں حضرت علی اور ان کی اولاد کے متعلق اچھے لفظ نہیں کہتا تھا حتیٰ کہ ۲۳۶ھ میں اسنے امام حسینؓ کا مقبرہ منہدم کرا دیا۔[2] اور روضہ سے ملحق ساری عمارتیں گرا دیں۔ اور ان پر کاشت ہونے لگی۔ زائرین کا آنا جانا بند کر دیا گیا[3] بہانہ یہ تھا کہ شیعوں نے مزار امام حسین کو سجدگاہ بنا لیا تھا، اصلی مزار قائم تھا، البتہ قبہ منہدم کرا دیا گیا تھا۔

---

[1] طبری جلد ۱۲ [2] ابن اثیر جلد ۷ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۱ [4] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۲

امام علی ہادی بن محمد جواد ملقب عسکری سامرا میں تشریف رکھتے تھے اور ان کی نگرانی بھی رہتی تھی۔ متوکل کو خبر ہوئی کہ امام کے پاس شیعہ کثرت سے آتے ہیں اور آدمی و اسلحہ فراہم کئے جا رہے ہیں تو اس نے ان کی خانہ تلاشی کے لئے رات کو سپاہی بھیجے۔ امام موصوف ایک گلیمی قمیص پہنے اور ایک اونی رومال سر پر باندھے ہوئے تلاوت قرآن اور دعا میں مصروف تھے۔ ان کے گھر میں کوئی چیز نہ نکلی یہاں تک کہ بستر بھی بجز فرش ریگ کے نہ تھا۔ اس حالت میں آپ کو متوکل کے پاس لایا گیا۔ اس نے اپنے قریب بٹھلایا۔ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور ان سے حکمت اور نصیحت کی باتیں سنیں۔ پھر قرض ادا کرنے کے لئے چار ہزار درہم ان کی نذر کئے اور اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔[۱]

متوکل کا حادثۂ قتل

متوکل ترکوں سے اس قدر بیزار ہو گیا کہ اس نے پہلے تو امیر اتراک ایتاخ کو ٹھکانہ لگایا۔ اس کے بعد امیر وصیف اور امیر بغا ہر دو امراء کو قتل کرنا چاہا، مگر اس کا داؤ نہیں چلا بلکہ ان دونوں کا متوکل پر داؤ چل گیا۔

ترکی امراء سمجھ گئے تھے کہ متوکل ہماری قوت و اقتدار کو توڑنا چاہتا ہے، ایتاخ کو قتل کر چکا۔ اب ہم میں سے ایک ایک کو ختم کرانا چاہتا ہے۔

متوکل کا وزیر عبید اللہ بن خاقان اور ندیم خاص فتح بن خاقان یہ دونوں منتصر سے بغض رکھتے تھے اور متمنی تھے کہ یہ خلیفہ نہ ہو۔ بلکہ معتز ہو،

---

[۱] ابن خلدون جلد ۷، ص ۲۰۰

منتصر کے خلاف متوکل کے کان بھرا کرتے، متوکل کو بھی معتز سے ہمدردی زیادہ بڑھ گئی اور ارادہ کرلیا کہ منتصر کو ولی عہدی سے معزول کر دیا جائے منتصر نے باپ کی اس روش سے زیادہ اثر لیا اور ترکوں سے ساز باز کرنے لگا، اور ادھر متوکل فتح بن خاقان کے مشورہ سے منتصر بغا اور وصیف کو ٹھکانے لگانا چاہتا تھا اور اس خیال کا اظہار محفل نبیذ میں بغا شرابی سے کرگیا۔ اس نے باغر ترکی کو جو متوکل کا پاسبان تھا اپنا ہم راز بنا کر ۴ شوال ۲۴۷ھ کو رات کے وقت دس سپاہیوں کو ساتھ لیا اور قصر خلافت میں گیا۔ وہاں متوکل اور فتح بن خاقان نبیذ پی رہے تھے، محفل جم رہی تھی، چنانچہ متوکل اور فتح دونوں کا کام تمام کر دیا گیا، منتصر نے شہرت دے دی کہ فتح نے متوکل کو قتل کیا اس پر اس کا بھی خاتمہ کرا دیا گیا۔[1]

عام سیرت متوکل نہایت خلیق اور متواضع تھا اور سخاوت اور داد و دہش میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔

فقہی مسلک متوکل کو امام شافعی سے خاص عقیدت تھی اور انکے مسلک کا حامی تھا، اکثر کہا کرتا تھا، کاش میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو دیکھتا اور ان سے علم حاصل کرتا۔[2] علامہ سیوطی نے اسکو ناصبی لکھا ہے یہ خطاب اس کو علویین سے دشمنی کی بنا پر دیا گیا تھا۔

صلحاء سے عقیدت حضرت ذوالنون مصری سے متوکل کو بڑی

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ کتاب ثانی ص ۲۰۱ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴۔

عقیدت تھی ان کو مصر سے بلایا اور اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد سے جب ملاقات ہوتی بڑی عزت کیا کرتا تھا،

عیش و عشرت متوکل بھی مثل دیگر خلفائے بنی عباس کے عشرت پسند تھا مگر اس قدر نہ تھا جس قدر کہ شیعہ مورخین نے اس پر اتہام لگائے ہیں، مسعودی اور ابن طقطقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ متوکل شراب پیتا تھا، اس نے چار ہزار کنیزوں سے خلوت کی اور تفنن طبع کے لئے اس کے دربار میں مسخرے شریک کئے جاتے تھے، علامہ سیوطی بھی کنیزوں کا فسانہ لکھ گئے ہیں[1] متوکل جائز حدود کے اندر عیش و طرب کا دلدادہ ضرور تھا اور اس کے عہد میں عیش و طرب کے اتنے سامان جمع ہو گئے تھے کہ اس کے زمانہ کو عہدِ سرور کہا جاتا ہے، لیکن جو شخص احیاء سنت کا داعی ہو وہ شراب کیسے پی سکتا ہے، یہ محض شیعہ مورخین کا افترا ہے۔ البتہ نبیذ کا عادی ضرور تھا، جو بعض علماء عراق کے نزدیک جائز ہے خطیب طبری وغیرہ نے اس کی مے نوشی کا تذکرہ نہیں کیا۔ اہلِ بیت کے ساتھ اس کا طرزِ عمل ناپسندیدہ تھا، اس لئے شیعہ مورخین نے محرماتِ شرعیہ بھی اس کی جانب منسوب کر کے اپنے خیال میں ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

سخاوت متوکل نہایت سخی واقع ہوا تھا۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ متوکل نے شعراء کو جس قدر انعام دیا ہے کسی خلیفہ نے نہیں دیا؛ چنانچہ مروان بن ابو الجنوب نے ایک شعر پڑھا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴۔

فامسک ندی کفیک عنی و اتنزر ۔ فقد خفت ان اطغی وان اتجبرا

ترجمہ:۔ اپنے ہاتھ کو جود سے روک لے، ایسا نہ ہو کہ میں ہلاک ہو جاؤں یا مجھ پر کوئی سختی نہ آن پڑے

یہ شعر سنکر متوکل نے کہا کہ اسوقت تک ہاتھ نہ روکوں گا جب تک کہ میری جود وسخا تجھے غرق نہ کر دے، چنانچہ ایک قصیدہ کے صلہ میں اسے ایک لاکھ دس ہزار درہم اور پچاس کپڑے انعام دیئے[1]

فیاضی میں اعتدال بخل اور اسراف میں متوکل معتدل تھا، یہ رائے مسعودی کی ہے[2]، مگر سیوطی کہتے ہیں کہ اس کی داد و دہش عام تھی۔ شعرا کو صلہ گستری سے بہت کچھ نوازتا تھا[3]

ایک واقعہ ابو عبادہ بحتری عرب کے مشہور شاعر نے متوکل کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ ختم کے بعد ایک درباری ابو العبس اٹھا اور اس نے ابو عبادہ کی نقل کی۔ متوکل بہت ہنسا اور خوش ہو کر اس کو دس ہزار درہم انعام دیئے۔ فتح بن خاقان نے کہا۔ امیر المومنین! مسخرے کو حضور نے دس ہزار دیئے بحتری نے کیا قصور کیا کہ وہ محروم رہا جاتا ہے، متوکل نے کہا۔ اس کو بھی دس ہزار درہم دیدو[4]

متوکل کے دربار میں مامون اور واثق کا سا رعب و داب نہ رہا تھا، شعراء اس کے سامنے ہزل گوئی کرتے اور متوکل محظوظ ہوا کرتا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۲ [2] مروج الذہب مسعودی ج ۹ ص ۱۰۳ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳۔ [4] مروج الذہب ج ۹ ص ۱۱۰۔

اس کا یہ اثر پڑا کہ۔ امراء کی محفلیں بھی ہنسی مذاق کی صحبتیں بن گئیں تھیں۔

نظمِ مملکت!

متوکل کا نظم حکومت معتصم اور واثق کے مانند تھا، جو دستورِ حکومت منصور کا تھا وہ برقرار نہ تھا۔ متوکل کے عہد میں وزارت میں ابتری پھیلی، گورنروں کے گھڑی گھڑی کے تبادلے نے نظم میں گڑبڑ پیدا کر دی۔

عمّال کی تفصیل | ۲۳۲ھ میں متوکل نے بلادِ فارس پر محمد بن ابراہیم بن مصعب کو مقرر کیا، ان دنوں موصل کا حاکم غانم بن حمید طوسی تھا۔

متوکل کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں محمد بن عبداللہ بن الزیات قلمدانِ وزارت کا مالک تھا اور دیوان خراج (محکمہ مال یا بورڈ آف ریونیو) کا یحییٰ بن خاقان خراسانی (ازدو کا غلام) افسر اعلیٰ تھا، اس زمانہ میں فضل بن مروان معزول کیا گیا، اور بجائے اس کے دیوان نفقات پر ابراہیم بن محمد بن ختوں مامور ہوا۔ ۲۳۳ھ میں محمد عیسیٰ کو معزول کر کے منتصر کو گورنر بنایا گیا، جیسا کہ پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ ایتاخ حج کو گیا تو حجابت پر وصیف خادم کو مامور کیا گیا۔[1]

پولیس | اسحاق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کے انتقال کے بعد

[1] ابن خلدون جلد ۷ ص ۱۹۹۔

اس کے بیٹے ابراہیم کو بغداد پولیس افسری کے عہدہ پر مامور کیا۔

وزارت | ۲۳۳ھ میں ابن زیات کے بعد احمد بن خالد میر منشی وزیر اعظم ہوا تھا، وہ معزول ہوا تو اس عہدے پر محمد بن فضل جرجرائی کا تقرر ہوا۔

۲۳۶ھ میں عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان سکریٹری کے عہدے سے وزارت پر سرفراز کیا گیا جو متوکل کے آخر عہد تک رہا۔

قاضی القضاۃ کا عہدہ | ۲۳۹ھ میں قاضی احمد بن ابی دؤاد عہدہ قضاء سے معزول کیا گیا۔[1] اس کی جاگیر ضبط کرلی گئی اور اس کے لڑکے ابو الولید سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم وصول کئے گئے اور ابی دؤاد کی جگہ قاضی یحییٰ بن اکثم کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا گیا، ابو الولید مذکور کو صیغۂ فوجداری کے اختیار دیئے پھر کچھ ہی دنوں کے بعد اس کو معزول کرکے ابو الربیع محمد بن یعقوب کو اس جگہ مامور کیا۔ آخر میں اس کو علیحدہ کرکے یہ صیغہ بھی قاضی یحییٰ کو دے دیا گیا۔ ۲۴۰ھ میں قاضی یحییٰ پر بھی عتاب نازل ہوا ۷۵ ہزار دینار اور ۴ ہزار جریب زمین جو ان کی بصرہ میں تھی وہ ضبط کرلی گئی اور ان کو معزول کرکے ان کی بجائے جعفر بن عبد الواحد بن جعفر بن سلیمان بن علی کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور کیا۔

نظام مالیات | معتصم اور واثق کے زمانہ میں مالیات پر خاص توجہ رکھتا

[1] قاضی ۲۴۰ھ میں فوت ہوا۔

متوکل نے اس طرف زیادہ توجہ کی۔ عمال پر جرمانے کئے اور جلد جلد عامل بدلے۔ مصر کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو احمد بن مدبر کو وہاں کا افسر خراج مقرر کر کے بھیجا۔ اس نے بہت سے جدید ٹیکس عائد کر دیئے، اور بلاد مصر کی آراضی کا ٹیکس دو جنسوں میں تقسیم کر دیا: "خراجی" "ہلالی" خراجی میں غلہ، کھجور، انگور کی بیل، میوہ جات کے باغات کی پیداوار پر ٹیکس لگائے۔

"ہلالی" گھاس، مچھلی وغیرہ پر ٹیکس تھا۔

یہ ٹیکس علم و فن کی ترقی، آبپاشی کی سہولتوں اور مفادِ عامہ کے دیگر تعمیری کاموں کے نام سے عائد کئے گئے تھے[1]

جزیہ کی آمدنی دار الخلافہ روانہ کر دی جاتی۔ باقی رقم مصر کے اخراجات میں صرف ہوتی۔

رعایا سے سلوک | متوکل کو رعایا کا بڑا خیال تھا اور اس کے ساتھ منصفانہ سلوک کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا

"اگلے خلفاء رعایا پر اس لئے سختیاں کیا کرتے تھے کہ وہ سختی کے خوف سے ان کے مطیع رہیں اور میں نرمی کرتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے محبت کریں۔ میرے پاس آئیں اور میری اطاعت کریں[2]"

عدل وانصاف | متوکل کے عدل وانصاف کی بڑی شہرت تھی، مسعودی

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۲۹۵ [2] تاریخ خطیب جلد ۷، ص ۶۶۔

کا بیان ہے

"عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی متوکل کا زمانہ
ممتاز شمار کیا جاتا ہے[1]"

رواداری متوکل غیر مسلموں کے ساتھ بے حد رواداری کا برتاؤ کرتا تھا، مگر عیسائی اپنی خبثِ باطنی سے شرارت کیا کرتے، رومی حکومت سے ساز باز رکھتے۔ مسلمانوں کا لباس اور معاشرت اختیار کئے رہتے۔ مسلمان ان کے دھوکے میں آکر اپنے دل کا حال ان سے کہہ گزرتے۔ رومیوں کے خلاف جہاد کی تیاری ہوتی تو عیسائی ان کو خبر کر دیتے، اس بنا پر شناخت کے لئے عیسائیوں کے لباس اور وضع وقطع اور مذہبی مراسم پر متوکل نے چند قیود لگا دیئے تھے، اسکا نتیجہ بہت اچھا نکلا[2] یہی وجہ تھی کہ آخر میں ذمیوں سے اس کو سخت نفرت ہو گئی تھی۔ حتےٰ کہ اس نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ اسلامی مکاتب میں ان کے بچے داخل نہ کئے جائیں اور نہ کوئی مسلمان ان کو تعلیم دے۔

ملک کی آسودہ حالی متوکل دور عباسی حکومت کا دورِ زریں کہا جاتا ہے، اس کے عہد میں رعایا فارغ البال تھی، عیش وتنعم کی فراوانی، تمدنی نفاستیں اور نزاکتیں معراجِ کمال کو پہونچ گئی تھیں۔ مسعودی لکھتا ہے۔

"متوکل کا زمانہ۔ اپنی بھلائیوں، خوبیوں، سرسبزی وشادابی

---

[1] مروج الذہب ج ۹ ص ۱۱۱ [2] ابن اثیر ج ۷۔

فارغ البالی اور رفاہیتِ عیش و عشرت کے لحاظ سے عہد
سرور تھا، سارے خواص و عوام خوش و خرم تھے۔"

رشوت ستانی کا انسداد

متوکل کے اولین عہد میں رشوت کا بازار گرم تھا مگر اس نے بڑے بڑے عہدہ داروں کو سخت سزائیں دیں اور گران قدر جرمانے وصول کئے۔ جس سے رشوت ستانی کا دروازہ بند ہوگیا۔"

رفاہِ عام

اس کے زمانہ میں راستے پرامن تھے۔ تمام اشیاء کی ارزانی تھی، اہلِ حرفہ اور تاجر خوش حال تھے۔ متوکل آئے دن محلات وغیرہ بنواتا رہتا۔ جس سے غربا کو فائدہ پہنچتا رہتا۔
اس نے ایک ارب درہم ہارونی۔ قصر جعفر کی تعمیر میں خرچ کئے۔[۱]

خزانہ

متوکل نے صلہ گستری، داد و دہش میں کروڑ ہا روپیہ صرف کیا اگر پھر بھی بقول مسعودی ۴۰ لاکھ دینار اور ستر لاکھ درہم اپنے بعد خزانہ میں چھوڑ گیا۔[۲]

تنزل کا آغاز

متوکل کے زمانہ میں گو فتوحات کا دائرہ بہت وسیع رہا، حکومت کی شان و شوکت میں کوئی کمی نہ تھی رعایا خوش حال، ظاہری دبدبہ بھی قایم تھا، لیکن اندرونی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں، ترکوں کے غلبہ سے حکومت کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔ اقتدار اتراک سے عربوں کی عصبیت ختم ہوگئی تھی، ان کی امارت جاتی رہی، فوجی

[۱،۲] مروج الذہب جلد ۹ برحاشیہ کامل ابن اثیر۔

خدمات سے ان کو علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ جس سے ان کی مجاہدانہ اور فاتحانہ
اسپرٹ ختم ہوگئی۔ اس کے علاوہ خود خلیفہ ان کے مقابلہ میں کمزور
پڑ گیا تھا، دراصل معتصم کی غلطی کا نتیجہ پورا خاندان بنی عباس بھگت رہا تھا
معتصم اور اس کے بعد واثق کے عہد میں فوج میں
فوج کی کیفیت ترکی عنصر غالب تھا، عرب اور عجمیوں سے زیادہ
حکومت میں ان کی پوچھ تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجڈ لوگ حکومت پر
چھا گئے۔ اور ان کا استبداد بڑھ گیا، وزرا، نو وزرا، خلیفہ تک کو ترک
خاطر میں نہ لاتے۔ متوکل خود ان سے تنگ آگیا تھا، آخر اس نے یہ
طے کیا کہ ان کے سربرآوردہ لوگوں کو جس درجہ سے اٹھے تھے وہیں
لے جا بٹھائے۔ چنانچہ ترکی امیر ایتاخ جو سپہ سالار اور حاجب اور
سامرا کا سب سے بڑا امیر تھا، اس کے پیچھے آدمی لگا دیئے، انہوں
نے اس کو حج پر جانے کے لئے آمادہ کر دیا۔ ایتاخ نے متوکل سے
اجازت طلب کی، یہاں سے مع خلعتِ فاخرہ ان کو رخصتی ملی، متوکل
نے بغداد کے شحنہ اسحاق بن ابراہیم مصعبی کو خفیہ اطلاع بھیجدی کہ تم
ایتاخ سے نپٹ لینا۔ چنانچہ حج سے لوٹ کر ایتاخ کوفہ آیا۔ اسحاق
پیشوائی کو پہنچا۔ ادھر متوکل کی طرف سے استقبال کے لئے معتمد معہ
خلعت اور تحائف کے کوفہ آیا۔ غرض اسحاق ایتاخ کو کوفہ سے بغداد
لے کر محل خزیمہ میں داخل ہوا، اندرون محل ایتاخ کو گرفتار کر لیا اور
سلیمان بن وہب اور قدامہ بن زیاد اور اس کے دونوں بیٹے منصور

مظفر جیل میں بند کر دیئے گئے، ایتاخ کو ایسی تکالیف دی گئیں کہ ۲۳۵ھ میں قید ہی میں گھٹ کر مر گیا[1]

سامرا دار الخلافہ سامرا سے متوکل بیزار ہو گیا تھا، دمشق گیا تو یہاں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، آخر سامرا لوٹ آیا۔

جعفریہ کی تعمیر متوکل کو تعمیرات اور شہر آباد کرنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ اس نے ۲۴۵ھ میں سامرا سے چند میل کے فاصلہ پر ملحوزہ قصبہ کو شہر کی صورت میں آباد کیا اور اس کی تعمیر میں بیس لاکھ دینار صرف کئے گئے، اپنے لئے خاص طور سے ایک بلند محل تعمیر کرایا اور اس کا نام قصرِ لولو رکھا، دو لاکھ دینار اس کی تعمیر میں صرف ہوئے پانچ میل کے فاصلہ سے ایک نہر لانی چاہی، خلیفہ کی توجہ دیکھ کر امرائے نے بھی اپنے مکانات وہاں بنوائے، جس کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد جعفریہ دوسرا سامرا بن گیا۔

تعمیر محل کی داستان سامرا میں ۲۴۵ھ میں متوکل محل بنوا رہا تھا۔ جس کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو نجاح بن سلمہ میر منشی نے بیس امراء کے نام کی فہرست مرتب کی جس میں وزیر اعظم بھی تھا اور اس کا بھائی موسیٰ بن عبد الملک، اور اس کا نائب، اور حسن بن مخلد وغیرہ بھی تھے، اور عرض کی کہ ان کو میرے سپرد کر دیجئے میں رقم وصول کر کے پیش کر دوں گا۔ وزیر اعظم کو خبر ہوئی، وہ متوکل کے پاس

---

[1] ابن خلدون، جلد ۷، ص ۲۰۶

گیا اور کہا - امیر نجاح - مخصوص امرائے دولت کو آپ سے بدظن کرنا چاہتا ہے، اور جو صورت وہ اختیار کرنا چاہتا ہے اس سے عام خلفشار ہو گا - یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور امیر موسیٰ اور امیر حسن کو بلا کر ان سے کہا، خلیفہ تیار ہے کہ کل وہ تم کو نجاح کے سپرد کر دے، وہ مال کی ضبطی کے ساتھ تم کو ایسی سزائیں دیگا کہ تم ہلاکت کے درجہ پر پہونچ جاؤ گے - لہذا اسیوقت امیر المومنین کو کہہ بھیجو کہ ہم محل کی تعمیر کے لیئے بیس لاکھ دینار دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ نجاح ہمارے سپرد کر دیا جائے - ان دونوں نے تحریریں لکھ دیں - اس کو لے کر وزیر اعظم خلیفہ کے پاس پہونچا - اس نے منظور کر کے نجاح کو ان کے حوالہ کر دیا - انہوں نے اس کے بیٹے سے چودہ ہزار دینار نقد وصول کیئے اور اس کی کل جائداد ضبط کر لی -

نجاح کا کاتب خاص اسحاق بن سعد تھا، اس نے متوکل کی شاہزادگی کے زمانہ میں ایک بار اس کی تنخواہ کے اجراء میں پچاس دینار رشوت میں لیے تھے، متوکل نے حکم دیا کہ اس سے ہر ایک دینار کے عوض میں ایک ہزار دینار وصول کر دو، وہ مطالبہ ادا نہ کر سکا تو قید کر دیا گیا - مجبور ہو کر اس نے ...۷ دینار ادا کیئے اور قید سے رہائی ہوئی - کچھ عرصہ بعد نجاح کا انتقال ہو گیا [1]

خلق قرآن کے فتنے کا خاتمہ

بدعت خلق قرآن اور رویت باری کے مسئلہ نے مامون کے عہد سے لیکر متوکل

---

[1] تلخیص ابن اثیر و ابن خلدون جلد ۲ -

کے عہد تک بڑا فتنہ اٹھار کھا تھا۔ متوکل نے ان بحثوں کو بقوت روک دیا۔" وجاء المتوکل فاعلن ۲۳۴ھ ابطال القول بخلق قرآن وہذہ من آثار ہذہ المسائل" اور محدثینِ کرام کی پذیرائی کی، اس کے ساتھ ہی گروہِ معتزلہ کی سرکوبی کی۔[2] قاضی ابراہیم بن محمد تیمی کہتے تھے۔

"تین خلفاء نے کارنامے دکھائے، ابو بکر صدیق نے ارتداد کے فتنہ کا انسداد کیا، عمر بن عبد العزیز نے بنی امیہ کے مظالم کا تدارک کیا، اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا۔"

علمی ترقی علمی حیثیت سے متوکل کا اپنے اسلافِ کرام کے مقابلہ میں کوئی خاص پایہ نہ تھا، پھر بھی اس نے بڑے کام کئے۔ علمی گھرانے کا فرد ہونے کے اعتبار سے اس کو احادیثِ نبوی سے ذوق اور شعر و سخن کا شوق تھا، اس سے متعدد احادیث بھی مروی ہیں جن کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔ متوکل کا بڑا کارنامہ احادیثِ رسول کی اشاعت اور معتزلیوں، قدریوں و دیگر فرقِ باطلہ کی فتنہ انگیزیوں کا سدِّ باب ہے۔ ذکر احیاء سنت میں لکھا جا چکا ہے کہ متوکل نے "محدث ابو بکر بن ابی شیبہ کو بلا کر سامرا میں اشاعتِ حدیث پر مامور کیا تھا، اسی طرح دوسرے محدثینِ کرام کو سامرا طلب کر کے انعامات سے نوازا۔"[3]

گو قلمرو بنی عباس میں متوکل سے پہلے سے درسِ حدیث کے حلقے قائم تھے جیسے امام یعقوب اسحاق بن ابی الحسن المعروف

---

[1] ضحی الاسلام احمد امین مصری جز ثالث ص ۱۹۸ [2] تاریخ خطیب ج ۷ ص ۱۷۰ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۰

بابن راہویہ[1] جو فضل بن عیاض اور ابن وکیع کے شاگرد تھے، ان کا حلقہ تھا اسی حلقہ سے امام بخاری سے جلیل القدر محدث مستفید ہو کر نکلے اور ان سے نوے ہزار اشخاص نے الجامع الصحیح سنی، امام بخاری کی اس کتاب میں دس ہزار حدیثیں ہیں، جس کا بقول امام بخاری کے چھ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کیا گیا ہے۔ ان شیوخ کی تعداد جن سے صحیح میں حدیثیں لی گئیں۔ دو سو نواسی ہیں، امام کے جلیل القدر شاگرد امام مسلم بن الحجاج ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلے ہیں، انہوں نے امام بخاری سے اور ان کی کتاب سے احادیث روایت کیں، دار قطنی کا بیان ہے۔

"اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم کچھ نہ کر سکتے انہوں نے یہ کیا ہے کہ امام بخاری کی کتاب سامنے رکھ کر حدیثیں لکھنا شروع کر دیں، کہیں کہیں اپنی طرف سے زیادتی بھی کی"

حاکم ابو عبداللہ نے "مسلم" کی تعریف کی ہے۔

ماتحت ادیم السماء کتاب اصح من کتاب مسلم بن الحجاج"

مگر ایک عربی شاعر نے محاکمہ خوب کیا ہے۔

(۱) تنازع قوم فی بخاری و مسلم لدی وقالوا ای ذین یقدم

(۲) فقلت لقد فاق البخاری صحة کما فاق فی حسن الصناعة مسلم

---

[1] راہویہ نے بعمر ۷۷ سال ۲۳۸ھ میں وفات پائی (تہذیب الکمال)

متوکل کے عہد میں امام ابوداود بن اشعب الازدی الجستانی اور امام ابوعیسیٰ بن سودہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمہ ترمذی نے اپنے مشہور مجموعے تیار کئے، ان کے بعد سنن ابن ماجہ، مسند حارث (۲۸۲ھ) مسند بزار (۲۹۲ھ) مسند دارمی (۲۵۵ھ) مختلف کتب حدیث شائع ہوئیں۔

اشاعت علوم دینی

ان دنوں بغداد حدیث کی اشاعت کا مرکز بن گیا تھا۔ امام بخاری کے شاگرد فربری سے بھی نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی[1] متوکل کے عہد میں محدثین نے اشاعت حدیث میں خوب سرگرمی دکھائی،

احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب امام مسلم بغداد آئے تو انہوں نے اس تاریخی شہر کے مشہور میدان میں احادیث کا املا کرایا سات مستملی کھڑے ہوئے جن میں سے ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا۔ اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث میں مصروف تھے، یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ کس قدر آدمی اس وسیع میدان میں فراہم تھے، میدان کی پیمائش کی گئی اور دواتیں گنی گئیں، کچھ اوپر چالیس ہزار دواتیں شمار ہوئیں، جو لوگ لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ تھوڑے عرصہ میں بغداد کا پایۂ علم حدیث کی اشاعت میں فائق ہوگیا۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے دجلہ کے پل سے

[1] مقدمہ فتح الباری لامام ابن الحجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صفحہ ۵۰۰

اتر کر نہیں گیا۔ بغداد میں آٹھ سو اساتذۂ حدیث ایسے تھے جو شیخ کے لقب سے ملقب تھے[1]

علوم عقلیہ کی ترقی

متوکل کے عہد میں علومِ عقلیہ کی ترویج و اشاعت بھی عام تھی۔ موسیٰ بن شاکر کے لڑکوں نے جو رصدگاہ بنائی تھی، اس کو متوکل کے زمانہ میں النظیری اور محمد بن عیسیٰ ابو عبداللہ نے بے حد ترقی دی اور علم ہیئت کے بعض مسائل پر عالمانہ روشنی ڈالی۔ آفتاب اور دیگر ستاروں کی گردش کے متعلق حیرت انگیز معلومات اور تحقیقات بہم پہونچائی، ابوالحسن نے جو دوربین ایجاد کی تھی اس کی ان ہیئت دانوں نے مزید اصلاح کی۔

---

[1] امام سلیمان بن حرب محدث کا واقعہ ہے کہ مامون کے زمانہ میں قصر خلافت کے اندر ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی تاکہ اس پر بیٹھ کر املائے حدیث کریں، اس مجلس میں مامون اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے منہ سے نکلتا مامون اپنی قلم سے لکھتا جاتا، جب تمام حاضرین درس کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس اندازہ میں آئے معتصم کے زمانہ میں امام عاصم بن علی، املائے حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھے تھے ان کے مستملی ہارون نے کھڑے ہونے کے لئے ایک خمدار کھجور کا درخت پسند کر رکھا تھا معتصم نے ایک بار ایک اپنا معتمد اس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا معتمد نے ارشادِ خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ بیس ہزار حاضرین کی تعداد پہنچی، یہ وہ زمانہ تھا کہ محدثین کرام کیطرف سے سخت گیری تھی اور معتزلہ ان کو ہر عنوان پر پریشان کرتے تھے۔

ماوراء النہری ابوالعباس احمد الفرغانی متوکل کے عہد کا ممتاز ہیئیت داں تھا۔ جس نے متوکل کے لئے فطاس میں ایک تیل پیما تیار کیا تھا۔ اس کی ایک بے نظیر تصنیف کتاب المدخل الی ہیئۃ الافلاک ہے۔

اطبّاء ابوزید حنین بن اسحاق عبادی یونانی زبان کا عالم شاگرد خلیل بن احمد، یہ وہی فلسفی اور طبیب ہے جو پہلے بنو موسیٰ بن شاکر کے یہاں ۲۵۰ پونڈ مشاہرہ پاتا تھا پھر مامون کے یہاں اسکے ہر ترجمہ کی ہوئی کتاب کا معاوضہ دربار شاہی سے کتاب کے برابر وزن سونا پاتا تھا، متوکل نے ۲۴۰ھ میں اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا۔[۱]
۲۳ صفر ۲۶۰ھ میں انتقال ہوا (طبقات الاطباء ص ۷۵ و اخبار الحکماء قفطی ج ۱ ص ۱۹۹۔

علی بن سہل ابان الطبری مصنف فردوس الحکمۃ د ۲۵۰ھ عیسائی متوکل کے دورِ خلافت میں مشرف باسلام ہوا۔ اور ایک عرصہ تک خلیفہ کا معالج رہا۔

علم تاریخ علامہ بلاذری نے اسی عہد میں اپنی مشہور کتاب "فتوح البلدان" مرتب کی، علامہ نے ۲۷۹ھ میں انتقال کیا اسی عہد میں طبقات ابن سعد کا مصنف گزرا۔ ابن سعد نے ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

جغرافیہ ابن خورداذبہ متوفی ۹۱۲ء نے ۲۳۶ھ میں سلسلہ رسائل مسالک و ممالک جغرافیہ میں کتاب لکھی۔ اس سے ابن الفقیہ و

[۱] ابن خلکان۔

ابن حوقل نے اپنی تصانیف میں بڑا کام لیا ہے۔

حیاتیات ابو عثمان عمرو ابن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ ساکن بصرہ متوکل کا ہمعصر تھا، اس نے ایک نہایت ضخیم اور اہم کتاب .... "کتاب الحیوان تصنیف کی جس میں جانوروں کی کشمکش حیات پر بحث کی ہے۔ اس نے جانوروں کے براز خشک سے کشید کر کے امونیا بنایا کتاب الامصار۔ البیان والتبین، کتاب الامثال وغیرہ بہت سی تصانیف ہیں

کتب خانہ متوکل کو کتابوں کا زیادہ شوق نہ تھا، البتہ شاہی کتب خانہ جو مامون کے عہد میں قائم ہوا تھا اس کو تلف نہیں ہونے دیا اسکو ابن ابی الحریش جلد ساز مامونی کی ہاتھ کی بنی ہوئی کتابوں کی بہت حفاظت منظور تھی۔

فتح بن خاقان وزیر متوکل نے عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا اس کا مہتمم علی بن یحیٰی منجم تھا۔ اس زمانہ میں یہ کتب خانہ بے نظیر کہلاتا تھا بغداد اور سامرا کے علماء اور امراء کے کتب خانے بھی تھے مگر فتح بن خاقان کا کتب خانہ سب سے بڑا اور اہم تھا۔ محمد بن عبدالملک وزیر واثق باللہ جو کتابوں کی نقل و کتابت اور ترجمے پر دس ہزار روپے ماہوار خرچ کیا کرتا تھا، اس سے بہت زیادہ فتح بن خاقان اپنے کتب خانے پر صرف کرتا تھا۔"

بیت الحکمت متوکل نے بھی ترجمہ کے کام اور تصنیف و تالیف کے شعبے پر بے حد توجہ کی۔ اپنے طبیب حنین بن اسحاق

کو بیت الحکمت کا افسر مقرر کیا اور بہت سے زبان داں اور فصیح و بلیغ مترجم اس کی ماتحتی میں دیئے یہ مترجمین ترجمہ کرتے اور حنین ان کو اصلاح کی غرض سے دیکھتا اور درست کرتا۔

متوکل نے حنین کی بے انتہا قدر دانی کی۔ ایوانات شاہی میں سے تین محل اس کی رہائش کے لئے خالی کر دیئے اور ان کو ہر قسم کے رہائشی سامان سے سجوا کر شاہی کتب خانہ بھی وہیں رکھوا دیا۔ پندرہ ہزار ماہوار اس کی تنخواہ مقرر تھی [۱]

علمائے معاصرین ابو ثور ابراہیم بن منذر خرامی۔ اسحاق بن راہویہ۔ اسحاق بن ندیم موصلی مفتی اردو ح مغری زہیر بن حرب سلیمان الشاذکونی۔ ابو مسعود العسکری، ابو جعفر نفیلی، دیک شاعر۔ عبد الملک بن حبیب امام مالکیہ، عبد العزیز بن یحی شاگرد امام شافعی۔ عبید اللہ بن عمرو تواری، علی بن المدینی، محمد بن عبد اللہ ابن نمیر یحییٰ بن معین، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن یحییٰ، یوسف الازرق المقری بشر بن الولید الکندی المالکی۔ جعفر بن حرب بن مکابر ابن کلاب المتکلم حارث محاسبی، حرملہ شاگرد امام شافعی، ابن سکیب۔ احمد بن منیع، ابو تراب النخشبی ابو عمر الدوری المقری، دعبل شاعر، ابو عثمان لمازنی نحوی [۲]

محدثین و فقہا ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ بلخی شیخ الکبل محدث فقیہ امام ابو یوسف کی صحبت سے فیضیاب ہوئے

[۱] وسائل شبلی ص ۲۵۳ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۷

والیٔ بلخ آپ کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن اکثم امروزی، فقیہ و محدث، حدیث امام محمد ابن المبارک اور سفیان سے سنی ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا

ہلال بن یحییٰ بن مسلم فقیہ و محدث زفر سے فقہ حاصل کی اور ابو عوانہ سے حدیث سنی۔ ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

خالد بن یوسف بن خالد اسمتی فقیہ، محدث ۲۴۵ھ میں وصال ہوا۔

اسحاق بن بہلول فقیہ، حافظ، محدث شاگرد حسن بن زیاد ۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ (مقدمہ فتاوی ہندیہ)

ملوک طاہریہ

طاہر[1] بن حسین قاتل خلیفہ امین خراسان پر دولت طاہریہ کا بانی ہے جس کا تفصیلی حال پہلے آچکا ہے۔ طاہر کے بعد طلحہ بن طاہر، علی بن طلحہ عبداللہ بن طاہر، طاہر بن عبداللہ۔ محمد بن طاہر بن عبداللہ پے درپے یہ پانچ والی خلفاء کے حکم سے مقرر ہوئے، یہ حکمران خلفاء کے مطیع رہے محمد بن طاہر کو حسن بن زید علوی سے بہت تکلیف پہونچی آخر میں یعقوب بن لیث بانی دولت صفاریہ سے مقابلہ ہوا اور ملوک طاہریہ کا اس پر خاتمہ ہوگیا،

---

[1] طاہر بن حسین کا باپ مصعب بن زریق تھا جو سلیمان بن کثیر خزاعی کا کاتب تھا وکان بلیغاً فی کلامہ حسین کا انتقال ہوا تو مامون جنازہ میں شریک ہوا۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۳۷)

دولتِ طاہرہ میں جہاں تہور و شجاعت اور مردانگی کے جوہر تھے وہاں علم سے بھی لگاؤ تھا، خراسان میں جہاں بدعت کا زور تھا وہاں اشاعتِ حدیث کا بھی زبردست انتظام تھا۔

ابن رافع قشیری حافظ حدیث نے اپنے مکان پر حدیث کا درس شروع کیا۔ طلبہ کے علاوہ خراسان کے امیر نامور طاہر کی اولاد بھی مع خدم و حشم حاضرِ درس ہوئی، شیخ کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکرانے کی مجال نہ تھی[1]

دولت طاہریہ کے زمانہ میں خراسان میں کثرت سے درسگاہیں قائم ہوئیں، جہاں سے بڑے بڑے اصحابِ فن پیدا ہوئے۔

دولت صفاریہ

یعقوب بن لیث صفاری ابتدا میں ایک مزدور تھا، پھر لٹیروں کی جماعت کا سردار بن گیا۔ اور اپنے ساتھی درہم بن حسین کو دھتا بتا کر رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا خراسان۔ کابل، بلخ، طبرستان کے علاقوں پر چھا گیا۔ محمد بن طاہر کو قید اور اس کے مدمقابل حسن بن زید علوی کو شکست دی، یہ معتمد کا عہد تھا، پھر یعقوب نے فارس پر قبضہ جمایا، خلیفہ نے یہ رنگ دیکھ کر فارس اور خراسان کی ولایت (گورنری) خوشی سے یعقوب کو دینا چاہی، لیکن اس کو تو تاجِ خلافت کی دھن تھی، یہ کب مانتا تھا، یہ پہلی لڑائی میں خلیفہ کے بھائی

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، علامہ ذہبی جلد ۲ ص ۹۳

موفق نے کسی حیلہ سے یعقوب کو بھگایا۔ اور جب یعقوب نے دوبارہ طیاری کے ساتھ چڑھائی کی تو دردِ قولنج نے اسے فرصت نہیں دی، یعقوب بڑا مستقل مزاج اور بہادر تھا، زندہ رہتا تو خلافت خطرہ میں رہتی۔

خلیفہ معتمد کا ایلچی جب فارس اور خراسان کی ولایت کا پروانہ لے کر صلح کا پیغام لایا تو اس نے سامنے تلوار، نان خشک اور پیاز رکھ کر کہا کہ میں تلوار سے سلطنت لوں گا۔ خلیفہ کا مطیع ہونا مجھے منظور نہیں ہے اور تلوار نے میری مدد نہ کی تو سوکھی روٹی اور ایک پیاز کی گھٹی بھی مجھے بہت ہے۔

یعقوب کے انتقال کے بعد اس کے بھائی عمر بن لیث نے خود خلیفہ کی خدمت میں اظہارِ اطاعت کا خط بھیجا، وہاں سے عراقِ عجم، فارس اور خراسان کی حکومت اس کو عطا ہوئی۔ اس کے خاندان میں طاہر بن محمد، لیث بن علی، عمرو بن یعقوب خلف بن احمد یکے بعد دیگرے سیستان کے حاکم ہوئے۔ سامانیوں سے مقابلہ رہا۔ آخرش یہ دونوں خاندان تباہ ہوئے، اس طرح دولتِ صفاریہ اور سامانیہ کا ایک ساتھ خاتمہ ہو گیا[1]

دولتِ ہباریہ

قبیلۂ قریش کی ایک شاخ بنی اسد میں ایک شخص ہبار بن اسود

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۰۶۰ درمروج الذہب ج ۷، ص ۴۵ و ابن خلکان ج ۲، ص ۳۱۹

جو ۸ھ میں مسلمان ہوا تھا، اس کی اولاد میں منذر بن زبیر سندھ کے والی حکم بن عوانہ متوفی ۱۲۱ھ کے ساتھ سندھ پہونچا اور وہیں اقامت پذیر ہوگیا۔ عمر بن عبدالعزیز اس کے سبط تھے، عبدالعزیز کے بعد عبداللہ حاکم منصورہ بنا۔ یہ تخت نشینی کے بعد بڑا لائق ثابت ہوا، امن و امان کے قیام کے ساتھ اسنے بڑا رعب قائم کیا، اس کا وزیر ریاح تھا، اس کے دو لڑکے محمد اور علی تھے، ایک کو قاضی مقرر کیا جو آل ابی شوارب کے خاندان سے تھا پھر عبدالرحمن بن علی حاکم ہوگیا، ان پر اسماعیلیوں کا غلبہ ہوگیا۔ ۴۰۱ھ میں محمود نے ملتان پر قبضہ کیا تو منصورہ پر اس کا تسلط ہوگیا اور اس طرح ہباری خاندان ختم ہوگیا[1]

---

[1] مروج الذہب ج ۷، ص ۳۷۷ ۔

محمد بن جعفر الملقب بہ منتصر باللہ

نام ونسب محمد منتصر بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید، والدہ کا نام حبشیہ تھا، ام ولد یقال حبشیہ[1] منتصر سنہ ۲۲۲ھ میں پیدا ہوا۔

بیعت خلافت سنہ ۲۳۵ھ میں متوکل نے اس کے لئے ولیعہدی کا فرمان لکھا تھا، متوکل کے قتل کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں اس کو ترکوں نے تخت خلافت پر بٹھایا۔ وصیف اور دوسرے ترکی امراء نے اس کے ہاتھ پر ۴؍شوال سنہ ۲۴۰ھ مطابق ۱۱؍دسمبر سنہ ۸۶۱ء میں بیعت کی[2] دوسرے دن منتصر کے سوتیلے بھائیوں معتز اور ابراہیم مؤید نے بیعت کی، اس کے بعد تمام عمائد سلطنت سے بیعت لی گئی۔

عام وقائع تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد منتصر نے جعفریہ کو جسے متوکل نے بے شمار دولت صرف کرکے بنوایا تھا۔ کھدوا ڈالا یہاں کی کل آبادی اپنی پرانی جگہ پر واپس کر دی گئی۔

ابوالعمود شاری کا خروج منتصر کو تخت نشین ہوئے کچھ عرصہ گزرا تھا کہ یمن میں بوارنج اور موصل میں ابوالعمود شاری نے بغاوت بپا کر دی، قبیلہ ربیعہ اور کرد بھی اس بغاوت میں شریک ہو گئے اس وجہ سے ابوالعمود طاقتور ہو گیا۔ منتصر نے سیما ترکی سردار کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا، اس نے چند مقابلے کئے بالآخر ابوالعمود گرفتار ہوا

---

[1] یعقوبی جلد ا ص ۱۷۔ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۶

اور منتصر کی خدمت میں بھیجدیا گیا، منتصر نے اطاعت کا عہد لے کر اس کو آزاد کر دیا[1]

فتوحات ۲۳۷ھ میں امیر عبداللہ بن عباس مجاہد اعظم، عباس کے انتقال کے بعد امیر صقلیہ ہوا، اس نے جبل بن مالک ارمینن، اور مشارعہ متعدد قلعے فتح کئے، پانچ ماہ بعد ۲۴۸ھ میں عبداللہ کی جگہ خفاجہ بن سفیان امیر مقرر ہوا، اس نے اپنے لڑکے محمود کو سرقوسہ روانہ کیا، اس نے سرقوسہ کو تاخت کیا مگر قبضہ نہ کر سکا، لوٹ آیا[2]

وزارت منتصر نے عبیداللہ خاقان کو معزول کر کے احمد بن خصیب، کو جو اس کا کاتب تھا، وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

منصب قضا جعفر بن عبدالواحد ہاشمی کو منصب قضا پر مقرر کیا[3]

ترکوں کا اقتدار متوکل کے قتل کے بعد سے ترکی امرا اور فوج خودسر ہو گئی تھی، ان کی ہیبت سے خود خلیفہ لرزہ براندام تھا۔ وصیف اور بغا نے اس سے کہا کہ اپنے دونوں بھائیوں کو ولی عہدی سے معزول کر دو۔ چنانچہ منتصر کے کہتے ہی مؤید نے اس کو فوراً منظور کر لیا۔ بعد کو معتز نے بھی دست برداری لکھدی ورنہ ان کی جان کا خطرہ تھا۔

وزیر احمد بن خصیب ترکی جنرل امیر وصیف سے مخاصمت رکھتا

[1] مروج الذہب ج ۷، ص ۲۰۹ [2] ابن اثیر ج ۷، ص ۲۳ [3] تنبیہ الاشراف ص ۲۵۸

تھا، اس نے منتصر سے کہہ سنکر اس کو آمادہ کیا کہ وصیف دار الخلافہ سے علیحدہ رہے۔ چنانچہ منتصر نے وصیف سے ایک دن کہا۔ قیصر روم سرحد پر حملہ کرنا چاہتا ہے، آپ جائیں یا میں اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوں چنانچہ وصیف نے کہا۔ نمکخوار جانے کو تیار ہے، چنانچہ وزیر خصیف نے جملہ سامان کا انتظام کر دیا اور امیر وصیف سرحد روانہ ہوگیا۔[1]

صفات منتصر منتصر حلیم، عفیف، با مروت تھا اور اس کا حسنِ خلق بڑھا ہوا تھا، متوکل نے شیعوں پر جو قیود عائد کر دیئے تھے، منتصر نے ان کو یک قلم اٹھا دیا، تمام علویوں کے وظائف جاری کر دیئے اور اوقاف واگذاشت کر دیئے گئے۔ باغ فدک عطا کر دیا اور کربلا کی ... زیارت کی اجازت دے دی۔[2]

علامہ سیوطی کا بیان ہے

"منتصر نے رعیت میں عدل و انصاف پھیلایا اور لوگ باوجود اس کی ہیبت کے اس کی طرف مائل ہوگئے کیوں کہ وہ سخی اور حلیم الطبع تھا"[3]

منتصر بارعب تھا، ہر وقت باخبر رہا کرتا تھا۔ مگر نہایت مُمسِک واقع ہوا تھا۔ مال و زر کی اتنی حفاظت کرتا تھا کہ لوگ اسے بخیل کہا کرتے تھے۔[4]

حلیہ قد میانہ، حسین چہرہ گندمی رنگ، نہایت جسیم وسیم اور

---

[1] طبری جلد ۱۲ ص ۱۴۸۰ [2] التنبیہ الاشراف ص ۲۵۸ [3] تاریخ کامل ج ۷ ص ۴۴ [4] فوات الوفیات ج ۲ ص ۱۸۴ [5] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۸ -

رعب و داب رکھتا تھا۔

واقعۂ عبرت منتصر نے اپنے باپ کے خزانہ سے کچھ فرش نکلوائے اوران کو ایک مکان میں بھجوایا۔ ایک فرش کے وسط میں ایک دائرہ بنا ہوا تھا۔ اوراس میں ایک سوار کی تصویر جس کے سر پر تاج تھا۔ بنی ہوئی تھی اسکے چاروں کناروں پر فارسی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک فارسی خواں کو خلیفہ نے بلوایا۔ وہ پڑھ کر کچھ چپ سا ہو گیا منتصر نے پوچھا کیا لکھا ہے؟ اس نے کہا! کہ اس کے کچھ معنی میری سمجھ میں نہیں آئے، مگر خلیفہ اصرار کرتا رہا مجبور ہو کر اسنے کہا کہ یہ لکھا ہے کہ میں شیرویہ بن کسریٰ بن ہرمز ہوں میں نے اپنے باپ کو قتل کیا لیکن مجھے چھ ماہ سے زیادہ سلطنت کرنا نصیب نہ ہوا۔

یہ سنکر منتصر کا رنگ فق ہو گیا اور اس فرش کو جلا دینے کا حکم دیا۔[1]

باپ کے قتل کا غم منتصر ترکوں کا ہمنوا ہو کر باپ کو قتل کرا چکا۔ مگر اسکو اس واقعہ کا غم بہت تھا۔ شب و روز باپ کے لئے رویا کرتا، اس غم میں چھ ماہ میں گھل گھل کر سوکھ گیا، ادھر باپ کے قاتلوں سے انتقام بھی لینا چاہتا تھا، ترک اس کے انداز کو سمجھ گئے مسعودی کا بیان ہے کہ ایک دن منتصر قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ بغا صغیر کو ترکوں کے غول میں آتے دیکھا۔ منتصر نے اسے دیکھ کر فضل بن ماموں سے کہا۔ اگر میں والد کے بدلہ میں ان کو قتل نہ کر دوں اوران کی جماعت

---

[1] تاریخ الخلفا، ص ۹۰۔

کو منتشر نہ کر دوں تو خدا مجھے قتل کر دے، ترکوں کو اس کا علم ہو گیا
چنانچہ سب سردار اس کی جان کے لاگو ہو گئے [1]

وفات منتصر مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ امرائے ترک نے اس کے طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار اشرفی دے کر مسموم آلہ سے فصد دلوا دی جس کی سمیّت کے اثر سے یہ جانبر نہ ہو سکا [2]
منتصر کا سامرا میں ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ کو انتقال ہوا، احمد بن محمد بن معتصم نے نماز جنازہ پڑھا کر یہیں دفن کر دیا [3] وفات کیوقت پچیس سال چھ ماہ کی عمر تھی، مدتِ خلافت چھ مہینے دو دن ہے۔

---

[1] مروج الذہب ج ۷ ص ۳۰۱۔

[2] تاریخ الخلفاء ص ۳۶۵۔

[3] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۷، ص ۳۸۔

مستعین باللہ ابوالعباس احمد عباسی

نام ونسب ابوالعباس احمد ملقب مستعین بن محمد بن معتصم بن ہارون الرشید اس کی والدہ کا نام مخارق صقلوی تھا، ولادت سنہ ۲۲۱ھ میں ہوئی۔

بیعتِ خلافت منتصر کی وفات کے بعد موالی کا اجتماع ہوا۔ ان میں ممتاز ہستیاں بغا کبیر، بغا صغیر۔ اتامش ان تینوں نے اتراک مغاربہ اور اشروشنیہ کے امراء سے حق انتخاب خلیفہ لے کر موسیٰ بن شاکر منجم کی رائے سے احمد بن محمد معتصم کو خلیفہ تجویز کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی، لقب مستعین باللہ رکھا گیا۔ مستعین ۵ ربیع الثانی سنہ ۲۴۸ھ کو تختِ خلافت پر رونق افروز ہوا[1]۔ وزیر احمد بن خصیب برقرار رہا۔

علویین زیدیہ جماعت میں سے یحییٰ بن عمر جو بغداد میں مقید تھے آزاد ہو گئے۔ انہوں نے اپنی جماعت کو فراہم کیا اور دعوائے خلافت کر بیٹھے۔ اور کوفہ کو بلا مزاحمت تصرف میں لائے، امیر بغداد محمد بن عبداللہ بن طاہر نے ان کے مقابلہ کے لئے حسن بن ابراہیم بن مصعب کو فوج دے کر بھیجا۔ وہ کوفے سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہوا۔ زیدیہ نے یحییٰ کو مشورہ دیا کہ امیر حسن سے اس کے قیام گاہ پر ہی نبٹ لیا جائے، اور

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۱۸۔

کوفہ سے اسے بڑھنے ہی نہ دیا جائے، چنانچہ یحییٰ اصول جنگ سے ناواقف کوفے سے نکل کر شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لئے چلے رات بھر چل کر ۱۳؍ رجب ۲۵۰ھ کی صبح کو امیر حسن کے مقابل آئے، اس کی فوج تازہ دم تھی اور زیدیہ درماندہ تھے پہلے ہی جھڑپ میں منہ کی کھا گئے، یحییٰ گھوڑے سے نیچے آرہے، اور مقتول ہوئے، ان کا سر محمد بن عبداللہ امیر بغداد کے پاس بھیجدیا گیا۔ اس نے سامرہ روانہ کیا وہاں باب عامہ پر لٹکایا گیا، محبانِ اہل بیت میں شورش پیدا ہوئی، اس وجہ سے اس کو بغداد واپس کیا گیا، وہاں لٹکایا تو وہاں بھی یہی صورت پیش آئی اس لئے دفن کردیا گیا۔ مستعین کے زمانہ میں علوئین کے ہواخواہ بڑھ گئے تھے اور بنی عباس سے پہلا انس کم ہورہا تھا۔[1]

طبرستان میں دولت علویہ حسن بن زید علوی نے طبرستان کو زیر نگین کرلیا۔ یہ ۳۷ سال فرماں روا رہا ۲۸۷ھ میں قتل ہوا۔ اور حسن بن علی اس کا قائم مقام ہوا۔ حسن نے حکومت قائم کی تھی جو ۳۱۶ھ تک اس کے خاندان میں رہی۔

رومی سرحد ملک کی اندرونی حالت کمزور ہونے سے سرحد پر رومیوں نے فتنہ کھڑا کر رکھا تھا۔ وہاں عمر بن عبداللہ اقطع اور علی بن یحییٰ ارمنی دو امیر تھے جن کے تہور اور شجاعت کی دھاک رومیوں کے قلوب پر مستولی تھی۔ عمر نے ملطیہ پر چڑھائی کی وہاں شہید ہو گئے۔

[1] ابن خلدون ج ۷ ص ۲۱۶۔

رومیوں نے میدان صاف دیکھ کر جزیرہ کے حدود تک قدم بڑھایا، علی بن یحییٰ مقابل آئے، مگران کے ساتھ قلیل جماعت تھی بالآخر چار سو مسلمانوں کی ہمراہی میں جامِ شہادت نوش کیا۔ رومیوں نے اب بے خوف وخطر ہوکر اسلامی علاقہ کی تاخت وتاراج شروع کردی، مستعین میں اب دم نہ رہا تھا کہ وہ کسی سردار سے کہتا کہ سرحدی فتنہ کا سدّ باب کرے۔

نظم مملکت | ملک کے انتظام میں بہت کچھ خرابی پیدا ہوچکی تھی جاہل ترک ملکی انتظام میں دخیل ہوکر اس کو بگاڑ رہے تھے وزارت پر بھی انہی کا تسلط تھا۔ ان کی مرضی کو انتخابِ وزیر میں زیادہ دخل تھا۔

وزراء | احمد بن خصیب، اتامش، ابو صالح عبداللہ بن محمد بن یزداد وزیرِ یاموں، محمد بن فضل جرجرائی، وزارت پر سرفراز کئے گئے۔

قضاۃ | منصبِ قضا پر حسن بن ابی الشوارب، موسیٰ کو ممتاز کیا گیا[1] احمد بن خصیب پہلے کاتب تھا۔ یہ کم سواد، کوتاہ نظر اور نہایت تند مزاج تھا، پہلے منتصر کا وزیر رہا۔ پھر علیحدہ کردیا گیا۔ پھر مستعین نے وزارت پر ممتاز کیا، مگر ترکی امراء اس سے ناراض ہوگئے ۲۴۸ھ میں اس کو گرفتار کرکے جزیرہ اقریطش بھیجدیا اور اس کے لڑکے کا مال اور اسباب ضبط کرلیا گیا[2]

وزیراعظم | اتامش ترکی امراء میں سے تھا یہ جب وزیراعظم بنایا گیا اس کا

---

[1] تنبیہ واشراف ص ۲۶۰۔ [2] یعقوبی جلد ۱ ص ۲۱۸۔

کاتب "شجاع" تھا۔ مستعین کی والدہ مخارق جس کا کاتب سعید بن سلمہ نصرانی تھا اور شاہک خادم قصر خلافت کا داروغہ اور خزانچی۔ یہ تینوں اتامش ترک سے ساز باز کر گئے جو رقم خزانہ میں آتی وہ حصہ رسد تقسیم ہو جاتی کچھ رقم رہ جاتی وہ مستعین کے صاحبزادے عباس کے اتالیق دلیل بن یعقوب نصرانی کے قبضہ میں چلی جاتی۔[1]

۲۴۸ھ طاہر بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان فوت ہوا

وقائع وصیف اور بغا جو کسی زمانہ میں سیاہ و سپید کے مالک تھے یہ رنگ دیکھ کر اتامش سے ناراض ہو گئے، انہوں نے ترکی امراء کو بھڑکا دیا، ۱۲ ربیع الثانی ۲۴۹ھ میں انہوں نے اپنے ترکی سپاہیوں سے اتامش کو جو قصرِ خلافت میں پناہ گیر ہوا تھا، قتل کرا دیا۔

ابو صالح نے چاہا کہ محاصل کے حسابات منضبط کر کے سلطنت کے مالیہ کو درست کرے۔ بغا صغیر کو یہ انتظام پسند نہ آیا وہ برہم ہو گیا ابو صالح جان بچا کر شعبان ۲۴۹ھ میں بغداد چلا گیا۔ صرف ۳ ماہ فرائض وزارت انجام دیئے۔

محمد بن فضل اس نے منصب وزارت پر مامور ہو کر بجائے وزیر کے کاتب کا عہدہ اپنے لیے رکھا اور ترکوں کی مرضی پر چلتا رہا۔

مستعین کی معزولی اتامش وزیر کے قتل کے بعد باغر ترکی جس نے متوکل کو قتل کیا تھا، اس نے

---

[1] یعقوبی جلد ۱ ص ۲۱۸۔

دیکھا کہ بغا کبیر اور وصیف امور خلافت پر حاوی ہیں اور خود کو کچھ اختیار نہیں۔ اس نے ایک جماعت ترکوں کی لے کر مستعین اور بغا اور وصیف کو قتل کرنے کی تدبیر کی۔ اس سازش کی خبر مستعین کو لگ گئی، اسنے وصیف کو مطلع کیا اس نے باغر کو قتل کرا دیا، اس کے ساتھی خلیفہ اور وصیف سے باغی ہو گئے اور کچھ عرصہ سامرا میں شورش بپا رہی مستعین کے قتل کئے جانے کے ڈر سے بغا اور وصیف اس کو بغداد لے گئے۔ امیر بغداد محمد بن عبداللہ بن طاہر کے محل میں لے جا کر رکھا خلیفہ کے جاتے ہی شورش پسندوں نے معتز کو قید خانہ سے نکالکر خلیفہ اور موئد کو ولیعہد بنایا۔ مستعین سامرا کے امراء کو اور معتز بغداد کے امراء کو خطوط لکھ کر اپنی اپنی طرف مائل کرنے لگے۔

محمد بن عبداللہ نے بغداد کی فصیل پر فوجیں متعین کر دیں اور سامرا کے راستے روک دئیے۔ تاکہ سامان رسد وہاں نہ پہنچ سکے۔ معتز نے سامرا میں عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بغداد کو تسخیر کرنے کے لئے اپنے بھائی ابو احمد بن متوکل اور ترکی امیر کلبا تکین کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں اور مقام عکبرا میں خیمہ زن ہو کر محرم ۲۵۱ھ میں بغدادی فوجوں پر حملہ کرتے ہوئے، صفر کو دونوں سردار فصیل بغداد تک پہونچ گئے۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی، محمد بن عبداللہ جان لڑا رہا تھا، عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر متوکل نے امرائے فوج سے کہا کیوں مستعین کے لئے جان دیتے ہو یہ منافق ہے۔ محمد بن عبداللہ

نے کنارہ کشی اختیار کی، اہل بغداد بھی جماعت سے دست کش ہو گئے
مستعین یہ رنگ دیکھ کر خلافت سے دست بردار ہونے کو تیار ہو گیا۔
۱۰ ذی الحجہ ۲۵۱ھ میں محمد بن عبداللہ قاضیوں اور فقیہوں کو لے کر اس کے
پاس گیا۔ مستعین نے کہا۔ میں محمد بن عبداللہ کو اپنا مجاز بناتا ہوں، جو
فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہے، محمد بن عبداللہ نے معتز کو مستعین کی
جان بخشی کے لئے لکھا، اس نے منظور کر لیا۔ ۴ محرم کو معتز کی خلافت کی
بیعت ہوئی، مستعین نے رداء اور مہر خلافت اس کے حوالہ کر دی۔ مستعین
کو واسط روانہ کر دیا اور اس کے آرام و آسایش کا حکومت کی طرف سے
انتظام کر دیا گیا[1] احمد بن طولون اس کا نگراں تھا اور اس کو سیر و شکار
کی اجازت تھی۔

مستعین کا قتل
کچھ عرصہ بعد سُرّ مَن رائے کے ایک مقام قادسیہ
میں روز چہار شنبہ ۳ شوال ۲۵۱ھ کو حاجب سعید
کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی ۳ سال
نو مہینہ اور اٹھارہ دن حکومت کی[2]

حلیہ
نہایت لحیم شحیم اور خوبصورت تھا۔ ڈاڑھی سیاہ تھی چہرہ
پر چیچک کے داغ تھے زبان میں لکنت تھی[3]

اوصاف
مستعین نرم مزاج مگر لایعنی باتوں کی اتباع میں سخت
مطلق العنان تھا، خوف سے اس کو ہاں کہے لائے

[1] ابن خلدون ج ۷، ص ۲۳۲ [2] تنبیہ و اشراف ص ۲۵۹ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹

پڑے رہتے تھے۔ اسی خوف اور بے اطمینانی کے باعث اپنے دارالحکومت اور مرکزِ عزت سے راہِ گریز اختیار کی اور امورِ سلطنت کے بار سے ... سبکدوش ہو گیا[1]

علامہ سیوطی کا بیان ہے۔

"مستعین نہایت نیک، فاضل، ادیب اور فصیح و بلیغ شخص تھا[2] لیکن فہم و شعور اور عقل و دانش کے لحاظ سے نہایت معمولی خلیفہ تھا[3]

علمائے معاصرین | عبد بن حُمَید، ابو طاہر بن سرح، حارث بن مسکین، اعقری ابو حاتم سجستانی۔ جاحظ۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۵۹ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹ [3] الفخری ص ۲۲

معتز ابو عبد اللہ

نام و نسب ابو عبد اللہ معتز باللہ بن متوکل کی پیدائش ۲۳۱ھ میں ہوئی اسکی ماں کا نام قبحیہ تھا جو ام ولد تھی[1]

تعلیم و تربیت علی بن حرب سے علوم رسمیہ کی تحصیل کی[2]

وزارت معتز نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے وزارت کو سنبھالا ابوالفضل جعفر بن محمود اسکافی کو ترکوں کے دباؤ سے وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا، مگر یہ علم وادب سے ناآشنا تھا۔ صرف زرپاشی سے امرار کو خوش رکھتا تھا، معتز کو پسند نہ تھا، جن ترکی امراء کو فائدہ نہ پہونچا وہ بھی ناراض ہو گئے۔ اس لئے ابوالفضل کو علیحدہ ہونا پڑا۔ اس کے بعد عیسیٰ بن فرخانشاہ کو وزارت پر سرفراز کیا، مگر ترکوں کی کش مکش سے زیادہ عرصہ تک وہ بھی وزیر نہ رہ سکا علیحدہ کر دیا گیا، احمد بن اسرائیل جو علم وکتابت میں لائق و فائق تھا اور معتز کا قدیمی کارپرداز رہ چکا تھا۔ عہدہ وزارت پر سرفراز کیا گیا۔

علوئین معتز کے زمانہ میں علی ہادی بن محمد جواد نے جو شیعوں کے دسویں امام ہیں سامرا میں وصال فرمایا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے حسن عسکری امام ہوئے۔ امام کا علم و فضل میں بڑا پایہ تھا۔ آپ نے

---

[1] یعقوبی ج ۱ ص ۲۳ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۹ -

ایک تفسیر قرآن بھی لکھی تھی[1]

زید نے طبرستان میں حکومت قایم کر لی تھی اور بغداد و عراق کے شیعوں سے خط و کتابت کر رہے تھے وہ پکڑ لیئے گئے۔ معتز نے ان لوگوں کو سامرا بلا کر زیر نگرانی رکھا کوئی زجر و توبیخ نہیں کی۔

وصیف و بغا کی معزولی ترکی امراء کے مشورہ سے وصیف و بغا کو مستعین کی معاونت کے جرم میں معزول کر دیا۔ پھر سفارش پر بحال کر دیا۔ جاگیریں جو ضبط کر لی گئی تھیں وہ واپس کر دی گئیں اور انکو اپنے اپنے مناصب پر بحال کیا۔

نائب سلطنت جس سال معتز تخت نشین ہوا۔ اسی سال اشناس مر گیا جس کو واثق نے نائب سلطنت بنایا تھا، اس نے پچاس ہزار دینار چھوڑے تھے جو بحق حکومت ضبط کئے گئے اور علی بن محمد بن عبداللہ بن طاہر کو خلعت نیابت سلطنت عطا کیا اور اس کے دو تلواریں کمر میں باندھیں، کچھ عرصہ بعد اس کو بھی معزول کیا اور اپنے بھائی ابو احمد کو نائب سلطنت بنایا، اس کے سر پر چاندی کا تاج رکھا اور جواہرات کا طرہ لگایا اور دو تلواریں اس کے بھی باندھیں پھر اس کو بھی معزول کر کے نقش شرابی کو نائب بنایا اور اس کو تاج شاہی پہنایا گیا۔ اس نے ایک سال بعد بغاوت کی مگر قتل کر دیا گیا، اور اس کا سر معتز کے پاس بھیج دیا گیا[2]

---

[1] فہرست ابن ندیم [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۰

مغاربہ اور ترک معتصم باللہ کے عہد سے مغاربہ کی ایک فوج باقی رہ گئی تھی۔ اس میں باہم چل گئی اور ان کے سردار محمد بن عون کے یہاں چھپ گئے، ترکوں نے ان سرداروں میں سے محمد بن ارشد اور نصیر بن سعید کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالا اور ابن عون کو خلیفہ کی سفارش سے جلاوطن کر دیا[1]

حالات مساور خارجی موصل کی گورنری پر عقبہ بن محمد خزاعی تھا اور پولیس افسر حسین بن بُکیَر تھا، مساور بن عبد اللہ بن مساور بجلی خارجی بوارج میں رہتا تھا، اس کے لڑکے حوثرہ کو حسین نے پکڑ لیا، اس نے باپ کو لکھا کہ افسر پولیس میرے ساتھ فعل بد کرتا ہے مساور نے خوارج کو جمع کیا اور موصل پر حملہ بول دیا۔ عقبہ بن محمد والی موصل سے زوردار مقابلہ رہا، ۲۵۲ھ میں ایوب بن عمر بن خطاب تغلبی گورنر موصل بنایا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے حسن کو نائب کیا اور حمدون بن حرث، محمد بن عبداللہ کو مع فوج کے مساور کے مقابلہ کے لئے بھیجا، مگر اس کو ہزیمت اٹھانا پڑی، ۲۵۵ھ میں عبداللہ بن سلیمان کو گورنر موصل کیا۔ اس کو بھی مساور نے شکست دی، موصل پر قبضہ جمایا اور نماز جمعہ ادا کی، مگر ۲۵۶ھ میں اس کی جماعت میں سے عبید بن زہیر عمری نے اس کی مخالفت شروع کر دی، مگر کچھ بگاڑ نہ سکا۔ ۲۵۵ھ سے ۲۵۷ھ تک مساور نے عراق کے اکثر بلاد پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ بن بغا ایک

---

[1] ابن خلدون جلد ۷، ص ۲۳۸۔

عظیم الشان لشکر لے کر اس کے مقابل آیا، مگر بغیر لڑے واپس چلا گیا۔[1]

اوصاف معتز عیش و نشاط میں ہر وقت ڈوبا رہتا تھا، اس میں خوبیاں کم، برائیاں زیادہ تھیں۔ مگر فصیح، بلیغ اور زبان آور خطیب تھا تدبیر رائے سے بے بہرہ تھا۔ اس کی ماں قبیحہ اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات انجام دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہر شخص کو امور مملکت میں تغلب و تصرف کا موقعہ ہاتھ آجاتا تھا اور معتز یوں ہی دیکھا کرتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کارہائے سلطنت میں لوگوں کی نظروں سے بالکل اتر گیا۔ مگر خود مزاج میں امامت اور نفاست کی شان رکھتا تھا معتز نے اپنی سواری کے ساز کو خالص طلائی بنوایا تھا۔[2]

حلیہ رنگ گورا، چہرہ حسین، کالے بال، خوبصورت آنکھیں، اتنا حسین تھا کہ اسکے حسن و جمال کی نظیر تمام خلفا میں نہیں ملتی۔

خلع خلافت معتز ترکوں کے مقابلہ میں بہت ضعیف تھا، ان لوگوں نے جمع ہو کر امیرالمومنین سے کہا کہ ہمیں کچھ دلوایئے کہ ہم صالح بن وصیف کو ٹھکانے لگا دیں، کیونکہ صالح سے معتز خوفزدہ رہتا تھا اور ترکوں کی مانگ کو اپنی ماں سے روپیہ لے کر پورا کرنا چاہتا تھا مگر ماں نے صاف انکار کر دیا۔ یہاں خزانہ شاہی خالی تھا۔ عسکری ... ترکوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جاتیں اس لئے مجبوراً معتز نے مناسب سمجھا کہ خلع خلافت کر کے اپنی آبرو اور جان بچالے ترک بھی رضامند

[1] تنبیہ و اشراف ص ۲۶۱ [2] تاریخ الخلفا ص ۳۴۹

ہو گئے اور انہوں نے صالح بن وصیف اور محمد بن بغار علی الحسن بن مخلد ذکواں صالح، علی احمد بن اسرائیل کاتب وزیر کو ہمنوا بنالیا، دارالخلافہ میں ہتھیار بند ترک گھس آئے اور معتز کو بلا بھیجا۔ معتز نے کہا، میں نے دوا پی ہے اور کمزور ہوں اس لئے باہر محل سے نہیں آسکتا، اس پر ترک ... برافروختہ ہو گئے اور محل میں گھس کر اس کی ٹانگ گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔ پھر زدوکوب کیا۔ گرمی کے دن تھے اس کو دھوپ میں کھڑا کردیا ذلیل کرکے کہا خلع کیوں نہیں کرتا اور قاضی ابن ابو شوارب کو بلالائے اور اس سے خلع خلافت کرالیا۔ پھر ترک بغداد سے سامرا پہنچے، محمد بن واثق وہاں تھا، معتز نے خلافت اس کے سپرد کردی۔ اور خود اس سے بیعت کرلی۔

آخری زمانہ معتز کا آخری زمانہ ترکوں کی وجہ سے بے حد کلفت سے گزر رہا تھا، جو قلمرو اس کے زیر نگیں تھے اس میں سے کٹ کر نئی حکومتیں بن گئی تھیں، ۲۵۴ھ میں طولونیہ ایک اور جدید حکومت کی بنا پڑی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

وفات بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک معتز کو پکڑ کر حمام میں لے گئے یہاں غسل کرایا، اس کو پیاس لگی تو پانی نہ دیا اور وہاں سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلادیا جس کے پیتے ہی معتز کا دم نکل گیا، یہ واقعہ ۲ رشعبان ۲۵۵ھ کا ہے[1]

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۶۹ و ابن اثیر ج ۷، ص ۶۸ - ۶۹

اس کی نماز جنازہ مہتدی نے پڑھائی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔[1]
معتز کی ماں بیٹے کے مرنے کے بعد صالح بن وصیف سے ملی اور ایک کروڑ تیس لاکھ دینار اور ایک چانڈانی جس میں بیش قیمت زمرد لگے ہوئے تھے نذر کئے۔ ابن وصیف نے کہا پچاس ہزار دینار کی بدولت اپنے بیٹے کو قتل کرا ڈالا۔ لہٰذا تم اب مکہ میں رہ کر عبادت کرو اور اسنے اس کو مکہ معظمہ بھیج دیا وہاں وہ ۲۶۴ھ میں مرگئی۔[2]

ناکام حکمرانی معتز بغا کے خوف سے تمام عمر لرزہ بر اندام رہا، اسکا زمانہ شورشوں اور انقلابات میں گذرا، اسکو انتظامِ سلطنت کا موقع نصیب ہی نہ ہوا۔ عباسی حکومت کا ایک حصہ دولتِ صفاریہ کی شکل میں رونما ہوا۔ اس کے سوا طبرستان پر زیدیوں کا قبضہ وتصرف ہو گیا تھا۔

معاصرین سری سقطی ہارون بن سعید الایلی۔ دارمی مصنف مسند دارمی؛ العتبی مصنف مسائل العتبیہ[3]

---

[1] یعقوبی جلد ۱ ص ۲۲۶ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۰ [3] ایضاً

دولتِ علویین اور دعوتِ آلِ محمدؐ

حضرت امام حسین کے بعد دعوتِ آل محمد کا سلسلہ بنو فاطمہ اور علویوں
کی طرف سے شروع ہوا۔ جس میں حضرت زید، نفس ذکیہ وغیرہ مدعی
خلافت ہوئے، ان کی مساعی، جانبازی اور جان نثاری کا بنو عباس
نے اپنی حسن قابلیت اور حسنِ تدبیر سے پھل پایا، تمام ممالک اسلامیہ میں
ان کا سکہ چل گیا، جیسا کہ اس سے پہلے بنو امیہ کی حکومت کا چراغ
جل رہا تھا، اس زمانہ میں بنو امیہ کا بچہ بچہ اس جرم میں کہ وہ خاندان
خلافت کا آیندہ ایک ممبر ہوگا۔ قتل ہو رہا تھا۔ ہاشم بن عبدالملک کی
اولاد میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام اس عام خونریزی سے بکمال
بے کسی و بے سروسامانی اپنی جان بچا کر بھاگا جس کی تفصیل ہماری تالیفِ
"خلافتِ ہسپانیہ" میں ہے، غرض عبدالرحمٰن دریا کو عبور کر کے اندلس
(ہسپانیہ) پہنچا۔ حکمرانی کی بو دماغ سے نہ گئی تھی چنانچہ اندلس کو عبدالرحمٰن
بن یوسف فہری کے قبضہ سے نکال کر خود حکمرانی کرنے لگا ایک برس خلیفہ
سفاح کا خطبہ اندلس کی مساجد میں پڑھا گیا۔ پھر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے
لگا، اس دن سے اندلس کو دولتِ اسلامیہ سے جس کے مالک بنو عباس ہو گئے
تھے علیحدہ ہو گئے پھر عہد خلیفہ ہادی ۱۹۲ھ میں علی بن حسن کا واقعہ پیش آیا

اور ان کے سرگردہ حسین بن علی بن حسن مثنیٰ مع ایک گروہ کے جو انکے خاندان کے افراد تھے قتل کر ڈالے گئے از انجملہ ادریس بن عبداللہ بن حسن مغرب اقصےٰ کی جانب چلے گئے اور بربریوں میں اپنی دعوتِ آل محمد کی آڑ لے کر حکومت کی بنیاد ڈالی جس کا تفصیلی تذکرہ "خلافت ہسپانیہ" میں آچکا ہے اس طرح سے مغرب کا علاقہ بھی بنو عباس کے دائرۂ حکومت سے باہر ہوگیا اور وہاں ان کی ادریسی حکومت مستقل قایم ہوگئی، پھر جس وقت متوکل مارا گیا۔ اس وقت سے خلافتِ عباسیہ اور ضعیف ہوگئی اور ہر چہار طرف سے گورنرانِ صوبجات اسلامیہ کی خود مختاری کی صدائیں آنے لگیں۔ حکمرانی کی مشین کے پرزے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ بغداد میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ علویہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاکر بلاد اسلامیہ میں دعوتِ آل محمد کا نقارہ بجادیا۔ چنانچہ المعتضد باللہ عباسی کے عہد میں ابوعبداللہ شیعی نے ۲۸۶ھ میں افریقیہ پہونچ کے عبیداللہ المہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق کی خلافت کی دعوت دی اور ان لوگوں سے عبیداللہ المہدی کی خلافت کی بیعت لی اور افریقیہ کو بنو اغلب کے قبضہ سے نکال کر اس پر اور مغرب اقصےٰ مصر اور شام پر متصرف ہوگیا۔ اس طرح ان تمام صوبجات نے خلفاء بنو عباس کے اقتدار سے نکل کر ایک جدید دولت کی صورت اختیار کر لی جو دو سو ستر برس تک قایم رہی[1] عہدِ مستعین میں علویہ میں حسن بن زید داعی نے

[1] ابن خلدون جلد ۷ کتاب ثانی ص ۲۰۴۔

طبرستان میں ظہور کیا۔ معتز کے عہد میں اسمٰعیل بن یوسف علوی نے مکہ میں خروج کیا اور حج کے موقع پر ۱۶ سو حاجیوں کو قتل کر ڈالا۔ محمد بن جعفر کوفے میں اٹھے لیکن مزاحم بن خاقان نے ان پر قابو پا لیا[1]

اطروش علوی

۳۰۱ھ میں بنو حسین میں سے اطروش نے دولت و حکومت کا پتھر رکھا۔ پھر بنو علی میں سے عمر داعی طالقان کی حکومت زمانۂ مقتدر میں قایم ہوئی۔ یمن میں ۱۹۹ھ میں یحییٰ بن الحسین بن القاسم بن ابراہیم طباطبا کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے دعوتِ زیدیہ کا آغاز کیا۔ اور دولتِ علویہ زیدیہ قایم کی طباطبائی نے ۲۰۸ھ میں انتقال کیا[2]

صیعدہ، صنعار اور بلادِ یمن پر متصرف ہو گئے، اطرافِ بحرین اور عمان میں قرط کا ظہور ہوا۔ یہ کوفہ سے ۲۷۹ھ عہد معتضد میں وارد بحرین ہوئے اور بصرہ اور کوفہ پر متصرف ہو گئے۔ پھر بحرین پر اکتفا کر کے حکومت قایم کر لی، بنو سامان ۲۶۱ھ میں ان کی دعوت دیتے رہے جن کی حکومت چوتھی صدی کے آخر تک قایم رہی۔ ان کے تفصیلی حالات اس تاریخ میں آگے تحریر ہیں۔

---

[1] طبری جلد ۱۲ ص ۱۶۹۴ [2] دائرۃ المعارف بستانی جلد ۱۱ ص ۱۹۱

دولتِ زیدیہ

حسن بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی کرم اللہ وجہ اپنے زمانہ کے اتقیائے وقت میں سے تھے، رے، میں قیام تھا۔ کلا اور سالوس کے رئیس محمد و جعفر پسران رستم نے حسن بن زید کو مدعو کیا اور ان سے بیعت کی، سلیمان بن عبداللہ بن طاہر ان دنوں طبرستان کا عامل تھا، کلا و سالوس اس کے زیر اثر تھے، پسران رستم نے سلیمان کے تمام کارندے نکال باہر کئے اور کل صوبہ پر قبضہ جمالیا۔

مستعین نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کو دیلم کے متصل حدودِ طبرستان میں کلا اور سالوس دو مقامات بصلہ مہم یحییٰ بن عمر جاگیر میں دیئے تھے ان پر بھی حسن بن زید کا قبضہ ہو گیا۔ حسن کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے تو اس نے "امل" کی طرف رخ کیا۔ محمد بن اوس مقابلہ کے لئے آیا مگر ہزیمت کھا کر بھاگا، پھر شہر ساریہ مسکن سلیمان بن عبداللہ پر چڑھائی کی، وہ تاب مقابلہ نہ لا سکا پھر "رے" بھی اس کے قبضہ و تصرف میں آگیا۔ مستعین نے یہ رنگ دیکھ کر وصیف ترکی کو بھیجا کہ وہ ہمدان پہونچ کر اس سیلاب کو روکے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

حسن بن زید نے ایک قطعہ دولتِ طاہریہ کا اور ایک قطعہ خلافت عباسیہ

کا فتح کرکے اپنی حکومت قایم کرلی۔ جن میں دیلم اور طبرستان کے کوہستانی سلسلہ شامل تھے۔

۱	حسن بن زید بانی حکومت	۲۵۰ تا ۲۷۰ھ
۲	محمد بن زید قایم بالحق	۲۷۹ھ
۳	کچھ عرصہ سامانی قابض رہے۔	
۴	حسن اطروش بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن امام زین العابدین۔	۳۰۴ھ
۵	حسن بن قاسم	۳۵۵ھ

اس طرح دولتِ زیدیہ ایک صدی تک قایم رہی، بنی سامان نے محمد بن زید کو قتل کرکے ۳۲ سال قبضہ رکھا۔ حسن اطروش نے اس سے لڑکر اپنا ملک واپس لے لیا، پھر ایک جنگ میں وہ شہید ہوئے تو حسن بن قاسم نے عنان حکومت سنبھالی، مگر اولاد اطروش برسرِ پیکار رہی، آخر یہ حکومت زیدیوں کے ہاتھ سے ۳۵۵ھ میں نکل گئی [۱]

---

[۱] ابن اثیر و مسعودی جلد ۷، ص ۳۰۳۔

دولتِ طولونیہ

مصر میں دولت طولونیہ کا قیام

معتز کے عہد ہی میں مصر میں دولت طولونیہ قایم ہو گئی تھی

معتز نے بابکیال ترکی کو مصر کا گورنر کیا۔ اس نے احمد بن طولون[1] کو اپنا نائب بنا کر معہ فوج مصر بھیجا۔ احمد بن طولون رمضان ۲۵۴ھ میں مصر پہونچا

---

[1] احمد بن طولون کا باپ طولون ترکی غلام تھا اس کو ۲۰۰ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے مامون کیخدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ ۲۲۰ھ میں سامرا میں انکے یہاں احمد پیدا ہوا، طولون ۲۴۰ھ میں فوت ہوگیا، احمد کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی۔ علم حدیث سے اسکو لگاؤ تھا، طرطوس کے محدثین سے سماعِ حدیث کیا۔ صلحا و اخیار کی صحبت اسکو بہت مرغوب تھی ابن خلکان کا بیان ہے۔

کان احمد عادلاً جواداً شجاعاً متواضعاً حسن السیرۃ صادق الفراسۃ یباشر الامور بنفسہ ویعمر البلاد ویتفقد احوال الرعایا ویحب اھل العلم وکانت لہ مائدۃ یحضرھا کل یوم الخاص والعام

احمد میں عدل پروری، فیاضی، شجاعت و بہادری حسن سیرت، فراست تمام اوصاف جمع تھے وہ جملہ فرائض بذات خود انجام دیتا تھا، رعایا کے حالات معلوم کرتا تھا، شہروں کو بساتا تھا اور اہل علم کو بہت دوست

---

[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۱ و مقریزی ج ۲ ص ۱۰۵ [3] ابن خلکان جلد ۱ ص ۵۵۔

اس وقت یہاں کے حاکم خراج ابن مدبر کا مصر میں سکہ جما ہوا تھا، ابن طولون نے انکا رنگ کچھ دنوں میں اکھاڑ پھینکا، خلیفہ مہتدی کے زمانہ میں اسکندریہ کی حکومت بھی اس سے متعلق ہو گئی۔ اس سے اس کی قوت اور عظمت وشکوہ میں اضافہ ہو گیا۔ ماجور سابق عامل مصر کی لڑکی اسکو منسوب تھی مصر میں اسنے اس قدر شوکت حاصل کر لی کہ مساجد کے ممبروں پر خلیفہ اور ماجور کے بعد احمد بن طولون کا نام خطبوں میں شامل کر لیا گیا۔

بقیہ نوٹ :۔

وکان له الف دینار فی کل شهر للصدقة — رکھتا تھا، اسکا دستر خوان عوام وخواص ہر ایک کیلئے وسیع تھا، ایک ہزار دینار روزانہ خیرات کرتا تھا[1]

بعد تحصیل علوم دینی احمد سامرا میں سرکاری عہدہ پر ممتاز ہو گیا، کچھ عرصہ بعد اسنے عباس وزیر عبیداللہ بن یحیٰی سے طرطوس کا تبادلہ کرایا۔ مستعین اسپر بہت مہربان تھا جب مستعین قید کیا گیا یہ نگراں بنا۔ معتز کی ماں قبیحہ نے اس کو انعام کا لالچ دیکر مستعین کو قتل کرانا چاہا، یہ اپنی جگہ احمد بن محمد کو مقرر کر کے الگ ہو گیا۔ معتمد کے عہد ۲۵۸ھ میں مصر کا مستقل والی بن گیا وہاں کے لوگ اسکے حسن انتظام اور پسندیدہ اخلاق کیوجہ سے بہت خوش تھے ابن طولون ۲۷۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کے خاندان میں ۲۹۲ھ تک حکومت رہی پانچ امیر ہوئے، احمد بن طولون (۲۵۴ھ - ۲۷۰) خمارویہ بن احمد (۲۸۲) جیش بن خمارویہ (۲۸۳ھ) شیبان بن احمد طولون (۲۹۳ھ) یہ حکمران دولت عباسیہ کے ماتحت تھے، احمد کی یادگار جامع طولونیہ ہے۔

[1] وفیات الاعیان جلد اول ص ۵۴ سے ۱۵ ابن خلکان ج ۱ ص ۵۵ سے طبری جلد ۱۱ ص ۱۰۴

مہتدی باللہ

نام و نسب المہتدی باللہ (خلیفۃ الصالح) محمد ابو محمد اسحاق بن ہارون واثق بن معتصم بن ہارون الرشید، ایک ام ولد وردہ نامی کے بطن سے اپنے دادا کے خلافت کے زمانہ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوا، مگر یعقوبی لکھتا ہے وامہ ام ولد یقال لہا قرب[1]

بیعت خلافت ۲۵۵ھ میں لوگوں نے اس سے بیعت کی، مگر بغداد میں جب پولیس افسر سلیمان بن عبداللہ نے شاہی رکن امیر الدین احمد کو بیعت کے لئے بلایا، اہل بغداد (بھڑک گئے) اتنے میں امیر یاجوج تیس ہزار اشرفیاں لے کر گیا، مگر شورش کو بڑھتا دیکھ کر بردان آکر ٹھہرا اور روپیہ سامرا سے منگا کر بغدادیوں پر تقسیم کیا۔ جب کہیں لوگوں نے بیعت کی۔

عام وقائع تختِ خلافت پر متمکن ہو کر سب سے پہلے اس نے لہو ولعب کے انسداد پر توجہ کی۔ گانے بجانے حرام کر دیئے اور عاملانِ سلطانی کو حکم بھیجا کہ کوئی شخص ظلم نہ کرنے پائے اور ہر عامل عدل و انصاف کو پیش نظر رکھے، حکومت کے جس قدر دفاتر تھے ان کو

[1] یعقوبی ج ۱ ص ۲۲۷ -

سختی سے جانچا کرتا۔ اور ان کا انتظام معقول کیا۔ خود اجلاس کیا کرتا۔ اور منشیوں کو سامنے بٹھا کر حساب کتاب کراتا۔ جعفر بن محمود جو شیعی عقیدہ رکھتا تھا۔ اس کو سُرّ من رائے سے بغداد بھیج دیا۔ اس کی حرکتوں سے مہتدی کو سخت نفرت تھی۔[1] مہتدی کی دینداری کا اثر عوام اور فوج پر بھی پڑا۔

وزارت مہتدی باللہ نے محمود بن جعفر اسکافی کو وزارت کے عہدہ پر ممتاز کیا مگر وہ اس کی مرضی کے موافق نہ تھا۔ اس کو علیحدہ کر کے سلیمان بن وہب بن سعید کو سرفراز کیا۔

سلیمان کا خاندان امیر معاویہ کے زمانہ سے کتابت میں ناموَر چلا آتا تھا۔

سعید آل برمک کا ایک زمانہ تک کاتب خصوصی رہ چکا تھا، وہب جعفر بن یحییٰ اور ذوالریاستین کے یہاں کاتب رہا تھا، سلیمان ۱۴ سال کے سن میں مامون کے دفتر میں ملازم ہوا تھا۔ اس کے بعد امیر ایتاخ ترک اور امیر شناس کا کاتب رہا۔ یہ شخص انشا پردازی اور ادب میں بے مثل اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھا۔

منصب قضا منصب قضا پر حسن بن محمد ابی شوارب کو ممتاز کیا۔

حجابت صالح بن وصیف۔ موسیٰ بن بغا، عبداللہ بن دکین عہدہ حجابت پر مامور ہوئے۔[2]

مگر خلافت عباسیہ کا نظام مملکت بہت بگڑ چکا تھا۔ اس لئے مہتدی

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱۔ [2] التنبیہ والاشراف ص ۳۶۳۔

اپنی سعی میں ناکام رہا۔ ایوانِ حکومت میں خود غرض امراء کا مجمع تھا انہیں ذاتی مفاد کے سوا حکومت کی فلاح و بہبود سے دور کا بھی تعلق نہ تھا یہی وجہ ہوئی کہ اسے سلطنت اور جان دونوں خلافت کے بھینٹ دینی پڑی۔"

فتنہ مساور خارجی معتز کے زمانہ میں مساور کا فتنہ اور بڑھ چکا تھا۔ یہ ۲۵۵ھ میں موصل پر حملہ آور ہو کر عبداللہ بن سلیمان عامل موصل کو نکال کر خود قابض و متصرف ہو گیا پھر "حدیثہ" چلا گیا۔ اس زمانہ میں اس کی جماعت کے ایک رکن عبیدہ سے مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا اسنے اس کے مذہبی خیالات سے برا اثر لیا اور گمراہ سمجھ کر اس سے جُدا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر مساور کے مقابل آ گیا ادہر مساور نے عراق کی آمدنی دارالخلافہ جانے سے روک دی۔ حکومت نے موسیٰ بن بغا اور بابکیال کو اس کے استیصال کے لئے بھیجا۔ مگر وہ اس کے مقابل نہ آئے اور ہمت ہار کر لوٹ گئے[1] ابھی یہ فتنہ ختم نہ ہوا تھا کہ ایک اور فتنہ صاحب الزنج اٹھ کھڑا ہوا۔

فتنہ صاحب الزنج علی بن عبدالرحیم المعروف بہ صاحب الزنج قبیلہ عبد قیس کا معمولی آدمی تھا، ابتداء میں منتصر کے درباریوں کی مصاحبت کرتا تھا۔ دولت عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر اُسے بھی قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اسنے اپنے کو علوی رکن بتا کر بحرین جو شیعانِ علی کا مرکز تھا جا کر کہا کہ میرا نام علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۷ ۵۲ طبری۔

ابن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے[1] اور اسنے مظلوم حبشیوں کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ لاکھوں حبشی ان دنوں غلامی کی زندگی گذار رہے تھے۔ ان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا کوئی سردھرا تھا کہ ان کو حکمران طبقہ سے آزاد کرائے۔ صاحب الزنج ان کا قائد بنا۔ اور ان سے کہا کہ میں انکی آزادی کا ذمہ وار ہوں۔ اگر اُن کا کوئی آقا مزاحم ہوگا تو اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ اس نے اعلان کیا کہ ہر غلام حبشی اپنے آقا کو چھوڑ کر یہاں چلا آئے وہ آزاد ہے۔ چنانچہ اس تدبیر سے ہزارہا حبشی اس کے جھنڈے تلے آگئے۔ اس مناسبت سے صاحب الزنج مشہور ہوگیا۔

حبشیوں کی اس جماعت سے عراق میں قیامت بپا ہوگئی، یہ اپنے آقا اور ان کے اعزاء واقارب سے انتقام لیتے ہوئے مسلمانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے پھر تو جا بجا مظالم توڑنے شروع کردیئے جس سے دنیائے اسلام میں کھل بلی مچ گئی۔ بحرین بصرہ ایلہ اور کربلا میں صاحب الزنج نے آفت بپا کردی۔

لطف یہ تھا کہ دعوت تو آل محمد کی تھی، مگر عقائد خارجیوں کے رکھتا تھا اور کبھی عباسیت کا مدعی بنجاتا تھا۔[2]

حکومت کی جانب سے ابو ہلال ترکی چار ہزار کی جمعیت سے صاحب الزنج کے مقابلہ پر نہر ریاں پر آیا۔ مگر حبشیوں کی یلغار سے شکست کھا گیا۔ اس کے بعد ابو منصور ایک عظیم الشان لشکر لے کر زنگیوں (حبشیوں)

[1] ابو الفدا ج ۲ ص ۴۶ [2] مسعودی ج ۸ ص ۳۱۔

کی گوشمالی کو چلا۔ اس لشکر میں متطوعہ (والنیٹر) اور بلالیہ اور سعدیہ کی فوجیں بھی شریک تھیں۔ صاحب الزنج سے مقابلہ کیا مگر عسکر شاہی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ صاحب الزنج کو اس کامیابی سے اور جرأت بڑھ گئی، پھر وہ بصرہ کی طرف خود بڑھا۔ جعلان ترکی اہلِ بصرہ کی کمک پر سامرہ سے آیا۔ اسکو بھی غفلت میں زنگیوں نے لے ڈالا۔ پھر جماعت زنگی کامرانی حاصل کرتے ہوئے ایلہ پر حملہ آور ہوئی اور گورنر ابو الاحوص عبید اللہ بن حمید مع گروہ کثیر مارڈالا گیا۔ ایلہ میں آگ لگا دی یہ شہر جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ پھر زنگیوں نے "اہواز" کو جاکر لوٹا مہتدی کے بعد معتمد نے سعید بن صالح حاجب کو زنگیوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔

اسنے آتے ہی ان سیہ بخت زنگیوں کو سخت ہزیمت دے کر ہزارہا کی تعداد میں کاٹ ڈالا۔ ان کی قوت کو توڑ کے رکھدیا اور اُن کے پاس جو کچھ تھا وہ سب لوٹ لیا۔[۱]

موسیٰ بن بغا موسیٰ بن بغا "رے" سے "سُرّ من رائے" صالح بن وصیف کے قتل کے ارادے سے آیا۔ تاکہ اس سے معتز کے خون کا بدلہ لے، موسیٰ نے مہتدی سے باریابی کا اذن مانگا، خلیفہ اسوقت دارالعدل میں بیٹھا ہوا مقدمات فیصل کررہا تھا۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے خودسرانہ ترغہ کیا اور اس کو دارالعدل سے اٹھا کر ایک ٹٹو پر جبر یہ سوار کرایا اور دار ناجور میں لے جاکر تنہائی میں خلیفہ سے کہا امیرالمومنین آپ صالح کی طرفداری نہ کریں، مہتدی نے یہ رنگ دیکھکر

[۱] ابن خلدون ج ۷ ص ۲۷۳۔

حلف اٹھالیا تو موسیٰ نے معذرت کی اور بیعت بھی کر لی۔ مگر پھر صالح کے پیچھے موسیٰ اور مہتدی میں ٹھن گئی۔ یہاں تک کہ موسیٰ سے خلع خلافت کی گفتگو ہونے لگی اور اس درجہ بات بڑھ گئی کہ مہتدی نے تلوار نکال لی اور کہا۔

"موسیٰ مجھے تمہارا ارادہ معلوم ہو گیا ہے مجھے تم مستعین اور معتز کی طرح نہ سمجھنا۔ واللہ میں اس وقت غضب ناک ہوں اور اپنی جان سے مایوس ہو کر وصیت کر چکا ہوں۔ تلوار کا قبضہ جب تک میرے ہاتھ میں ہے بہت سوں کی جان لے کر مروں گا۔ آخر دین اسلام اور حیا بھی کوئی چیز ہے۔ خلفاء کی دشمنی اور خدا کے خلاف جرأت کرنی سخت باعثِ وبال ہے اور مجھے صالح کا ہرگز علم نہیں کہ وہ کہاں ہے"

یہ سنکر موسیٰ اور اس کے ساتھی خاموشی سے دربار سے اٹھ گئے[۱]

صالح کا قتل

صالح کی تلاشی میں موسیٰ نے اپنے آدمی لگا دیئے دس ہزار دینار پتہ لگانے والوں کے لئے مقرر کر دیئے گئے۔ صالح ایک گوشۂ مکان میں سو رہا تھا کہ غلاموں کی نظر پڑ گیا۔ انہوں نے موسیٰ کو مطلع کیا، اس کے آدمیوں نے جا کر صالح کو گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا۔ اور اس کا سر کاٹ کر شہر میں تشہیر کرایا، امراء

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲۔

کی خودسری کے اس واقعہ کا اثر مہتدی نے بہت کچھ لیا۔

موسیٰ "حسن" کی طرف روانہ ہوا تو مہتدی نے اس کے ایک ترک ساتھی باکیال کو لکھا کہ امیر موسیٰ اور دوسرے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے باکیال نے یہ خط بابِ خلافت کا آیا ہوا امیر موسیٰ کو دکھا دیا، وہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ پہلے باکیال کو دار الخلافہ بھیجا۔ پھر خود مہتدی کے قتل کا قصد کر کے وہیں سے لوٹا۔

وفات موسیٰ نے آکر مہتدی پر نرغہ بول دیا۔ اہلِ مغرب اور فرغانہ نے خلیفہ کی حمایت میں کسر نہ اٹھا رکھی اور خوب مقابلہ کیا۔ امرا کے ساتھیوں میں سے صرف ایک دن میں چار ہزار ترک قتل ہوئے۔ کئی روز لڑائی کے بعد خلیفہ کی فوج نے شکست کھائی اور خلیفہ دادِ شجاعت دیتا ہوا گرفتار ہوا۔ دشمنوں نے اس کے خصیتین دبا کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ رجب ۲۵۶ھ کا ہے[1] مہتدی نے صرف ۱۱ ماہ پندرہ دن فرائضِ خلافت انجام دیئے[2]

زوالِ سلطنت عباسیہ سلطنت کی خرابیاں اس درجہ پر پہنچ چکی تھیں کہ ان کی اصلاح مہتدی جیسے متقی اور سلیمان بن وہب فاضل وزیر سے نہیں ہو سکتی تھیں ترک اپنی جہالت سے ایسی حرکتیں کر رہے تھے کہ وقارِ خلافت عوام کے قلوب سے اٹھتا جا رہا تھا۔ عوام بھی ان کی سخت گیریاں جھیل جھیل کر بزدل بن گئے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱۔

تھے، جب مہتدی کو ترکوں نے نرغہ میں کر لیا تو باشندگان بغداد اس کے حفاظتِ جان کے لئے مسجدوں میں دعائیں کر رہے تھے خود کسی قسم کی معاونت نہیں کر سکتے تھے[1]

مہتدی کے زمانہ میں دولتِ عباسیہ کا ایک حصہ بھی علیحدہ ہو گیا اور دولتِ طولونیہ قائم ہو گئی۔

صفاتِ مہتدی یعقوبی لکھتا ہے۔ وظہرت من المہتدی سیرۃ حسنۃ و مذاہب محمودہ و جلس للمظالم بنفسہ و ناشر الامور بجسمہ ووقع فی القصص بخطہ و ابطل الملاہی و قدم اہل العلم[2]

مہتدی نہایت متقی تھا تہذیب و شائستگی۔ علم و فضل میں اور اعتدال و میانہ روی اور امانت داری و دینداری میں تمام مشہور خلفائے بنو عباس میں قریب قریب ویسا ہی تھا۔ احکامِ خدا کے اجراء میں سخت تھا۔ شجاع تھا، مگر اسکو مددگار نہ ملا۔

خطیب بغدادی لکھتا ہے "مہتدی خلیفہ ہونے کے وقت سے لے کر قتل ہونے تک روزہ رکھتا رہا۔ رکوع و سجود میں رات کا بڑا حصہ گذارتا تھا۔

زہد و ورع ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ رمضان میں شام کے وقت میں مہتدی کے پاس بیٹھا تھا۔ جب چلنے لگا تو مہتدی کہنے لگا۔ ہاشم بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر ہم نے افطار کیا اور نماز پڑھی، مہتدی نے کھانا مانگا تو ایک بید کی ڈلیا میں کھانا آیا، اس میں پتلی پتلی روٹیاں تھیں اور ایک برتن میں تھوڑا سا نمک، دوسرے میں سرکہ اور تیسرے میں زیتون کا تیل تھا

---

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲۷ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱۔

مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا۔ اور دل میں سوچا۔ کھانا اور بھی آتا ہوگا، مہتدی نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ کیا تمہارا روزہ نہ تھا۔ میں نے کہا تھا۔ پھر پوچھا کہ کیا کل روزہ نہ رکھو گے؟ میں نے عرض کیا رکھوں گا اور عرض کیا۔ امیر المومنین! یہ تو ماہِ رمضان ہے۔ خلیفہ بولا۔ پھر تو اچھی طرح سے کھاؤ اور امید یہ نہ رکھو کہ اور کھانا آئے گا، کیونکہ اس کے سوا اور میرے لئے کھانا نہیں ہے۔ یہ سنکر مجھے سخت تعجب ہوا۔ اور میں نے تعجب سے پوچھا کہ امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے۔ خدا نے آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں۔ مہتدی نے کہا۔ بات یہ ہے کہ بنو امیہ میں عمر بن عبد العزیز سا شخص پیدا ہوا اور بنی ہاشم میں نہ ہو۔ اس لئے میں نے یہ طور اختیار کیا ہے[1]۔

لباس صوف

مہتدی سادی وضع سے رہتا تھا۔ دربار میں لباس فاخرہ پہنتا۔ مگر مدتوں ایک جوڑا استعمال میں رہتا۔ ورنہ گھر میں صوف کا لباس پہنتا تھا، چنانچہ نفطویہ کا بیان ہے۔

"مہتدی کے پاس ایک جامدانی تھی، جس میں ایک کرتہ صوف کا اور ایک جوڑا کپڑا اوڑھنا تھا۔ مہتدی اس کو رات کو پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا[2]۔"

اسنے بنی عباس کا ایوان عیش و عشرت بدل کر بوریائے فقر محلات میں بچھا دیا۔ اس کی سادہ زندگی زہد کا نمونہ تھی۔

عدل و انصاف

مہتدی کی سیرت میں سب سے نمایاں اسکا عدل و انصاف

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲۔

اور اوامر و نواہی کا قیام ہے۔ اسنے عدل کے لئے ایک خاص عمارت.... قبتہ المظالم کے نام بنوائی تھی جہاں روزانہ بیٹھ کر عوام و خواص کی دادرسی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے اس کے لڑکے پر دعویٰ کیا مہتدی نے شہزادے کو عدالت میں طلب کیا اور مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعوے کی سماعت کی۔ شہزادے نے اقرار کرلیا۔ مہتدی نے اسوقت مدعی کا حق دلوا دیا۔

عبداللہ بن ابراہیم اسکافی نے تعریف کی۔ مہتدی بولا میں اس آیتِ قرآن پر عامل ہوں و نضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الخ اور بے اختیار رو پڑا[1]

علامہ فخری کا بیان ہے کہ مہتدی نے اپنے تمام متعلقین کو ظلم و تعدی سے حکماً روکدیا تھا[2]

علما کی قدردانی مہتدی کی علمی استعداد گو معمولی تھی۔ مگر شاہی علمی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ علوم دینی کا اثر اسلاف سے پایا تھا۔ علماء اور اہل کمال کی توقیر و منزلت بہت کرتا تھا۔ ایک علماء کی جماعت اس کے پاس رہتی، بڑے مرتبہ کے فقہا اس کے دربار سے منسلک تھے ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کیا کرتا[3]

اتباع سنت اتباع سنت کا بڑا لحاظ رکھتا تھا اپنے بزرگوں جنہوں نے عجمیوں کے مانند حکومت کی شان بنا رکھی تھی انکے

---

[1] تاریخ خطیب ج ۳ ص ۳۴۹ [2] مروج الذہب ج ۸ ص ۲۱ [3] ایضاً۔

خلیفہ معتمد علی اللہ

نام ولقب احمد بن جعفر متوکل نام تھا۔ کنیت ابو العباس تھی لقب معتمد علی اللہ تھا۔ ام ولد فتیان نامی خاتون کے بطن سے تھا۔[1]

تعلیم وتربیت شاہی خاندان میں تعلیم وتربیت ہوئی۔ اسکے اوائل عمری میں دار الخلافہ۔ علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا، معتمد پر بھی اثر پڑے بغیر نہ رہا۔

بیعت خلافت مہتدی کے عزل کے وقت معتمد "دصق" مقام میں قید تھا، ترکی امراء نے قید خانہ سے لاکر تخت خلافت پر بٹھایا۔ اس وقت معتمد کی عمر پچیس سال کی تھی۔

۱۶ رجب ۲۵۶ھ کو موسیٰ بن بغا و دیگر اعیان سلطنت نے بیعت کی اور المعتمد علی اللہ لقب سے ملقب کیا۔

وزارت عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی وزراء پر نظر ڈالی، عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصبِ وزارت تفویض کیا پھر حسن بن مخلد بن جراح سلیمان بن وہب ابو الصقر اسمٰعیل بن بلبل، ابو بکر بن صالح بن شیرزاد یکے بعد دیگرے وزارت پر وقتی ضرورت کے لحاظ سے سرفراز ہوتے رہے آخر

---

[1] یعقوبی جلد ۱ ص ۲۲۸ [2] التنبیہ والاشراف ص ۲۶۵۔

ہیں عبیداللہ بن سلیمان وزیر اعظم تھا۔

عامل مشرق معتمد نے اپنے بھائی موفق طلحہ کو مشرق کا عامل بنایا اور اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنا کر مصر و مغرب کا گورنر کیا اور اس کو مفوض الی اللہ سے خطاب فرمایا۔

قضاء منصب قضاء پر حسن بن محمد بن ابی الشوارب برقرار رکھے گئے آگے چل کر ان کے بھائی علی بن محمد کو اس عہدہ پر سرفراز کیا [۱]

حجابت اس منصب پر یا جوج ترکی۔ کیغلغ ترکی۔ حسن بن ترتناک۔ خطاہش یکیتمر فائز ہوتے رہے۔

طوائف الملوکی معتمد نے عنان حکومت اس وقت ہاتھ میں لی جبکہ قلمرو دولت بنی عباس میں ہر جگہ بدنظمی پھیلی ہوئی تھی آئے دن شورش اور ہنگامے ہوتے رہتے تھے، سجستان، کرمان، اور فارس پر دولت صفاریہ کا اقتدار تھا، خراسان سے بھی حکومت طاہریہ کا اقتدار صفاریہ کے غلبہ سے کمزور پڑتا جا رہا تھا، طبرستان اور جرجان وغیرہ پر دولت زیدیہ کا قبضہ تھا۔ ماوراءالنہر پر ایک نئی حکومت سامانیہ کے نام سے قائم ہو رہی تھی۔ شمالی افریقہ پر دولت اغالبہ کا قبضہ و تصرف تھا۔ بصرہ اور ابلہ اور کور دجلہ وغیرہ پر صاحب الزنج چھایا ہوا تھا۔

والی شام کی بغاوت دولت عباسیہ کے قلمرو کے ٹکڑے ہو چکے تھے جو ملک باقی تھے ان میں بھی آئے دن بغاوت ہوتی رہتی تھی شام میں عیسیٰ بن شیخ خلافت کی طرف سے والی تھا۔ اس نے موقع کی نزاکت

---

[۱] التنبیہ والاشراف ص ۳۶۵۔

سے فائدہ اٹھاکر شورش پر کمر باندھی، مہتدی کے وقت میں اس نے کچھ ہاتھ پیر نکالے تھے۔ مگر یہ فتنہ بڑھنے نہ پایا۔ معتمد کے زمانہ میں اس نے اپنی قوت کے بل بوتے پر سرکاری خراج بھیجنا بند کر دیا اور اس پر طرہ یہ کہ مصر سے جو خراج دار الخلافہ بھیجا گیا اس کو راستے میں روک لیا۔ معتمد تک عیسیٰ کی ... خودسری کی خبر پہونچی، اس نے دور بینی سے کام لیکر بجائے سرزنش کرنے کے آرمینیہ کے علاقہ کی حکومت اس کو اور عطا کر دی یہ طریقہ بڑھتی ہوئی شورش اور بغاوت کے خاتمہ کے لئے بہترین ثابت ہوا۔ عیسیٰ بن شیخ ان مراتم خسروانہ کو دیکھ کر خلیفہ سے عذر خواہ ہوا۔ اطاعت کا حلف اٹھایا اور بیعت کر لی۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر انحراف کیا۔

معتمد نے دمشق کا والی امیر اماجور ترکی کو کیا، یہ عیسیٰ کو ناگوار گذرا اس نے اپنے لڑکے منصور کو اماجور سے مقابلہ کرنے کو بھیجا۔ وہاں ایک پختہ کار ترک اور منصور نوعمر اور نوخیز کیا مقابلہ کرتا۔ آخر منصور اس معرکہ کے نظر ہوا۔ اس کے ساتھی تابِ مقابلہ نہ لا سکے اور یہ اماجور کے ہاتھ لگ گیا۔ اس نے منصور کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ سے عیسیٰ بن شیخ کے حوصلے پست ہو گئے، اور وہ بیٹے کے مرنے سے اس قدر دلگیر ہوا کہ اس نے شام کی ولایت چھوڑ دی اور ارمنیہ کا رخ اختیار کیا۔[1]

شورش صاحب الزنج

صاحب الزنج کا اقتدار معتمد کے عہد میں مہتدی کے زمانہ سے بھی بڑھ گیا، وہ عراق

---

[1] ابی الفدا جلد ۲ ص ۴۸۔

کے بڑے حصہ پر قابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ ۲۵۲ھ سے ۲۷۰ھ تک اس علاقہ کے مسلمانوں پر بلا روک ٹوک، من مانے مظالم توڑے، گو عباسی افواج سے مقابلے ہوئے، مگر اس کو ہر معرکہ میں کامیابی رہی۔ آخر خلافت کی فوج کے ہاتھوں زنگیوں کا سرغنہ بہبوذ نامی مارا گیا جو اپنے کو رسول کہتا تھا۔[1]

صاحب الزنج کا دوسرا ساتھی مہلبی تھا۔ اس نے محلہ مقبرہ "بنی یشکر" میں ایک منبر تیار کر کے جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھا۔ شیخین پر رحمت اور دوسرے اصحاب پر تبرّہ بھیجا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے اہلِ بصرہ کو تباہ و برباد کیا۔ اس کے خوف سے صدہا بصری جنگلوں میں جا چھپے۔ بصریوں کی جان و مال کے علاوہ عزت و آبرو بھی اس کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی، اس نے سادات کی خواتین کو لونڈیاں بنایا اور نیلام کیا۔ پندرہ سال تک مسلسل ظلم کئے۔ صرف مہلبی نے ۱۵ لاکھ مسلمان قتل کئے یہاں تک کہ موفق خود عساکرِ عباسیہ کی کمان لے کر میدان میں آ گیا اور اپنے تہور و شجاعت سے زنگیوں کی ایسی خبر لی کہ ہزارہا مارے گئے۔ آخر کار موفق نے ۲۷۰ھ میں صاحب الزنج کا خاتمہ کر کے خلق اللہ کو اس کے ظلم سے نجات دلائی۔[2] مورخین کا بیان ہے کہ اس نے اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے ایک کروڑ مسلمان تلوار کے گھاٹ اتارے۔[3] موفق (برادر معتمد) نے اس مہم کو سر کر کے بلاد اسلامیہ میں زنگیوں کی واپسی اور امن دینے کا اعلان کر دیا۔ چند دنوں تک امن و امان قایم کرنے اور انتظام کے خیال سے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۳ [2] طبری و ابن اثیر و ابن خلدون ج ۷، ص ۲۹۶ تا ۳۶۰ [3] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۴

موفقیہ میں مقیم رہا۔ بصرہ، ایلہ اور کور دجلہ کی حکومت محمد بن حماد کو عنایت کی اور اپنے بیٹے ابو العباس کو جس نے زنگیوں کے مقابلہ میں دادِ شجاعت دی تھی۔ بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ ابو العباس ۱۵ رجمادی الثانی ۲۷۰ھ کو داخلِ بغداد ہوا۔ اہل بغداد نے بڑی خوشی منائی۔ سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔[1]

واقعاتِ احمد بن طولون

۲۶۴ھ میں موفق ابن طولون کے خلاف ہوگیا اور اس کو مصر سے معزول کر دینے کی دھمکی دی، اسپر ابن طولون نے، جو مصر میں صاحبِ اقتدار بن چکا تھا۔ نائب سلطنت کو سخت جواب دیا۔ موسیٰ بن بغا کی ماتحتی میں موفق نے لشکر بھیجا۔ رُقہ میں پہنچکر رسد کی کمی سے ابن بغا کو لوٹنا پڑا۔ مگر معتمد نے رنگ دیکھ کر موفق کی مرضی کے خلاف ابن طولون کو طرسوس کی ولایت کا فرمان لکھ کر بھیجدیا۔ کیونکہ وہاں آئے دن رومی حملے ہوتے رہتے تھے۔ ابن طولون نے خلافت کے فرمان کے بموجب سرحد کے علاقہ میں جاکر اس کو بالکل محفوظ کر دیا۔ رومی ابن طولون کے نام سے خوفزدہ رہنے لگے۔ اب طولون کی توجہ ملحقہ ملکوں کی طرف منعطف ہوئی۔ چنانچہ اس نے ۲۶۴ھ میں سارے ملک شام پر قبضہ کر لیا اور پوری طرح متصرف ہوگیا۔ اب دولتِ طولونیہ برقہ سے فرات تک وسیع ہوگئی۔ معتمد کے پاس صرف عراق کے صوبے رہ گئے جہاں شورشوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔

---

[1] ابن خلدون جلد ۷ ص ۳۶۰۔

موفق صاحب الزنج کے فتنہ کے سدِ باب میں لگا ہوا تھا، ابن طولون نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی فوج کو بڑھایا اور سلطنت طولونیہ کو قوی کیا اس کے علاوہ خلیفہ کو تحفے و تحائف کثرت سے روانہ کئے اور استدعا کی کہ مصر آجائیے۔ معتمد موفق کے اقتدار سے گھبرا چکا تھا وہ سامرا سے روانہ ہوا لیکن موفق کو بصرہ میں اس کی روانگی کا علم ہو گیا، اس نے ناقہ سوار کے ہاتھ حاکم موصل کو خط لکھا کہ خلیفہ کو سرحد سے باہر نہ جانے دے، چنانچہ اس نے معتمد کو سمجھا بجھا کر روک لیا اور سامرا کی طرف باحترام واکرام واپس کیا، موفق کو ابن طولون کی اس حرکت سے بے حد بیزاری پیدا ہو گئی۔ اور اس نے معتمد سے اسپر لعنت بھیجنے کا حکم آئمہ مساجد کے نام لکھوایا۔

شورشِ سرحد اندرونی خلفشار کی وجہ سے سرحد پر شورش اٹھ کھڑی ہوئی رومی مسلمانوں کے علاقہ میں لوٹ، مار کرتے رہے ۲۶۳ھ میں رومیوں نے قلعہ لولو پر جوان کے لئے سب سے بڑی حدبندی تھی قبضہ کر لیا۔ اور اسلامی لشکر جو حفاظتِ سرحد پر تھا۔ اس پر آئے دن حملہ کرتے رہتے، یہی وجہ تھی کہ خلیفہ نے ابن طولون کو اس طرف کا والی بنایا۔ چنانچہ طرسوس پر ابن طولون نے بقوت قبضہ کر کے رومیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو پسپا کر دیا، بلکہ فوجیں تیار کر کے رومی ملکوں پر چڑھائی کر دی، اور اکثر رومی شہروں کو تاخت و تاراج کر دیا جس سے ابن طولون کی ہیبت و جلالتِ شان رومیوں کے قلوب پر چھا گئی۔

۲۶۵ھ میں رومیوں نے اس علاقہ کو چھوڑ کے دیارِ ربیعہ کی سرحد پر

غارت گری شروع کر دی اور بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے، عبداللہ بن رشید بھی گرفتار ہو گئے، مگر قیصر روم نے عبداللہ کو چھوڑ دیا، اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ میں بھیجے۔

واقعات صقلیہ ۲۶۶ھ میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ ناکامی کے ساتھ سسلی لوٹ گئے۔ پھر دیارِ ربیعہ پر رومیوں نے تاخت کی۔ ۲۷۰ھ میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرسوس پر حملہ آور ہوئے تو ابن طولون کے غلام مازیار نے ایسا مقابلہ کیا کہ ستر ہزار رومی مارے گئے رئیس البطارقہ مقتول ہوا۔ اور بے شمار مال غنیمت عسکرِ اسلامی کے ہاتھ آیا۔

امیر صقلیہ جعفر بن محمد نے بحری و بری فوج سے سرقوسہ فتح کر لیا جس سے کچھ عرصہ کے لئے سرحدی بغاوت کے خطرہ کا سدِّباب ہو گیا۔ قسطنطنیہ سے جنگی بیڑا آیا تو اس کو بھی شکست فاش دی۔[1]

احوال علویین معتمد کے زمانہ میں اثنا عشریہ کے گیارہویں امام ابو محمد حسن عسکری نے ۲۶۰ھ میں وصال فرمایا اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کی وفات پر شیعوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ امامت کا سلسلہ ان کی ذات پر منقطع ہو گیا اب کوئی امام دنیا میں نہیں ہے۔ بعض کا کہنا یہ تھا کہ ان کے بھائی جعفر امام وقت ہیں لیکن زیادہ تر افراد ان کے بیٹے محمد عسکری کو امام تسلیم کرتے ہیں

---

[1] ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۳۷۔

جو اپنی والدہ کے سامنے ایک سرداب سُرمن رائے (تہ خانہ) میں داخل ہوئے اور باہر نہ نکلے یہی امام مہدی (امام منتظر اور امام قائم) کے نام سے مشہور ہیں۔

گو شیعوں میں امام جعفر صادق کے بعد سے ہی اختلاف شروع ہو گیا تھا۔ ان کے سات بیٹے تھے عبداللہ، اقطع، محمد، موسیٰ۔ اسمٰعیل وغیرہ بعض شیعوں نے عبداللہ اقطع کو امامت کے منصب پر فائز کیا کسی نے محمد کو امام قرار دیا۔ ایک جماعت شیعہ اسمٰعیل کی امامت کی قائل ہوئی جو آگے چل کر اسمٰعیلی کہلائے۔ غرض کہ امامت کا مسئلہ شیعوں میں متفق علیہ نہیں ہے

اسمٰعیلیہ اسمٰعیلیہ اور امامیہ مبدا تشیع میں باہم متفق اس صورت سے ہیں کہ دین میں رائے کو دخل نہیں بلکہ تحفظِ شرع کے لئے ایک امام معصوم کا وجود ضروری ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے لے کر امام جعفر صادق تک چھ اماموں کی امامت پر شیعوں کی تمام جماعتیں متفق ہیں، ان جماعتوں میں دو سر گروہ ہیں، امامیہ و اسمٰعیلیہ، بقیہ ان کی ... شاخیں ہیں۔ گروہِ امامیہ نے موسیٰ کاظم سے امام حسن عسکری تک سلسلہ قائم کر رکھا ہے اور امام قائم کے منتظر ہیں اور اسمٰعیلیہ نے اسمٰعیل کی اولاد میں امامت مختص کر دی ہے۔

اسمٰعیلیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا ظہور کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی وہ مستور بھی ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کے حال سے آگاہی نہیں ہوتی۔ مگر جب یہ صورت پیش آئے تو اس کا کوئی نائب ظاہر ہو گا جو خلق اللہ پر

حجت ہوگا اور دعوت و تبلیغ کے منصب پر قایم ہوگا۔ ان کے ائمہ پر تفصیلی بحث خلافت بنو فاطمہ میں کی جائے گی۔

باطنیہ | اسمٰعیلیوں کی ایک شاخ ہے جو معتمد کے عہد کی پیداوار ہے امام حسن عسکری کے بعد اسمٰعیلی داعیوں نے اپنی تعلیمات کو جن کا زیادہ حصہ مخفی رکھا جاتا تھا اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی اور نہایت صبر و استقلال اور نرمی سے اپنے خیالات کی خاص خاص لوگوں میں تبلیغ کی اس وجہ سے اس جماعت کو باطنیہ کہنے لگے۔ زیادہ تر ان کے پھندے میں نو مسلم مجوسی پھنسے، یہ لوگ ظاہراً مسلمان تھے، باطن میں اپنے قدیمی عقائد کے قائل تھے، مجوسیوں میں دیصانیہ اور مانیہ خیالات کے لوگ زیادہ تھے باطنیہ جماعت میں ان لوگوں نے شامل ہو کر اپنے عقائد کی خوب تبلیغ کی اور باطنیہ کے پردے میں گمراہی کا دروازہ اسلام میں کھولدیا، گو عہد خلافت اسلامیہ میں نو مسلم مجوسیوں نے فتنے اٹھائے تھے، اور برمکی وزرا ان کے دام میں پھنس گئے تھے، مگر ان کو مہدی اور ہادی نے کیفر کردار کو پہنچا دیا تھا جس کا تفصیلی حال پہلے آچکا ہے۔

باطنیہ میں سب سے بڑا شخص عبد اللہ بن میمون بن قدح دیصانی تھا، یہ اسلام لانے کے بعد داعیِ نبوت ہوا۔ پہلے عسکر مکرم میں مقیم ہوا وہاں سے نکالا گیا۔ پھر بصرہ میں بنی عقیل کے پاس رہا۔ اس کے بعد حمص (شام) چلا گیا وہاں ایک موضع سلمیہ کو اپنا مرکز بنایا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے فرقہ باطنیہ کا ظہور ہوا[1] بعض مورخین دولت فاطمیہ کا بانی عبید اللہ مہدی کو

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۴۸

میمون کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مگر علامہ ابن خلدون نے اس کی تردید کی ہے۔

قرامطہ یہ جماعت بھی اسمٰعیلی شیعوں سے عہد معتمد میں نکلی۔ ان کا مستقر عراق تھا۔ بے باک اور خونریز جماعت تھی، اسلام کو اس جماعت نے بہت نقصان پہنچایا۔

حمدانی قرمط نواحی خوزستان سے کوفے کے متصل قریہ نہرین میں آکر داعی امامت ہو کر قیام پذیر رہا۔ اس کے ظاہر اور زہد و عبادت کو دیکھ کر اہلِ قریہ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اس نے پچاس وقت کی نماز کی تلقین کی۔ جب کثرت سے لوگ آنے جانے لگے تو امام منتظر کی دعوت شروع کر دی۔ جب حمدانی قرمطی بیمار پڑا۔ کرمیتہ نامی نے اس کی تیمارداری کی جب وہ اچھا ہو گیا تو حمدان کے تیماردار کا نام اختیار کر لیا۔ پہلے یہ لوگ کرمیتہ پھر قرمط کہلانے لگے۔ سواد عراق کے کم عقل دہقانی کاشتکاری پیشہ رکھنے والے اس کے دام میں پھنس گئے جب زیادہ رجوعات ہونے لگی تو قرمط نے اپنے اوپر ایک آسمانی کتاب کے نازل ہونے کا دعوے کیا۔

دعوت قرامطہ قرمطی کی یہ دعوت تھی کہ فرج بن عثمان قریہ نصرانیہ کا باشندہ داعی مسیح ہے۔ مسیح ہے۔ کلمہ ہے، مہدی ہے، احمد بن محمد بن حنفیہ ہے، جبریلؑ ہے اور مسیح نے انسانی پیکر میں آکر اس سے کہا کہ تم داعی ہو۔ حجتہ ہو۔ ناقہ ہو، دابتہ ہو، یحییٰ بن زکریا ہو۔ . . روح القدس ہو۔"

قرامطہ کو چار رکعت نماز کی تعلیم دی، دو طلوعِ آفتاب سے قبل اور

دو غروبِ آفتاب سے پہلے۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ احمد بن محمد بن حنفیہ کی رسالت کی بھی شہادت تھی۔ نماز میں کلام اللہ کی آیات کے بجائے "استفتاح" اس کے گمان میں جو احمد بن محمد بن حنفیہ پر نازل ہوا۔ اس کی تلاوت کیجاتی کعبۃ اللہ کی بجائے بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیا۔ جمعہ اور اتوار ہفتہ میں دو دن رخصت کے رکھے۔ مہرجان اور نوروز کے دن دو روزے مقرر کئے، نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال قرار دیا۔ جنابت میں غسل کے بجائے وضو اور غیر محارب پر جزیہ مقرر کیا[۱] اس کے علاوہ ثنوی مذہب کی بہت سی باتیں قرامطہ نے اپنائی تھیں۔ ان کا عقیدہ باطنی یہ تھا کہ نور سے خیر کا ظہور ہوتا ہے اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے۔ یزداں اور اہرمن کی باطنی تعلیم تھی ان کے عقائد میں ایرانی فلسفہ کی آمیزش تھی[۲]

وقائع قرمطی

سوادِ کوفہ، امیر ہشیم کا علاقہ تھا، اس کو قرمط کا حال معلوم ہوا، اس نے اس کو پکڑ کے بند کر دیا۔ حمدانی قرمط نے موقعہ پاکر اس کی لونڈی سے گڑگڑا کر رحم کی درخواست کی۔ اس نے ہشیم کے تکیہ کے نیچے سے چابی نکال کر قید خانہ کا دروازہ کھول دیا۔ دوسرے دن شب میں ہشیم نے دروازہ کھلا پایا۔ حمدانی قرمط فرار ہوگیا تھا۔ صبح قید خانہ خالی تھا، عوام میں یہ شہرت اڑگئی کہ قرمط اپنی کرامت سے غائب ہوگیا اس سے عوام اور گمراہ ہوگئے۔ وہ عراق سے شام پہنچا۔ اور وہاں اپنے خیالات کی اشاعت کرنے لگا[۳] ادھر سوادِ کوفہ میں جو تخم بویا گیا تھا وہ خوب برگ بار لایا۔

---

[۱] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۰۲ و ابوالفدا [۲] کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۷۹ [۳] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۸

دولت سامانیہ معتمد کے عہد میں نصر بن احمد بن اسد سامانی اپنے والد احمد بن اسد کے بجائے فرغانہ کا حاکم مقرر ہوا مامون نے ہی احمد کو عامل مقرر کیا تھا۔ نصر نے اپنے بھائی اسمٰعیل کو ۲۶۱ھ میں بخارا میں نائب بنا کر بھیجا۔ مگر دونوں بھائی حاسدوں کے پھندے میں پڑ کر آپس میں لڑ پڑے، ۲۷۵ھ میں اسمٰعیل نے نصر کو مقابلہ پر شکست دی، اور اسکو گرفتار کر لیا مگر پھر دونوں بھائی میل کر بیٹھے۔ نصر سمرقند بھیجدیا گیا احمد بن اسد چار بھائی تھے۔ ماوراء النہر کے چار حصوں پر فرغانہ، شاس اشروسنہ، ہرات پر نوح۔ احمد۔ یحیٰی۔ الیاس بن اسد عامل تھے، ان سامانیوں نے دیکھا کہ یعقوب صفاری نے ہرات سے لے کر فارس تک خود مختار حکومت قایم کر لی تو انہوں نے بھی باہمی مل کر ماوراء النہر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنی حکومت کا دائرہ صفاری دولت کو ختم کر کے فارس تک بڑھالیا۔ ۲۶۱ھ میں یہ عظیم الشان سلطنت قایم ہوئی اور ۳۸۹ھ میں خاقانی ترکوں اور آل سبکتگین کے ہاتھوں ختم ہوئی دولت سامانیہ کے مفصل حالات آگے آتے ہیں۔

غرضکہ صفاری۔ سامانی دول کے قیام سے عملاً خلافت عباسیہ کا نفوذ اٹھ گیا۔ صرف خطبوں میں خلیفہ کا نام رہ گیا۔

مغرب میں دولت طولونیہ کے قیام سے مصر، شام، اور برقہ سے خلافت عباسیہ کا اثر پہلے ہی جاتا رہا تھا۔ اب ماوراء النہر اور فارس سے بھی اقتدار اٹھ گیا۔

ولیعہدی معتمد کے بعد موفق ولیعہد قرار دیا گیا تھا۔ مگر ۲۷۸ھ میں اس کا یکایک انتقال ہو گیا۔ اس لئے معتمد نے اپنے بیٹے مفوض اور موفق کے بیٹے ابو العباس کی ولیعہدی کا فرمان لکھا۔ لیکن ابو العباس صاحبِ اثر اور شجاع تھا۔ جس نے صاحب الزنج کے مقابلہ میں کارہائے نمایاں کئے تھے اس نے اپنے آپ کو مفوض باللہ پر مقدم کر لیا۔

حالات موفق عباسی موفق صحیح معنی میں امورِ خلافت انجام دے رہا تھا اور اس نے اقتدار دولت بنی عباس کو برقرار رکھنے میں اپنی جان کی بازی لگا دی۔ صاحب الزنج کے فتنہ کو ختم کیا مگر حکومت کے ارکان خود غرض اور ناکارہ تھے۔ اس کی تمام مساعی بے نتیجہ رہیں

خلیفہ کی حالت معتمد نام کا خلیفہ رہ گیا تھا۔ اس کی زندگی لہو ولعب اور رقص و سرود میں گزرتی تھی۔ اگر معتمد نے اپنی رائے سے کوئی کام بھی کبھی کیا تو اس میں ذلت کا پہلو ضرور ہوتا تھا۔ ابن طولون کے جھانسہ میں آکر مصر جا رہے تھے۔ اگر چلے گئے ہوتے تو رہا سہا بھرم بھی خلافت بنی عباس کا ختم ہو گیا ہوتا۔

خمارویہ ۲۷۰ھ میں طولون مرا۔ تو اس کا بیٹا خمارویہ اس کی جگہ مصر میں تخت نشین ہوا۔ ابو العباس اور خمارویہ میں سخت جنگ ہوئی خون کے دریا بہہ گئے۔ لیکن خمارویہ کو فتح ہوئی۔

دعوائے مہدیت اسی سال عبید اللہ مورث خلفائے مصر اور شیعانِ یمن کے مقتدائے نے دعوائے مہدیت کیا اور

۲۷۸ھ میں اس نے حج کیا۔ قبیلہ بنو کنانہ نے اس کا ساتھ دیا۔ اور ملک مغرب میں ان کے ساتھ گئے یہیں سے مہدی کو عروج حاصل ہوا۔

ابو العباس کا اقتدار

موفق کے مرنے کے بعد معتمد کی گلو خلاصی ہوئی تھی۔ مگر ابو العباس جس کے ہاتھ میں فوج کی کمان تھی۔ اس نے مثل موفق کے حکومت پر اپنے پنجے جما لئے موفق بھائی کا خیال رکھتا تھا۔ اسنے اپنے چچا معتمد کو نظر انداز کر دیا۔ معتمد نے ایک مجلس عام میں اپنے بیٹے کو ولی عہدی سے معزول کر کے ابو العباس کو ولی عہد بنایا اور خود لوگوں سے اس کی بیعت لی اور اس کا لقب معتضد رکھا[۱] اسکے بعد سے ابو العباس نے اپنے چچا کی خبر گیری شروع کر دی اور احترام و اکرام سے پیش آیا کرتا۔

وفات معتمد

ایک دن محفل رقص و سرود تھی، اس میں دورِ شراب چل رہا تھا معتمد نے زیادہ پی لی اور اس پر کھانا زیادہ کھالیا جس سے اس کو تخمہ ہو گیا۔ ۱۹ ر رجب شبِ دو شنبہ ۲۷۹ھ / ۸۹۳ء کو انتقال کر گیا۔ معتمد نے ۲۳ برس سلطنت کی علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ان کو زہر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ گلا گھونٹ دیا گیا۔[۲]

علمی ترقی

معتمد کو کوئی علمی دلچسپی نہ تھی مگر اس کے عہد میں قلمروئے بنی عباس میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء علمی سرگرمی دکھا رہے تھے البتہ ۲۷۹ھ میں اس نے یہ حکم دیا تھا کہ کوئی منجم یا افسانہ گو سر راہ نہ بیٹھے

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶   [۲] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶۔

اور کتب فروشوں کو ہدایت کی کہ آیندہ سے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابیں فروخت نہوں[1]۔

نائب سلطنت موفق موفق معتمد کا بھائی تھا اس نے ہاتھ میں خلافت حقیقی معنی میں تھی اور اس نے عباسی حکومت کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا، معتمد میں کوئی علمی صلاحیت نہ تھی، البتہ موفق میں جملہ اوصاف جہانبانی تھے فضل وکمال تدبیر و سیاست، اخلاق، عدل اور انصاف میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھا۔ رعایا کی دادرسی کے لئے خود قضاۃ کے ساتھ بیٹھتا اور مقدمات کی سماعت کرتا اور منصفانہ فیصلہ دیتا تھا[2]

موفق شجاع اور بہادر تھا، خود فوجوں کی کمان لے کر میدان میں اترتا صاحب الزنج کی قوت کو اسنے اور ابوالعباس نے ختم کیا۔ ترکوں کو اس نے حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ بلکہ اس کے جبروت سے امرائے ترک لرزہ براندام تھے اس کی وفات سے دولتِ عباسیہ کو بڑا نقصان پہنچا۔

حالات وزرا عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان اصول سیاست سے واقف اور مالیات کا بڑا ماہر ۲۶۳ھ میں گھوڑے سے گر کر فوت ہوا۔

حسن بن مخلد اپنے عہد کا بے نظیر انشاء پرداز تھا، ایک مدت تک موفق کا کاتب رہا پھر وزارت پر ممتاز ہوا۔ اس کو تمام ضوابط از بر تھے، دو مرتبہ وزیر ہوا۔ ایک دفعہ ۱۶ دن فرائضِ وزارت انجام دیئے موسیٰ بن بغا کی درشتی سے بغداد چلا گیا تھا۔ سلیمان بن وہب عرصہ تک مہتدی کا وزیر رہا۔ پھر موفق کا میر منشی ہوا

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۶ [2] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۴۷۔

موفق نے اس کو وزارت پر سرفراز کیا۔ مگر ۲۶۴ھ میں معتمد اس سے خفا ہو گیا۔ اس نے اس کے لڑکے وہب اور ابراہیم کے گھر لٹوا دیئے، اس کو قید کر دیا اور بغداد سے پھر حسن بن مخلد کو وزارت پر بلا لیا۔ پھر اس سے خفا ہو کر سلیمان کو بلایا۔ اس پر بھی عتاب نازل ہوا۔ اور اس سے نو لاکھ دینار وصول کئے اور نظر بند کر دیا۔ جہاں ۲۷۲ھ میں وہ انتقال کر گیا۔

معتمد کے عہد کے علماء امام بخاری، امام مسلم۔ ابوداؤد، ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ربیع الجیزی۔ ربیع المرادی۔ مزنی یونس بن عبدالاعلی۔ زبیر بن بکار۔ ابوالفضل ریاشی۔ محمد بن یحییٰ ذہلی حجاج بن شاعر عجلی الحافظ۔ سوسی المقری۔ عمر بن شیبہ ابو زرعہ رازی۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، قاضی القضاۃ ابن ابی شوارب، داؤد الظاہری ابن دارۃ، بقی بن مخلد۔ ابن قتیبہ۔ ابو حاتم رازی وغیرہ[1]

محدثین و فقہاء احمد بن عمر بن عمر بن مہیر خصاف کنیت ابوبکر، فقیہ اجل محدث ان کے زہد و ورع کی عام شہرت تھی۔ فقہ اپنے والد اور حسن بن زیاد سے پڑھی۔ حدیث ابو داؤد طیالسی سے سنی نعلین و موزہ دوزی کی کمائی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حکومت کے دست نگر نہ تھے ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا تصانیف میں کتاب الخراج کتاب الحیل، کتاب الوصایا، کتاب الشروط صغیر و کبیر، کتاب ادب القاضی کتاب النفقات وغیرہ کثیر التعداد مشہور ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم البلخی، محدث، فقیہ، زاہد، اولیائے کبار سے تھے

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۶۔

بادشاہی ترک کر کے کوچۂ نفقیری میں قدم رکھا۔ فضیل بن عیاض سے خرقۂ ارادت پہنا۔ ۲۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن شجاع ثلجی فقہ میں حسن بن مالک کے شاگرد اور حدیث میں یحیی بن آدم و وکیع وغیرہ کے علم کے دریا تھے۔ ۲۶۶ھ میں انتقال ہوا۔ تصحیح الآثار نوادر، کتاب المضاربہ، الرد علی المشبہ تصانیف یادگار ہیں۔

نصیر بن یحییٰ بلخی تلمیذ سلیمان الجوزجانی، ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے

محمد بن الیمان ماتریدی سمرقندی ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ معالم الدین یادگار ہے۔

بکار بن قتیبہ قاضی مصر نفقہ یحییٰ بن ہلال رازی اور امام زفر سے اور حدیث ابو داود الطیالسی سے سماعت کی۔ ۲۷۰ھ میں فوت ہوئے، کتاب الشروط کتاب المحاضر والسجلات، کتاب الوثائق والعہود ان کی مشہور تصنیفیں ہیں۔

امام المحدثین ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری جعفی، ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ شیخ داخلی محدث بخارا کے پاس تحصیل علم کی۔ پھر مکہ معظمہ طلب علم کے لئے گئے۔ حج کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے تصنیف و تالیف شروع کی، محدث راہویہ کے حلقہ میں بھی شریک ہوئے، الجامع الصحیح تاریخ کبیر، تاریخ صغیر ادب المفرد وغیرہ ان کی مشہور تصنیفیں ہیں۔ بعمر ۶۲ سال ۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ آخر تنگ میں دفن ہوئے۔ ۵ لاکھ حدیثیں یاد تھیں [1]

---

[1] مقدمہ فتح الباری۔

امام حافظ مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، شاگرد امام بخاری آپ کا مجموعہ حدیث صحیح مسلم کے نام سے مشہور ہے، ولادت ۲۰۶ھ میں ہوئی ان کے پاس تین لاکھ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں، ۲۶۱ھ میں انتقال کیا۔

امام ابو داؤد بن الاشعث الازدی، السجستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے امام احمد بن حنبل سے علم حاصل کیا۔ شافعی حنبلی مذہب تھے۔ ۵ لاکھ حدیث یاد تھیں، ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

امام ابو عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی، ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔ امام بخاری و مسلم کے شاگرد تھے۔ جامع ترمذی شمائل ترمذی وغیرہ یادگار ہیں ۲۷۹ھ میں انتقال ہوا۔

ملوکِ سامانی

سنہ ۳۹۵ھ تا سنہ ۱۰۰ھ مطابق سنہ ۸۷۴ء تا سنہ ۹۹۹ء

بہرام چوبی کی نسل سے ایک شخص اسد بن سامان تھا جس کو مامون الرشید بہت محترم سمجھتا تھا۔

اس کے چار لڑکے تھے۔ جنہوں نے دارالخلافت میں مامون کیوقت میں تربیت پائی اور پھران کو ذمہ داریوں کے عہدے بھی دے گئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ نوح، یحییٰ، الیاس اور احمد خراسانی نائب غسان بن ثابت نے احمد کو فرغانہ، یحییٰ کو اشروسنہ اور شاس۔ الیاس کو ہرات اور نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا۔ ان کی اولاد میں عرصہ تک حکومت رہی۔ کبھی تو ملوکِ طاہر کی طرف سے ان کو حکومت ملتی تھی اور کبھی خلفائے بغداد کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے، بادشاہی اس خاندان میں بلقب اسمٰعیل بن احمد بن اسد سامانی کے وقت سے استعمال کیا گیا جو ایک ماوراء النہر میں خود مختار بادشاہ ہوا۔ اور خلیفہ بغداد کی اسنے جو کچھ خدمت کی وہ جزاً بطور اطاعت اور جزاً بطور سلوک تھی۔

اسمٰعیل سامانی نے بہت بڑی فتح ترکستان میں حاصل کی، شاہ ترکستان کو مع اسکی اہلیہ کے گرفتار کر کے سمرقند لایا اور پھر جیحوں کو عبور کر کے عمر بن لیث کو گرفتار کیا جسکا ذکر ملوک صفاریہ کے تذکرہ میں آچکا ہے، ان دو فتوحات نے اسے مستقل

بادشاہ بنادیا، شروع شروع اس نے ماوراالنہر میں زور پکڑا اور سمرقند اس کا پایہ تخت ہوا۔ عمر بن لیث کو اسنے قید کر کے بغداد بھیجا، وہاں سے اسکو سجستان، خراسان، مازندران، رے اور اصفہان کی حکومت عطا ہوئی اس نے محمد بن زید علوی کو جس نے طبرستان میں خروج کیا تھا شکست دی یہ بادشاہ عادل اور نیک نام تھا۔ اسمٰعیل کے بعد آٹھ بادشاہ خاندان سامانی میں اور ہوئے۔ جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۲	احمد بن اسمٰعیل		خلیفۂ بغداد نے اس کو عہدنامہ اور لوا بھیجا۔ اس کا پایۂ تخت بخارا تھا، یہ بہادر اور کج خلق تھا۔ ارکینِ دولت کے ایما سے قتل کیا گیا۔ ۶ سال تک یہ بادشاہ رہا۔
۳	ابوالحسن نصر بن احمد		نہایت خورد سالی میں تخت پر بیٹھا۔ اسکے خاندان والے اس سے منحرف رہے اور مغلوب ہوئے۔ ہوش سنبھالنے پر یہ بڑا نامور بادشاہ ہوا۔ سنہ ۳۳۱ھ میں ۲۸ سال حکومت کر کے ۳۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اپنی کریم النفسی سے اس کا لقب امیر سعید ہوا۔
۴	نوح بن نصر بن احمد	سنہ ۳۳۱ھ	اس کا سلاطینِ دیالمہ سے برابر مقابلہ رہا۔ اکثر یہ غالب رہا۔ سنہ ۳۴۳ھ میں انتقال ہوا۔

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۵	عبد الملک بن نوح	۳۴۳ھ	رَے اور خراسان کے لیئے یہ بھی اپنے باپ کی طرح دیالمہ سے لڑتا رہا۔ آخر میں کچھہ مصالحت ہوگئی تھی۔ اور اسی اثنار میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ۳۵۰ھ میں فوت ہو گیا لوگ اس کو موئد اور موفق بھی کہتے تھے۔
۶	منصور بن نوح بن نصر	۳۵۰ھ	اپنے بھائی عبد الملک کے مرنے پر خراسان اور ماوراالنہر کا بادشاہ ہوا۔ التبگین سپہ سالار خراسان اسکی تخت نشینی کے خلاف تھا۔ اس لیئے وہ اس کی تخت نشینی کی خبر سنکر غزنی بھاگ آیا۔ اور یہاں اسی کے غلام سبکتگین کی ذات سے سلطنت کی بنیاد پڑی۔ رکن الدولہ دیلمی پر یہ بادشاہ غالب آیا اور اس سے کچھہ سالانہ خراج مقرر کرالیا۔ پندرہ سال حکومت کر کے ۳۶۵ھ میں فوت ہوا لوگ اس کو امیر موئد اور امیر سدید بھی کہتے تھے۔
۷	نوح بن منصور بن نوح	۳۶۵ھ	التبگین کے غلام سلطان سبکتگین کا ہمعصر تھا۔ اس کے وقت میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ دیلمی پورے عراقین پر قابض ہوگیا تھا اور شمس المعالی قابوس بن وشمگیر جرجان

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			اور طبرستان پر قابض تھا، اس کے وقت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں کئی مرتبہ تو یہ فخر الدولہ کی حمایت میں عضد الدولہ دیلمی سے لڑا پھر بغراخان گورنر خراسان ابو علی کی سازش سے ترکستان سے بخارا آیا۔ اور ماوراء النہر پر قابض ہو گیا۔ امیر نوح تاب مقابلہ نہ لاکر مفرور ہو گیا۔ بو علی خراسان کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بغراخان بیمار ہو کر اپنے وطن کو واپس چلا اور راہ میں مر گیا۔ اس طرح نوح پھر ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ لیکن ابو علی اور فائق نے لڑائی کی دھمکی دی تو وہ گھبرایا سبکتگین کا شمار اب تک سلاطین میں تھا، سپہ سالاروں کی طرح ہندوستان میں اس نے کچھ غزوات کئے تھے، جس سے اس کا نام روشن ہو چلا تھا۔ نوح نے اس سے مدد مانگی جسے اس نے فخر سمجھا اور فوج لے کر نوح کے پاس آ موجود ہوا۔ غرضکہ سبکتگین اور اس کے بیٹے محمود نے بو علی کو شکست دی جسکے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین اور محمود کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ پھر اس کے بعد کئی مرتبہ سبکتگین اور محمود نے نوح کی طرف سے لڑائیاں

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			کین، نوح کے گورنر اور ملازم اکثر نمک حرام تھے، اسلئے اس کو بڑی بڑی دقتیں پیدا ہوئیں۔ ۳۸۷ھ میں اپنی موت سے مرا۔
۸	منصور بن نوح بن منصور	۳۸۷ھ	درباریوں کا حال تو بگڑا تھا ہی، انہوں نے سیف الدولہ ایسے خیر خواہ دولت سے منصور کو لڑوانا چاہا، لیکن محمود بچا لے گیا۔ اس کے بعد خود اراکین نے منصور کی آنکھ میں سلائی پھیر کر تخت سے اتار دیا اور اس کے بھائی عبد الملک کو تخت پر بٹھایا۔
۹	عبد الملک بن نوح		عبد الملک بن نوح کو بھی لوگوں نے محمود سے لڑوانا چاہا محمود کب تک صبر کرتا یہ لڑ پڑا۔ عبد الملک بھاگ کر اپنے دار السلطنت کی طرف گیا۔ وہاں ایک خان کاشغر سے آ کر قابض ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبد الملک گرفتار ہو گیا اور اسطرح دولت سامانیہ کا خاتمہ ہوا۔ منتصر بن نوح سامانی نے کچھ سر اٹھایا بلکہ ایلک خاں سے خوب خوب لڑا۔ لیکن آخر ہزیمت پائی اور ۳۹۵ھ میں آلِ سامان کا خاتمہ ہو گیا یہ حکمراں بہادر تھے اور ملک گیری کا شوق رکھتے تھے[1]

[1] ابن اثیر ج ۸، ص ۱۶۵ تا ۲۰۰ و ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۵۰ تا ۳۹۰

سامانی دور میں علمی ترقی

سامانی دور میں جہاں شجاعت اور بہادری کے جوہر نظر آتے ہیں وہاں تہذیب و تمدن میں بھی ان کے عہد کو خوشگوار عہد کہا جا سکتا ہے، سامانیوں کے دور میں علوم و فنون کی ترقی قابلِ ذکر ہے۔ شاہان سامانیہ علم اور علمار کے قدر دان تھے۔ ابو صالح منصور بن اسحق کے علمی مذاق کے اثر نے ابو زکریا رازی[1] فلسفی کو اسکا مدح خواں بنا دیا اس نے اپنی ایک کتاب المنصوری اس کے نام پر معنون کی۔

بعد کو نوح ثانی (۹۷۶ء) نے نوعمر ابی سینا کو (جس کا باپ ایک اسمٰعیلی فرقہ کا آدمی تھا) اپنے دربار میں مدعو کیا اور وہ اس کے کتب خانہ سے استفادہ کرتا رہا۔

سامانیوں کے دور میں جدید فارسی کا بھی نشو و نما ہوا۔ فردوسی (۹۳۴ء-۱۰۲۰ء) کی پیدائش اسی عہد میں ہوئی۔

بلعمی منصور اول کا (۹۶۱ء - ۹۷۶ء) وزیر تھا۔ ابن حوقل جغرافیہ نویس نے اس کے زمانۂ وزارت میں ملک کی اندرونی ترقیوں کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے، اسی عہد میں الطبری کی تاریخ کا فارسی زبان میں خلاصہ کیا گیا۔ ایلک خان نے ۹۹۹ء میں اس ترقی یافتہ حکومت کو پامال کر دیا۔

---

[1] ابو زکریا رازی۔ شیخ ابو بکر محمد بن زکریا رازی علمِ طب، منطق۔ علم ہندسہ علم موسیقی کا ماہر تھا۔ بغداد کے بیت الشفار میں رئیس الاطبار رہا۔ کتاب الجامع کتاب الاعصاب وغیرہ کثیر التعداد تصانیف اس کی یادگار ہیں۔ ۳۲۰ھ میں فوت ہوا۔

المعتضد باللہ

نام ونسب | ابوالعباس احمد بن ابواحمد موفق بن متوکل۔ اس کی والدہ ضرار نامی ام ولد تھی۔

بیعت خلافت | ۱۹ رجب ۲۷۹ھ میں اسکے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔

وزارت | عبیداللہ بن سلیمان بن وہب اس کا پہلا وزیر تھا، اس کے بعد قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان مذکور منصبِ وزارت پر ممتاز ہوا۔

حجابت | منصب حجابت پر صالح الامین کا تقرر ہوا۔

قضا | منصب قضا پر ابو اسحاق بن اسمٰعیل بن حماد بن زید مالکی۔ پھر یوسف بن یعقوب اور ابو حازم عبدالحمید بن عبدالعزیز حنفی بصری مشرقی ممالک کے عہدۂ قضاء پر مامور ہوئے [1]

شحنۂ بغداد | معتضد نے اپنے غلام بدر کو بغداد کی شحنگی عطا کی اس وقت معتضد کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔

بنی عباس میں معتضد عقل ودانش، تدبیر وسیاست اور جاہ وجلال میں ایک امتیازی درجہ رکھتا تھا وہ کبھی ترکوں کا کھلونا نہیں بنا۔ بلکہ تمام سرکش امراء کو زیر رکھا۔ اور مخالف قوتوں کو ابھرنے نہ دیا۔ عباسی دولت جس حالت

---

[1] تنبیہ واشراف مسعودی ص ۲۶۶۔

پر پہنچ گئی تھی اس کی از سرِ نو اصلاح کی اور تمام عمر ترقی میں کوشاں رہا۔"

تخت پر بیٹھتے ہی امیر رافع بن ہرثمہ پر نظر رکھی کیونکہ یہ خودسر امیر تھا۔ رافع بن ہرثمہ کو محمد بن طاہر نے ۲۷۰ھ میں خراسان اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ اس نے شاہی علاقہ پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ معتضد نے اس کی معزولی کا حکم دیا اور عمر بن لیث صفاری کو جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا خراسان کا عامل بنا دیا۔ رافع علویہ طبرستان سے ساز باز کر کے عمر کے مقابل ہوا مگر محمد بن زید علوی والیِ طبرستان نے عمر بن لیث سے لگاؤ پیدا کر لیا اور وقت پر امداد دینے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معرکہ میں رافع کو شکست ہوئی، اور یہ نیشاپور چھوڑ کر ابیورد، چلا گیا۔ مگر عمر بن لیث نے اسکا راستہ روک لیا اور وہ خوارزم بھاگا۔ شاہ خوارزم نے ابو سعید فرغانی کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا اور دھوکہ دے کر قتل کرا دیا اور سر عمر بن لیث کے پاس بھیجدیا۔[1]

خوارج کی شورش کا خاتمہ

ہارون خارجی موصل کے نواح کے خوارج کا قائد بن گیا۔ حمدان بن حمدون عامل موصل نے ۲۸۱ھ میں ہارون سے موافقت کر لی، یہ خبر معتضد کے کانوں تک پہنچی تو اس نے موصل پہنچ کر بدوؤں کا قتلِ عام کرا دیا۔ مگر حمدان قلعہ ماردین میں تھا اسلیئے بچ رہا۔ اس نے قلعہ کو منہدم کر دیا۔ حمدان وہاں سے بھی نکل بھاگا مگر کہیں جان کی امان نہ تھی۔ خود معتضد کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون نے جزیرہ کیطرف رخ کیا۔ کثیر التعداد ساتھی ہو گئے، سردارانِ فوج اسکے مقابل ہوئے

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۰۱ -

اور شکست کھائی۔ معتضد نے حسین بن حمدان کو اس مہم پر بھیجا اور حمدان کو قید سے آزاد کر دیا۔ حسین نے ہارون کو شکست دے دی اور اس کو گرفتار کر کے بغداد لایا جس کو ۲۸۳ھ میں سولی دے دی گئی[1]۔ ہارون کے قتل کے بعد موصل میں کامل امن و سکون ہو گیا۔

احوال قرامطہ

معتضد کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ قرمطی اگرچہ شام چلا گیا تھا مگر عراق، بحرین اور اس کے نواح میں اس کے ساتھیوں نے اس تحریک کو چلائے رکھا۔ لوگ کثرت سے قرمطی خیال کے ہو گئے۔ ۲۸۱ھ میں ان میں سے یحییٰ بن مہدی نے "قطیف" میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے، جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ بھی پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعانِ علی نے اس دعوت کو بطیب خاطر قبول کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت، ابوسعید جنابی کی تھی۔ یحییٰ بحرین سے کچھ روز کے لئے چلا گیا اور کچھ دن کے بعد لوٹ کر آیا۔ اس کے پاس مہدی کی طرف سے سب کے نام شکریہ کے خط تھے۔ اور خمس دینے کا حکم تھا۔ شیعوں نے نامۂ مہدی کو سر آنکھوں پر رکھا اور خمس پیش کرنے کی تعمیل کی۔ یحییٰ قبیلۂ قیس میں گیا اور اس کو بھی گمراہ کیا، بحرین کے والی کو اس کا علم ہوا۔ تو اس نے یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور سخت سزا دی۔ ابوسعید جنابی بھاگ گیا۔ یحییٰ کو کچھ عرصہ قید رکھ کر چھوڑ دیا۔ یحییٰ جب چھوٹا تو اس نے بنی کلاب، بنی عقیل اور قریش کے لوگوں کو خفیہ طور سے اپنا

[1] ابن اثیر جلد، ص ۱۵۴ تا ۱۵۷۔

ہم خیال بنالیا۔ اب ان کی قوت اتنی بڑھ گئی ۲۸۳ھ میں ہجر کے نواح میں یہ لوگ لوٹ مار، ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ ابو سعید نے بصرہ پر حملہ کا ارادہ کیا یہاں کا والی احمد الواثقی تھا۔ وہ ابو سعید کے ہمراہیوں کی قوت سے خوف زدہ ہوگیا اور معتضد کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے حکم دیا کہ بصرہ کے ارد گرد شہر پناہ تعمیر کردی جائے۔ تاکہ قرامطہ حملہ نہ کرسکیں لیکن قرامطہ نے ہزارہا ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا اور بصرہ اور ہجر کے اطراف میں ظلم وستم روا رکھ کر اپنی دھاک بٹھا دی۔ مقابل عباس بن عمرو غنودی والئ فارس معتضد کی طرف سے آیا۔ اس کو ان کے مقابلہ پر شکست ہوئی۔ عباس کے سوا تمام عسکریوں کو جو گرفتار تھے۔ ابو سعید نے آگ میں جلوا دیا۔ اسکے بعد عباس کو رہا کردیا گیا کہ وہ جاکر معتضد سے سب حال کہے یہ اکیلا ہوتا ہوا بغداد پہونچا، معتضد نے اسکی دلدہی کے لئے اسکو خلعت عطا کیا[1]

اس کے بعد قرامطہ نے نواح کوفہ کی طرف رُخ کیا اور وہاں شورش بپا کردی اس شورش کو دیکھ کر ایک طالبی غلام بدر مجاہدانہ ذوق وشوق سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مجاہدین کی جماعت کو لے کر قرامطہ پر یلغار بولدی بہت سے رؤسا کو موت کے گھاٹ اتارا۔ معتضد نے علیحدہ فوجیں روانہ کیں جنہوں نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ ہزارہا قرمطی مارے گئے۔ ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ نے سطے کے قبائل کو اپنا ہمنوا بنانا چاہا۔ مگر وہ اسکے ہتھے نہ چڑھے، بنی قیس البتہ اسکے دام میں آگئے، انکو لیکر معتضد کے غلام شبل کو جو انکی

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۱۶۲۔

مقابل آیا۔ گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور صافہ کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی سرحد تک کی آبادیوں کو ویران کر دیا۔ طولونی عہدہ دار طفج بن خف نے اس کو روکا لیکن ذکرویہ سے اس کو شکست کھانا پڑی۔[1]

۲۸۹ھ میں شام اور کوفہ پر قرامطہ کا تسلط ہو گیا۔ مگر عامل کوفہ نے ان سے لڑ بھڑ کر ان کے سردار ابوالفوارس کو گرفتار کر کے معتضد کے پاس بھیج دیا۔ معتضد نے اس سے پوچھا، کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے انبیاء کی روح تمہارے جسم میں داخل ہو کر تم کو عملِ خیر کی ہدایت کرتی ہے۔ اور خطا اور غلطی سے روکتی ہے، اسنے کہا۔

"ہمارے جسموں میں اللہ تعالےٰ کی روح ہے یا ابلیس کی اس سے تم کو کیا غرض، تم وہ بات پوچھو جو تم سے تعلق رکھتی ہے۔

معتضد نے پوچھا۔ وہ کون سی بات ہے۔ وہ بولا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تمہارے باپ حضرت عباس موجود تھے۔ مگر وہ نہ خلافت کے لئے نامزد کئے گئے اور نہ کسی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر کی وفات کے وقت وہ زندہ تھے مگر خلافت حضرت عمر کو ملی۔ اس کے بعد اصحاب شوریٰ میں آئی۔ پھر بھی تمام صحابہ نے تمہارے

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۶۸ -

جدامجد کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھا تو تم اپنے کو کیوں حقدار سمجھتے ہو؟"

معتضد نے ان باتوں سے خفا ہو کر اس کو قتل کرا دیا۔ رئیس قرامطہ ذکرویہ بن مہرویہ کا بیٹا ابوالقاسم یحییٰ بنی کلیس امامت کی تبلیغ کر رہا تھا اور اس نے اپنے کو امام جعفر کی اولاد بتایا اور کہا میرے تابع ایک لاکھ آدمی ہیں جو ہر وقت جان دینے کو تیار ہیں۔ غرضکہ ۲۸۹ھ میں بنی کلب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس نے اپنے مریدوں کا نام فاطمین رکھا۔ عراق۔ بحرین، شام میں ان کی چیرہ دستیاں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔

اسی زمانہ میں فاطمی دعاۃ یمن اور افریقہ میں اسماعیلی امامت کی تبلیغ میں مشغول تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں ایک ساتھ رائتِ امامت بلند کیا جائے تاکہ بنی عباس مقابلہ نہ کر سکیں[1]۔

عمرو بن لیث صفاری اور اسمٰعیل سامانی

ان کے حالات اپنی اپنی ملوکیت کے تحت مختصراً آ چکے ہیں۔ معتضد کے وقائع کے ساتھ ان کا جتنا تعلق ہے یہاں اس کا اظہار ہے۔ معتضد نے عمرو کو رافع بن ہرثمہ کے سر پیش کرنے کے صلہ میں ماوراءالنہر کا علاقہ اس کی خواہش پر دیا تو اس نے شکریہ میں چالیس لاکھ درہم بیس گھوڑے معہ رسن و ساز مطلا ۱۵۰ اونٹ ریشمی پارچہ جات معتضد کی خدمت میں بھیجے اور امیر محمد بشیر کو اس علاقہ پر قبضہ کرنے

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۶۳۔

کے لئے بھیجا، ماوراء النہر پر اسمٰعیل قابض تھا، لب جیجون پر مقابلہ ہوا امیر محمد مارا گیا اس کی فوج نیشاپور چلی گئی، عمرو خود اسمٰعیل سے مقابلہ کرنے آگیا۔ بلخ میں مورچہ لگایا اسمٰعیل نے اسے گھیر لیا، اور اسنے تاب مقابلہ نہ لاکر راہ فرار اختیار کی۔ مگر راہ میں گرفتار ہوا۔ اسمٰعیل نے معتضد کے پاس اسکو بغداد بھیجدیا۔ معتضد نے اسے قید کر دیا اور اسمٰعیل کو اس کے تمام مقبوضات کا حاکم بنا کر خلعت سے نوازا[1]

عمرو کے گرفتار ہونے سے طبرستان کے علویوں نے ہاتھ پیر نکالے۔ ان کی نگاہ عرصہ سے خراسان پر تھی۔ محمد بن زید علوی نے فوج کشی کر دی اسمٰعیل نے کہلا بھیجا کہ میں نے تمہارے خاندان کا احترام کر کے جرجان چھوڑ رکھا تھا، اب تم خراسان کا قصد نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اسمٰعیل نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ باب جرجان پر نہایت خونریز معرکہ رہا۔ محمد بن زید زخمی ہوئے اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا۔ محمد زخموں کے صدمے سے انتقال کر گئے۔ اسمٰعیل نے زید کی بڑی خدمت کی اور احترام و عزت سے اپنے پاس رکھا۔"

دولت صفاریہ اور زیدیہ دونوں اسمٰعیل سامانی کے زیر نگیں آگئیں، اور ماوراء النہر سے لے کر طبرستان تک سامانی حکومت کے ڈنکے بج گئے۔

طرطوس کے بحری بیڑے کی تباہی امیر بن محمد بن ابی الساج کو معتمد کے زمانہ میں عروج ہوا اور وہ آذربائیجان کا حاکم مقرر ہوا۔ معتضد کے زمانہ میں خودسری کرنے لگا تو خلیفہ نے اسکو

---

[1] ابن اثیر جلد ۷، ص ۱۶۵

رام کرنے کے لئے آرمینیہ کی حکومت اور خلعت عطا کیا۔ ابن ابی الساج نے اظہار شکر گذاری میں قیمتی ہدایا پیش کئے۔ مگر اسنے اپنے غلام وصیف کو آمادہ کیا کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست اس کے حضور میں پیش کرے اس سازش میں اہل طرطوس شامل تھے وصیف ظاہراً ابن الساج کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا گیا معتضد کو مخبروں سے تمام حالات معلوم ہوگئے وہ خود وصیف کی تادیب کے لئے اٹھا وصیف عین زربہ پر گھر گیا اور گرفتار ہوکر معتضد کے حضور میں پیش ہوا۔ فوج کو اماں دی گئی، طرطوس کے امراء گرفتار کئے گئے اور یہاں کے بحری بیڑے کہ جس میں پانچ سو جہاز تھے، جلا ڈالے گئے۔ اس فعل سے مسلمانوں کی بحری قوت رومیوں کے مقابلہ میں کمزور ہوگئی۔

خلیفہ معتضد اور طولونیہ مصر کے تعلقات

معتضد نے خمارویہ بن طولون پر بہت زیادہ مراحم خسروانہ روا رکھے۔ کیونکہ معتضد جب تخت نشین ہوا تو خمارویہ نے بیس خچر سونے سے لدے ہوئے دس خادم، دو صندوق زیورات سترہ راس اسپ معہ طلائی ساز وسامان وغیرہ نذر میں خلافت پناہ کو پیش کئے تھے۔ معتضد نے اس کے صلہ میں مصر کی باقی ماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار لے کر تین لاکھ سالانہ پر فرات سے برقہ تک کی حکومت کا سی سالا اقبالہ خمارویہ اور اس کے لڑکے کے نام لکھدیا ۲۸۲ھ میں بارہ پارچے کا خلعت بالائے مرداریہ عطا کیا اور خمارویہ نے ۲۸۲ھ میں مزید تقرب کے لئے اپنی بیٹی قطر الندی کو علی بن معتضد کو بیاہنا چاہی معتضد نے خود اپنے ساتھ شادی منظور

کی چنانچہ بڑی شان وشوکت سے یہ تقریب انجام پائی۔ خمارویہ نے اپنی بیٹی
کو جو جہیز دیا۔ اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے لئے سونے کا تخت
تھا جس کے ستون مرصع اور اسپر جالی دار طلائی قبہ تھا جس کے ہر حلقہ
میں ایک انمول موتی تھا۔ رخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر منزل
پر اپنے محل کے مشابہ ایک قصر تعمیر کرا کے ساز و سامان سے آراستہ کیا
جہاں عروس روزانہ قیام کیا کرتی۔ عروس کی سواری کے ساتھ اس کا
چچا شہاب بن احمد طولون تھا۔ آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑے شان سے
بغداد میں داخل ہوئی۔ یہاں بھی شاہانہ استقبال کیا گیا۔ بغداد کو مثل
عروس کے سجایا گیا تھا۔[1]

خمارویہ مصر او شام کا والی اور طرطوس کا قلعہ دار تھا۔ رومی اس کی
جلالتِ شان اور رعب سے سرحد میں قدم رکھتے گھبراتے تھے۔ ۲۸۲ھ
میں اس کو اسکے غلام نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا تخت نشین
ہوا۔ لیکن چند ماہ بعد وہ بھی معزول کر دیا گیا۔ پھر اس کا بھائی ہارون
تخت نشین ہوا۔ خلیفہ نے طرطوس اس کے قبضہ سے نکال کر دوسرے والی
کے سپرد کیا۔ پھر قنسرین اور عواصم بھی لے کر اس کی حکومت شام اور مصر
تک محدود کر دی، اور چار لاکھ ۵۰ ہزار دینار سالانہ خراج اسکے ذمہ کیا۔

رومیوں سے جنگیں

معتضد کی توجہ اندرونی اصلاح وتنظیم اور شورشوں کے
انسداد کی طرف زیادہ رہی۔ ۲۸۵ھ میں موفق کی

۱؎ کتاب الولاۃ کندی ص ۲۴۰۔

غلام راغب نے طرطوس سے بحری حملہ کیا اور رومیوں کے تیس جہاز گرفتار کرکے جلا دئیے اور تین ہزار رومی اس معرکے میں قتل ہوئے، اس واقعہ کے انتقام میں انہوں نے ۲۸۷ھ میں پھر طرطوس پر حملہ کیا۔ یہاں کا حاکم گرفتار ہوگیا۔ ۲۸۸ھ میں حسن بن علی نے کئی رومی قلعہ فتح کئے اور بہت سے رومی گرفتار کئے، اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دو سمتوں سے حملہ کیا اور پندرہ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کرکے لے گئے۔ [۱]

ولی عہد اپنے لڑکے علی مکتفی کو معتضد نے ولی عہد قرار دیا۔

وفات معتضد نے ۲۲ ربیع الثانی ۲۸۹ھ مطابق ۹۰۲ء کو بعمر ۴۷ سال وفات پائی، ۹ سال ۹ ماہ ۳ دن فرائض خلافت انجام دیئے۔

اوصاف معتضد بڑے جاہ و جلال کا شہنشاہ تھا، متاخرین خلفائے بنی عباس میں اس کو امتیازی درجہ حاصل تھا، اس دل و دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ اس تخت حکومت پر ایک عرصہ بعد بیٹھا تھا یہ تدبر و سیاست کیساتھ محاسن اخلاق سے بھی آراستہ و پیراستہ تھا، اس کا عہد عام فلاح و بہبود و امن و امان اور عدل و انصاف میں مشہور تھا، اس نے خلافت عباسیہ کے بے روح جسم میں جان ڈالدی تھی، اس لئے اسے سفاح ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [۲]

علامہ مسعودی لکھتے ہیں

"معتضد کے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا ہوگیا۔ ملک کی حالت درست ہوگئی

---

[۱] ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۵۴ [۲] مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۷۶۔

لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ چیزوں کا نرخ ارزاں ہوگیا۔ شورش و ہیجان میں سکون آگیا۔ مخالفین نے صلح کرلی، وہ مظفر و منصور تھا۔ تمام امورِ مملکت اس کے قابو میں آگئے تھے، مشرقی و مغربی علاقے اس کے زیرِ فرمان ہوگئے تھے۔[1]

المخری کا بیان ہے

"معتضد عاقل، فہیم، فاضل اور خصائلِ حمیدہ سے آراستہ تھا، اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی۔ سرحدیں بیکار ہو چکیں تھیں، اس نے بڑی خوبی سے اسکی اصلاح کی، اسکے حسنِ انتظام سے اسکی سلطنت آباد ہوگئی۔ آمدنی میں اضافہ ہوگیا۔ سرحدیں مضبوط ہوگئیں۔ وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کیلئے نہایت سخت تھا، اسنے رعایا کے مال و متاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا۔ اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں، ان میں عمرو بن لیث الصفار نے بڑی عظمت و قوت حاصل کر لی تھی اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا۔ اس کا دعوٰی تھا۔ اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں۔ اسکا باورچی خانہ چھ سو

[1] مروج الذہب جلد ۷، ص ۱۱۳۔

اونٹوں پر چلتا تھا۔ لیکن معتضد کے اقبال سے بڑی ذلت خواری کے ساتھ قید ہوا۔ معتضد نے دولتِ عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر سے متحد کر دیا، رعایا میں عدل و انصاف قایم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت خزانہ میں چھوڑ گیا"[1]

سیاست معتضد تدبیر و سیاست میں اپنے عہد کے حکمرانوں میں بہت فائق تھا، دولت عباسیہ سے کٹ کر دولت صفاریہ اور دولتِ سامانیہ بنی۔ مگر معتضد نے عمرو بن لیث صفاری اور اسمٰعیل سامانی کو اپنی حسن تدبیر سے بھڑا دیا۔ چنانچہ صفاری حکومت ختم ہوگئی۔ سامانی حکومت اسقدر کمزور ہو گئی کہ کچھ عرصہ بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

ترک امراء جن کے ہاتھ میں خلافت کی باگ تھی ان کی طاقت کو توڑ کر رکھدیا۔ کسی ترک امیر کو مجال نہ تھی کہ معتضد کے مقابل آتا یا خود سری کرتا۔

انتظام مملکت تمام دفاترِ سرکاری کی دیکھ بھال خود معتضد نے کی پہلے خلفاء کے زمانہ میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی تھی، حتیٰ کہ تنخواہیں وقت پر نہ مل سکتی تھیں۔ معتضد نے اپنے حسن انتظام سے اسمیں معقول اضافہ کیا اور اس کے زمانہ میں حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہوگیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں بڑی رقم سالانہ بچ جایا کرتی تھی۔

یومیہ خرچ معتضد فضول خرچ نہ تھا، مگر ضروری اخراجات میں کمی نہ کرتا تھا سات ہزار اشرفی روزانہ کا خرچ تھا۔ صابی کی کتاب الوزراء

[1] الفخری ص ۲۳۱۔

میں ان اخراجات کا گوشوارہ موجود ہے۔

معتضد نے دیوان مواریث کو ختم کیا اور حکم دیا کہ مورث کا جو ترکہ

تعمیر قصر بچے وہ ذوی الارحام کو ملا کرے[1] ایک قصر اپنے لئے تعمیر کرایا

اسپر چار لاکھ اشرفیاں صرف کیں۔

۲۸۱ھ میں معتضد نے مکہ شریف میں دار الندوہ گرا کر مسجد حرام کے پاس ایک مسجد بنا دی[2]

۲۸۲ھ میں معتضد نے نوروز کے دن عید

مشرکانہ رسوم کی بندش منانے آگ جلانے اور آگ پر پانی چھڑکنے

سے منع کیا کیونکہ یہ فعل مجوسیوں کا تھا۔

معتضد میں جہاں اوصاف جہانبانی تھے وہاں وہ مذہب کا

مذہبیت بھی بڑا پابند تھا۔ فسق وفجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا

قاضی اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں معتضد کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پیچھے کئی رومی مرد نہایت خوبصورت کھڑے ہوئے تھے میں اُن کو دیکھ کر خاموش رہا۔ جب میں چلنے لگا تو مجھے معتضد نے کہا کہ "آپ مجھسے بدگمان نہ ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی حرام پر اپنا ازار بند نہیں کھولا[4]"

بغداد میں مختلف العقیدہ لوگ آباد تھے ان میں عجمیوں اور یہودیوں

اصلاح کے یہاں کی خرافات اور رسوم مروج تھیں منجم اور قصہ خوانی

[1] تاریخ الخلفاء ۲۵۸ [2] مروج الذہب جلد ۷ ص ۱۱۶ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸ [4] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸۔

سرِ راہ بیٹھ کر گمراہی کا دروازہ کھولے ہوئے تھے۔ معتضد نے ان کو شوارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔[1]

سب سے بڑی خرابی اس زمانہ میں فلسفۂ یونانی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ کم علموں کے عقائد و خیالات بہت بگڑ گئے تو کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت ممنوع قرار دیدی گئی، مگر اہلِ علم کے لئے ان کا پڑھنا منع نہ تھا۔

وسعتِ سلطنت معتضد تخت پر بیٹھا تو اس کے پیشرووں کے تغافل سے صفاریہ، سامانیہ، طولونیہ کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ دولتِ عباسیہ صرف جزیرۃ العرب۔ بلادِ جزیرۃ النہرین۔ عرب عراق و عجم، آذربائیجان، ارمینیہ اور وہ اقالیم جو بحر جرجان اور بحر ہند کے کنارے ہیں[2] محدود ہو گئی تھی مگر اس نے طولونیوں کو اطاعت گذار کیا صفاریہ کا خاتمہ ہوا اور سامانیہ کمزور ہو گئے۔ ان کے بہت سے علاقہ قلمروے عباسیہ میں لوٹ آئے

زراعت کی ترقی معتضد کی توجہ زراعت کی طرف بھی بہت تھی، وہ ملک کو خوشحال دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ دجلہ کی ایک نہر وجیل تھی جس کا دہانہ مدت بائے دراز سے بند تھا، اس کے اطراف کی زمین پانی نہ ملنے سے بنجر ہو گئی تھی، معتضد نے اس نہر کو درست کرا دیا جس کے ذریعہ بڑا علاقہ سیراب ہونے لگا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۵۰ [2] تاریخ عرب موسیو سیدیو ص ۲۰۲

ترقی تجارت

معتضد نے تجار کو بہت کچھ مراعات دے رکھی تھیں، تجار کے قافلے دارالخلافہ سے جاتے، حکومت کی طرف سے ان کی حفاظت کا انتظام گذرگاہوں پر تھا۔ اس کے عہد میں ڈاک کا بھی ... معقول انتظام تھا۔

علمی ترقی

معتضد کا عہد انتظام ملک کے بعد علمی ترقی میں بھی پیش پیش ہے اس نے سامرا کے بجائے پھر بغداد کو دارالخلافہ بنایا۔ یہاں پہلے سے اہل علم جمع تھے، دوبارہ دارالحکومت ہونے سے علمی چہل پہل میں اضافہ ہوگیا۔ اس کو علم سے دلی لگاؤ تھا، اور اس نے اس کی ترقی کے لئے سعی بلیغ کی اور پہلے پہل ایک دارالعلوم قایم کیا۔

دارالعلوم کا قیام

معتضد پہلا خلیفہ ہے جس کے دل میں حدید صورت میں دارالعلوم کا خیال آیا۔ اور اس نے اس کا نقش اول قایم کیا۔

علامہ مقریزی کا بیان ہے۔

> "جب معتضد باللہ نے بغداد میں شماسیہ کا محل بنوانا چاہا تو ضرورت سے زاید زمین لی۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میں اس زمین میں مکانات، حجرے اور خاص کمرے بنواؤں گا، ان میں مختلف صنعتوں اور علوم کے ماہرین رہیں گے جن کی زندگی کی شاندار کفالت اسی ادارے سے کی جائے گی تاکہ جو شخص جس علم و فن کی تعلیم حاصل کرنا چاہے

اس کے ماہرین سے استفادہ کر سکے [۱]

یہ مدرسہ ایسا تھا جہاں صنعتی تعلیم اور علوم عقلیہ و علمیہ کے اکتشافات کے لئے مشاہرہ پر اساتذۂ فن جمع کئے گئے تھے اور ہر فن کے لئے الگ الگ مکان تھے، جن میں دارالاقامہ اور کمرے کا انتظام تھا اور تحقیق علم اور کسی خاص فن سے شغف رکھنے والے طلبہ کو یہاں تعلیم دی جاتی تھی، اس دور کے رجحان کے مطابق اس درس گاہ میں صنائع اور عقلیات کا عنصر غالب تھا۔

معتضد کے عہد میں علمی چہل پہل بغداد کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی نظر آتی ہے، کیونکہ عربوں کا بڑا حصہ جو عجمیوں کے اقتدار کی بدولت کشور کشائی سے الگ ہو گیا تھا۔ اس کی توجہ زیادہ تر علم و فن کی طرف ہوئی چنانچہ اس فاتح قوم نے میدان علمی میں بھی اپنی فطری مستعدی اور غیر معمولی بیداری کا ثبوت دیا۔ علم کی سرپرستی دولت بنی عباس کا عام شیوہ رہا۔ لیکن عربوں کی ترقی کا مدار محض دولت پر نہ تھا، بلکہ زیادہ تر ان پرستارانِ علم کی ذاتی جدوجہد پر تھا جو بجز فضل و کمال اور علم و دانش کے کسی دوسری چیز کے سامنے اپنی پشت خم کرنا علم و فضل کی توہین تصور کرتے تھے اس بے نیازی اور استغناء کا نتیجہ تھا کہ حکومت و دولت کی گردن اکثر ان کے در پہ جھکتی تھی اور یہ سب اس علمی روح کی بدولت تھا۔ جس کی اشاعت مذہبی اشاعت میں مضمر تھی چنانچہ محدثین کا طبقہ تھا جس میں سے اکثر کے حالات پہلے بیان کئے گئے ہیں، انہوں نے حکومت کا توسل عار سمجھا، بڑے سے بڑے جلیل القدر خلفائے بنی عباس نے ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، غرضکہ معتضد کے

[۱] کتاب الخطط والاثار جلد ۲ ص ۳۶۲ -

عہد میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہت بڑھ گیا تھا۔

فن بیطاری معتضد کے عہد کے علماء کے علاوہ دوسرے صیغوں کے ملازم تک تصنیف کا شوق رکھتے تھے چنانچہ اس کے داروغۂ اصطبل یعقوب بن اخی حزام نے فن بیطاری پر "الفروسیہ ستیباب الخیل" لکھی جو اپنی نوعیت کی لاجواب کتاب ہے۔

علوم عقلیہ معتضد کو علوم عقلیہ میں دلچسپی صرف ہیئت سے تھی، اس کے عہد میں اسحاق بن حنین فلسفی تھا جو علم نجوم کا بڑا ماہر تھا، معتضد نے تقویم کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور اس کو ٹھیک کرایا۔

ابوریحان بیرونی لکھتا ہے۔

"معتضد کے عہد میں بہت تحقیق اور تدقیق سے یہ تقویم تیار ہوئی جو تقویم معتضدی کے نام سے مشہور ہے"[1]

علما کی قدر دانی معتضد باللہ کے دربار میں جہاں تمام وزرا اور امرا دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف وزیر اعظم حکیم ثابت بن قرہ صابی کو بیٹھنے کی اجازت تھی[2] معتضد ثابت کی اس کے علم و فضل کے اعتبار سے بڑی قدر و منزلت کرتا تھا، ایک دن باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ ثابت ہمراہ تھے۔ معتضد ثابت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا۔ دفعتاً اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت ڈرا۔ معتضد نے کہا ڈرو نہیں میرا ہاتھ اوپر تھا، میں اس کو سوئے ادب سمجھتا ہوں کہ میرا ہاتھ اہل علم

---

[1] آثار باقیہ البیرونی [2] ابوالفرج ص ۲۴۹

کے اوپر ہو۔

حق گو علماء معتضد کے عہد میں علمائے حق بات کہتے ہوئے باک نہیں کرتے تھے، ابوالحسن نوری دریا کی طرف سے گذرے، خدام کشتی میں نبیذ کے مٹکے لے کے جا رہے تھے، دریافت کیا یہ کس کے ہیں معلوم ہوا کہ معتضد نے منگوائے ہیں۔ آپ نے تمام مٹکے توڑ دیئے جب معتضد نے مسکرا کے پوچھا کہ تم کو محتسب کس نے مقرر کیا ہے تو فوراً جواب دیا کہ جس نے تجھے خلیفہ مقرر کیا۔ معتضد نے سنا اور سر جھکا لیا[۱] باوجودیکہ بعض فقہائے عراق نے نبیذ کو حرام قرار نہیں دیا تھا۔

حکماء حکیم سنان بن ثابت بن قرہ حرانی سنان کی کنیت ابوسعید ہے یہ نامور فلسفی اور طبیب اپنے باپ کی طرح فاضل طبیب تھا خلیفہ معتضد باللہ عباسی نے اس کو اپنے دربار کا خاص طبیب بنایا تھا۔ رئیس الاطباء کہلاتا تھا، پھر قاہر باللہ کی خدمت میں باریاب ہو کر اس کا طبیب خاص ہوگیا۔ اس کے فضل وکمال نے قاہر کو گرویدہ کر لیا تھا وہ ہر ملکی معاملہ میں سنان سے ہی مشورہ لیا کرتا۔ یہ پہلے صابئی مذہب کا پیرو تھا مگر علمائے اسلام کی صحبت سے داخلِ اسلام ہوگیا۔ پھر قاہر سے کسی وجہ سے چنج گئی۔ مخفی طور سے خراسان چلا گیا، مگر گہوارۂ علوم وفنون اور سرچشمہ حکمت ومعارف بغداد کی زندگی کی ہوک اٹھتی تھی وہاں جی نہ لگا۔ بغداد چلا آیا۔ راضی باللہ نے اسکو اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد الحکم کے پاس رہا اور اسکے اخلاق کی اصلاح کی۔ اسنے "واسط" میں ایک مہمان خانہ بنوایا۔ الحکم

---

[۱] اذکار سیاست ص ۵۳۲۔

اس کی عزت و تکریم بھی کرتا تھا۔ ۳۳۱ھ میں وفات پائی۔ سنان نے ۳۰۵ھ میں خلیفہ کو یہ مشورہ دیا کہ ایک ایسا بیمارستان بنایا جائے جو خلیفہ کے نام سے منسوب ہو، چنانچہ خلیفہ نے اس کے بنانے کا حکم دے دیا یہ نہایت.... عظیم الشان اسپتال باب الشام میں تیار ہوا۔ اس کا نام بیمارستان المعتضد رکھا گیا۔ خلیفہ جیب خاص سے دو سو اشرفیاں ماہانہ اس کے خرچ کے لئے دیا کرتا تھا۔ ۳۰۶ھ میں سنان نے بیمارستان سیدہ کا افتتاح کیا۔ جو سوق یحییٰ میں تھا۔ خود سنان اس کا مہتمم بنا اور نامور اطبا کو اس میں مقرر کیا۔ اس کا خرچہ چھ سو اشرفی تھا۔ یوسف بن یحییٰ منجم کے ذمہ خرچ کا انتظام تھا، امرا و وزرا اس کی بڑی قدر کرتے تھے وزیر علی بن عیسیٰ بن جراح سے کہہ کر اسنے سفری شفاخانے قایم کرائے۔

احمد بن الطیب سرخسی یعقوب کا شاگرد تھا۔ علوم فلسفہ کا ماہر تھا منطق و موسیقی میں اس کی عظیم الشان تصانیف ہیں۔ ایک عرصہ تک معتضد کا مصاحب و ندیم رہا۔ ۲۸۶ھ میں قتل ہوا۔ الفہرست صفحہ ۳۶۶۔ قفطی ۱۲۸ طبقات الاطبا ۱۲ صفحہ ۳۰۹۔

ابن فقیہ۔ ابو بکر احمد بن محمد الہمدانی معروف ابن فقیہ الہمدانی نے ۲۹۰ھ میں کتاب البلدان لکھی۔

النیریزی فضل بن حاتم علم ہندسہ، ہیئت اور حرکاتِ نجوم کے علمائے متقدمین میں سے تھا۔ شرح مجسطی، شرح اقلیدس۔ زیج کبیر یادگار ہیں قفطی ص ۱۶۸ میں اس کی تصانیف کا ذکر ہے۔ اس نے اپنی تصنیف

کتاب احداث الجو معتضد کے لئے لکھی تھی۔ تیسری صدی کے بعد فوت ہوا (طبقات الامم صفحہ ۹۶)

محدثین وفقہاء

محمد بن سلمہ بلخی فقیہ کامل، شداد بن حکیم، دجوزجانی سے اور بغداد میں محمد شجاع بلخی سے فقہ پڑھی اور ان سے ابوبکر اسکاف نے فقہ حاصل کی۔ ۲۷۸ھ میں انتقال ہوا۔

سلیمان بن شعیب از اصحاب امام محمد فقہ، ان سے طحاوی نے روایت کی، ۲۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

احمد بن ابی عمران شیخ الطحاوی، فقیہ محدث، فقہ ابن سماعہ اور بشیر بن الولید سے اور حدیث علی بن عاصم وشعیب بن سلیمان سے، ابن یونس نے تاریخ میں توثیق کی۔ ۲۸۰ھ میں انتقال ہوا۔

عبدالحمید بن عبدالعزیز قاضی القضاۃ بغداد۔ فقیہ۔ ثقہ۔ متقی ۲۹۰ھ میں فوت ہوئے۔

ابوحنیفہ بن داؤد بن ونند الاہوزی مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ ایک کتاب علم نباتات پر لکھی جس سے ان کی بڑی شہرت ہے ۲۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

مکتفی باللہ عباسی

نام ونسب ابو محمد کنیت علی بن احمد معتضد نام اور مکتفی باللہ لقب تھا ۲۶۴ھ میں پیدا ہوا۔ ماں ام ولد تھی جیجک لقب تھا۔ لوگ اس کو خاضع کہتے تھے۔

خلافت معتضد کی وفات ہوتے ہی اس کی بیعت لی گئی۔ جب وہ مسند آرائے حکومت ہوا تو اس نے امورِ سلطنت کو مثل باپ کے بکھرا ہوا پایا۔ وہ بکثرت ریشہ دوانیوں اور اطرافِ ملک کی ہنگامہ آرائیوں میں مبتلا ہو گیا۔ مگر اس کے پاس مال وزر وافر تھا اور فوج بہت کافی تھی۔ اس لئے ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گیا۔ باپ کے نقشِ قدم پر چلا اور اسی کی روش پر گامزن ہوا۔ اسکو نہ بہادر کہا جا سکتا تھا اور نہ بزدلی کا الزام اس پر رکھا جا سکتا تھا۔

وزارت وزارت کے عہدے پر قاسم بن عبید اللہ کو جسطرح وہ معتضد کے زمانہ میں تھا قایم رکھا۔ پھر عباس بن حسن کو وزارت دی، اس وقت اس کا باپ حسن بن ایوب بن سلیمان زندہ تھا۔

اس نے اپنی انگشتری میں اپنے باپ معتضد کی انگشتری کی طرح "الحمد للہ الذی لیس کمثلہ شئی وھو خالق کل شئی" نقش کندہ کرایا۔

قضاۃ منصبِ قضاۃ پر یوسف بن یعقوب اور اس کے بیٹے محمد بن یوسف اور ابو حازم کو مقرر کیا۔ پھر آخر الذکر کی جگہ عبد اللہ بن علی بن ابی الشوارب اموی کو مامور کیا۔

حجابت حجابت کے عہدہ پر خفیف سمرقندی اور اپنے مولیٰ سوسن کو رکھا۔

خروج قرامطہ مکتفی کے عہد میں قابلِ ذکر اہم واقعات میں قرامطہ کی بغاوت ہے قرمطی شام چلا گیا تھا۔ اس نے ابو القاسم اپنی کنیت بتائی اور آلِ ابی طالب کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ قبائلِ بنو کلب میں کوئی شخص آلِ ابی طالب میں داخل نہیں ہیں اسکے حالات مختصر معتضد کے عہد میں بیان کئے گئے ہیں تفصیلی یہاں لکھے جاتے ہیں۔

قرمطی ۲۸۹ھ میں سوادہ کو اپنے تصرف میں لایا اور یہاں سے رقہ کی جانب جو بلادِ مصر میں داخل تھا بڑھا۔ سبک دیلمی سے جو اس علاقہ کا عامل تھا اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اس نے دیلمی اور اس کی افواج کے پرخچے اڑاتے ہوئے نواحِ دمشق کا رخ کیا۔ اس وقت ابن طولون کے خاندان میں مصر اور شام کی حکومت تھی اور ہارون بن خمارویہ ابن احمد بن طولون کی طرف سے طغج بن جف فرغانی دمشق، حمص اور اردن کا حاکم تھا۔ اسنے وادی قیروان اور رخاعی کے مقامات میں جو دمشق کے ماتحت تھے اختتام رجب ۲۸۹ھ میں قرمطی سے مقابلہ کیا، مگر اس نے طغج کو بھی شکست دی، اس کی جماعت کی بڑی تعداد کو تہ تیغ کیا، اور تین ماہ بیس روز تک دمشق کو محاصرہ میں رکھا اس دوران میں اکثر خونریز لڑائیاں ہو جاتی تھیں۔ مگر فتح و شکست کا نتیجہ کسی طرف ظاہر

نہیں ہوتا تھا، اس دوران میں لوگ دمشق کے اطراف وجوانب غوطہ اور دوسرے
مقامات سے آآکر قرمطی جماعت میں شریک ہوتے رہے اور اس کے قوت
بازو بن گئے، مصری فوج نے بھی اس سے ساز باز کر لیا جب طغج کی
فوج مقابلے کے لئے حریف کے سامنے آئی تو کوکنار اور کوکبا کے مشہور
مقامات میں جو دمشق سے ایک دن کے فاصلہ پر تھے۔ غزہ رجب میں گھمسان
کی لڑائی ہوئی۔ قرمطی مارا گیا۔ اور مصریوں کو بھی شکست ہوئی۔ جماعت قرامطہ
نے قرمطی کے بھائی ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے از سر نو دمشق کا محاصرہ
کیا اور از شب و روز اہل دمشق کے ساتھ سرگرم پیکار رہنے لگے۔ دمشق کے
حاکم نے شہر کو قرامطہ کے حوالے کیا۔ اور رعایا کو ان کے حال پر چھوڑ کر دوسری
جگہ چلا گیا۔ قرمطی نے بھی اسی سال روز یکشنبہ ۱۳ر رجب کو وہاں سے کوچ
کیا اور حمص پہونچکر خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے اپنی جمعیتوں کو شہر بعلبک کی
طرف جو دمشق کے ماتحت تھا روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچکر شہر کی
اینٹ سے اینٹ بجادی۔

یہ خبر سنکر مکتفی اپنی افواج کو لئے مدینۃ السلام سے نکلا اور ابوالاغر خلیفہ
بن مبارک بن حنیفہ سلمی کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیا وہ یہاں سے
چل کر شہر حلب کے سواد میں پہنچا۔ قرمطی نے ایک دستہ فوج کا اس کے
مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ابوالاغر کی فوج قرمطی سے زیادہ تھی یہ واقعہ ۲۰ر رمضان
سنہ رواں میں پیش آیا۔

جب جنگ چھڑی تو مکتفی کی افواج نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے، اور

بیشمار قرامطہ کو گرفتار کیا اور جو بچ رہے تھے ان میں باہم پھوٹ پڑ چکی تھی، قرمطی نے اپنے رفقاء کو چھوڑ دیا اور روپوش ہو کر کوفہ کی راہ لی۔ و اسیہ جو ولایات رحبہ اور سقبی العزلت کے ماتحت تھا اس کے والی نے قرمطی کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت قرمطی کے رفقا میں صرف چار پانچ آدمی ساتھ رہ گئے تھے وہ مکتفی کے پاس رقہ بھیجا گیا اور روز دوشنبہ ۲۶ محرم سنہ رواں میں اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

اسی سال دوشنبہ یکم ربیع الاول کو مکتفی لباس فاخرہ سے آراستہ ہو کر با جاہ و جلال قرمطی اور اس کے اسیر رفقاء کو ساتھ لئے ہوئے مدینۃ السلام بغداد میں داخل ہوا کچھ روز کے بعد محمد بن سلیمان بھی بقیہ افواج اور قرامطہ لٹیروں کے ساتھ جو شام میں ایک ایک کر کے گرفتار کئے گئے تھے آپہنچا پرانی عید گاہ کے متصل اور مدینۃ السلام سے مشرقی جانب ایک پرفضا رتیلا اور ہموار میدان تیار کیا گیا تھا، ۲۲ ربیع الاول کو قرمطی اور اس کے ... ساتھیوں کے خون سے میدان لالہ زار بنایا گیا قرامطہ نے عام خلقت کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا، اس لئے قدرتی طور پر فتح و شادمانی کا یہ اہم واقعہ تھا، عام و خاص لوگوں نے بے حد خوشیاں منائیں۔

قرامطہ ثانی نے شام میں طولونی افواج کے پرخچے اڑا دیئے تھے اسوجہ سے محمد بن سلیمان کو مصر کی طرف بڑھنے اور فتح کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا روز پنجشنبہ یکم ربیع الاول ۲۹۲ھ کو وہاں پہنچکر اس نے آل طولون کی رہی سہی قوتوں کو مٹا دیا اور ان کے شیرازے کو منتشر کر کے اس حکومت کا

خاتمہ کر دیا۔ آلِ طولون کی کل ۴۷ سال ۵ ماہ اور سات دن تک حکومت رہی
۲۹۳ھ میں بنو کلب میں ایک اور قرمطی جس کی کنیت ابو خاتم تھی شام کے نواح میں نمودار ہوا۔ اس کی تحریک نے بھی زور پکڑا اور روز بروز اس کے پیرو بڑھنے لگے اور اذرعات، بصری حوران اور شنیہ کے اطراف میں جو دمشق کے ماتحت علاقے تھے پھیل گئے، یہ لوگ یہاں کے باشندوں کو لوٹتے، خونریزی اور قید کرتے ہوئے طبریہ کیطرف جو بلادِ اردن میں واقع تھا چلے گئے اور اس شہر میں بزور داخل ہو کر بکثرت افواج، رعایا اور یہاں کے سردار جعفر بن ناعم کو تہِ تیغ کر دیا۔

یہ سنکر خلیفہ نے حسین بن ہمدان تغلبی کو اسکے مقابلہ پر بھیجا۔ ایک مشہور مقام خندق پر جو دمشق کے ماتحت تھا۔ اس کا قرامطہ سے مقابلہ ہوا۔ دونوں میں خوب معرکہ آرائیاں ہوئیں اور ایک دوسرے پر فتح پانے کی کوششیں کرتے رہے۔ آخر حسین اپنے حریفوں پر غالب آیا اور ان کو کھلے میدان میں شکست دی یہ واقعہ۔ اسی سال شعبان کا ہی جس کی طرف بنو کلب کے شاعر نے اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔

لولا حسین یوم دردی خندق
وخیاہ ورجیلہ لم تشتت
نفس امیر المومنین المکتفی

اگر حسین خندق کے معرکہ میں سوار اور پیدل فوجوں کو لے کر مقابلہ نہ کرتا تو امیر المومنین مکتفی کی روح کو تسکین نہ ہوتی۔

یہ نظم طویل ہے، کہنے والے نے اس واقعہ کے ہیرو اور معرکے کے تمام حالات اور شام میں قرامطہ کے کارناموں کو مفصل بیان کیا ہے۔

قرمطی ہزیمت اٹھا کر ہیت چلا گیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے شہر میں آگ لگادی۔ پھر وہاں سے ناحیۃ البحر کی طرف روانہ ہوا۔ المکتفی نے چند سپہ سالاروں کو اس کے تعاقب میں بھیجا، جن میں محمد بن اسحٰق بن کنداجیق اور مونس جازن ملقب بہ مخلی بھی تھے، شاہی افواج نے باغیوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ حالت دیکھ کر بنو کلب میں تشویش پیدا ہو گئی اور ان کو اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے۔ آخر ان میں ایک آدمی اٹھا اور دھوکہ دے کر قرمطی کو جان سے مار ڈالا اور اسی رات کو نعش ہٹی کے نیچے دبا کر سب کے سب غائب ہو گئے۔

بنو کلب کا ایک سردار جس کی کنیت ابو ذئب تھی قرمطی کے سر اور دونوں ہتھیلیوں کو کاٹ کر محمد بن اسحٰق بن کنداجیق کے پاس لایا جس نے ابو ذئب کو ان تحائف کے ساتھ دربارِ شاہی میں بھیج دیا اور ۱۵ شوال سنہ جاری میں دربارِ خلافت میں سر پیش ہوا۔

ذکرویہ بن مہرویہ کی بغاوت بنو کلب اور دوسرے قبائل میں سنہ ۲۹۳ھ میں شروع ہو گئی تھی۔ یہ ایک مشہور مقام صورعسکا کا رہنے والا تھا جو قادسیہ سے براہِ خشکی چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شخص جس قرمطی کا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کا باپ تھا اس کی تحریک شام میں ظاہر ہوئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مضافات کوفہ میں تحریک

قرامطہ کا بانی اور عبدان کی بغاوت سے پہلے تھا۔ بہرحال وہ اس سال ۱۰ ار ذی الحجہ کو کوفہ آیا۔ اس وقت کوفہ میں اسحٰق بن ابراہیم اور اسحٰق بن عمران حاکم تھے۔ رعایا اور شاہی ملازمین نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر اس نے انہیں شکست دے کر بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ اسحٰق بن عمران نے دربارِ خلافت سے کمک مانگی خلیفہ نے رایق معتضدی نیز بشر افیشنی اور جنبی صفوانی دو خادموں کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ صوار کے قریب پہنچ کر غنیم سے مقابلہ ہوا، مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ دشمن نے فوج کے بڑے حصے کو تباہ کر دیا یہ واقعہ آخری ذی الحجہ میں رونما ہوا۔

اس کے بعد قرمطی مکہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے قافلوں کی بکیں گاہ میں جا بیٹھا، سب سے پہلے خراسانی قافلہ کو درقصہ کی منزل پر جا گھیرا یہ قافلہ بہت بڑا تھا۔ اس کو لوٹ کر قافلہ کی دوسری منزل کی طرف بڑھا اس کا نام عقبہ تھا۔ اس نے یہاں شاہی قافلہ پر چھاپا مارا۔ مبارک قمی اور ابوالعشا اس سے لڑا۔ احمد بن نصر عقیلی قافلہ سالار تھے، آخرالذکر شامی سرحد کا حاکم تھا۔ قرمطی ان دونوں سرداروں، تمام امراء اور عوام کو قتل کر کے تیسرے شاہی قافلہ کی طرف جو ہبیر کے مشہور مقام طلیح میں پڑا ہوا تھا گیا اور اس کو بھی تاخت و تاراج کیا۔ یہ علاقہ ریگستان میں ثعلبیہ شقوق کے درمیان واقعہ ہے۔ قافلہ میں نفیس موسوی، احمد بن سیار نیز امراء و سالار قافلہ اور ہر ملک اور ہر طبقے کے لوگ تھے۔ قافلہ کے پچاس ہزار سے زیادہ آدمیوں کو اس نے قتل کیا اور اس سے پہلے دوسرے قافلوں میں

جس قدر خونریزیاں کی تھیں ان کے مقتولین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔
یہ خبر سنکر قادسیہ سے وصیف بن صوارتگین خزری اور قاسم بن سیمار اس کی سرکوبی کے لئے بنی شیبان کی ٹڈی دل فوج لے کر روانہ ہوئے اس مہم میں امراء بھی شریک ہو گئے تھے، کوفہ اور بصرہ کے درمیان روم ایک مشہور جگہ پر جہاں قافلے پانی لینے کے لئے ٹھیرا کرتے تھے یکشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۲۹۴ھ کو طرفین کا مقابلہ ہوا۔ اور گھمسان کی لڑائی ہوئی انجام کار کردیہ کی جماعت نے ہزیمت اٹھائی اور تمام باغی بزور گرفتار ہوئے۔
قرمطی بھی اسیر ہوا۔ مگر اسے کئی زخم کاری لگے تھے وہ جانبر نہ ہو سکا دوسرے روز اس نے دم توڑ دیا۔ اس کی نعش اونٹ پر باندھ کر مدینۃ الاسلام بھیجدی گئی اور تمام قیدی اور مقتولین کے سر بھی دوشنبہ ۹ ربیع الاول سنہ مذکور میں وہاں روانہ کئے گئے۔[۱]
اس کے بعد عراق میں یہ تحریک کمزور ہو گئی۔ مگر جنابی بحرین میں موجود تھا وہ مکتفی کے عہد میں، خاموش رہا۔

اسمٰعیل بن احمد سامانی | ۲۹۵ھ میں اسمٰعیل فوت ہوا۔ اسکا جانشین احمد ہوا۔ مکتفی نے اس کیلئے سندِ ولایت بھیجی۔

دولت طولونیہ | شیبان بن احمد بن طولون کے مرتے ہی دولتِ طولونیہ ختم ہو گئی، شام و مصر مکتفی کے قبضہ میں آ گئے۔

دولت اغالبیہ | افریقیہ میں ابو عبداللہ حسن سیفی داعی فاطمین کا اقتدار بڑھ رہا

[۱] التنبیہ والاشراف ص ۲۶۸۔

تھا۔ اس نے اس دولت پر اپنا تسلط جمایا۔ جس کی وجہ سے یہ دولت ختم ہوگئی ابو عبداللہ حسن شیعی کے حالات جلد ہفتم میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

روم

مکتفی کے آغازِ عہد میں رومیوں سے تعلقات اچھے تھے۔ اور دونوں طرف سے ہدیے اور تحفے آتے جاتے تھے۔ لیکن ۲۹۱ھ میں رومیوں نے پھر سرحد دولت بنی عباس کو لوٹا۔ اس وجہ سے عسکر اسلامی نے ان کا مقابلہ کیا جس میں پانچہزار رومی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے اور مالِ غنیمت بھی بہت کچھ ہاتھ آیا[۱]

رومیوں کے ہاتھوں جو مسلمان پکڑے گئے تھے ان کے زر فدیہ اور تبادلہ سے تین ہزار مسلمان ۲۹۳ھ میں مکتفی نے آزاد کرائے۔

وفات مکتفی

یکشنبہ ۱۳ ذی قعدہ ۲۹۵ھ بغداد میں انتقال کیا ۳۱½ سال کی عمر میں ۶ سال اور ۱۹ روز حکومت کی۔

حلیہ

نحیف الجثہ، گندمی رنگ۔ چھوٹی آنکھیں، ڈاڑھی اور سر کے بال دراز اور خوبصورت تھے۔ چہرہ حسین اور باندازِ مناسب تھا[۲]

اوصاف

مکتفی کی خوش خلقی مشہور تھی۔ عدل و انصاف میں کسی خلیفہ سے پیچھے نہ تھا۔ اس کے والد نے دوسروں کے مکانات بحقِ حکومت ضبط کر کے نعمت خانے بنوائے تھے اس نے ان کو گروا دیا اور ورثا کو قیمیں دیں، اور مساجد بنوا دیں، اور قصر میں جو مکانات آئے تھے ان کے

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۳۔ [۲] التنبیہ الاشراف۔

مالکوں کو وہ مکانات دے دیئے۔ اس عمل سے اہلِ بغداد مکتفی کے گرویدہ ہو گئے اور دعائیں دیں۔[1]

ابی دنیا نے دو شعر لکھ کر مکتفی کو بھیجے۔ اسنے دس ہزار درہم صلہ میں عطا کئے۔

خشیت الٰہی مکتفی نے اپنی بیماری میں کہا کہ مجھے ان سات سو دیناروں کا بڑا خطرہ لگا ہوا ہے جو اپنے خرچ میں لے آیا ہوں حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور مجھے اجازت کی چنداں احتیاج بھی نہ تھی۔ اگر فردائے قیامت میں مجھ سے اذن کی پرسش ہوئی تو میرے ساتھ بری گذرے گی میں اپنی غلطی پر خدا سے مغفرت مانگتا ہوں۔[2]

ہمعصر علما عبداللہ بن احمد بن حنبل۔ ثعلب امام العربیہ، قنبل المقری ابو عبداللہ بوسنجی فقیہ، بزار صاحبِ مسند ابو مسلم کبخی۔ قاضی ابو حازم۔ صالح جزرہ۔ محمد بن نصر المروزی۔ ابوحسین نوری شیخ صوفیہ۔ ابو جعفر ترمذی شیخ شافعیہ عراقی۔

فلسفی اسحاق بن حنین مشاہیر حکما میں سے تھا۔ خلیفہ مکتفی نے اسکو وزارت پر ممتاز بھی کیا۔ اس کو نجوم میں کمال حاصل تھا۔ ایک دن مکتفی نے کہا۔ ایسا طالع اختیار کر کہ میرا بیٹا ولی عہد ہو۔ اس نے کہا علم کی رو سے ظاہر ہے کہ تیرا بھائی ولی عہد ہوگا۔ ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

فقیہ محمد بن مقاتل رازی، اصحابِ امام محمد میں سے تھے، فقیہ و محدث تھے علی الرازی عالم عارف، زاہد، تلمیذ حسن بن زیاد کتاب الصلوٰۃ مشہور تصنیف ہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۲ - [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۶۳ -

خلیفہ مقتدر باللہ

نام و لقب ابوالفضل کنیت جعفر بن احمد معتضد نام اور مقتدر لقب تھا بعض کا خیال ہے کہ اصلی نام اسحاق ہے وہ متوکل کے ہمشکل تھا، اس لئے اس کا نام بھی جعفر ہو گیا۔ اس کی ماں اُم ولد تھی روم کی باشندہ اور شغب نام تھا۔

خلافت ۲۸۲ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیم و تربیت شاہانہ طور و طریق سے ہوئی۔ یکشنبہ ۱۳ ذی القعدہ ۲۹۵ھ میں بیعت لی گئی۔

قضیہ ابوالفضل کی خلافت کو چار مہینے گزرے تھے کہ ارکان سلطنت اور سپہ سالاروں کی ایک جماعت نے جس میں حسین بن حمدان بن حمدان تغلبی وصیف بن صوارتگین، خزری، محمد بن داؤد بن جراح اور علی بن عیسیٰ سرداران لشکر اور ممتاز اہلِ دفتر تھے، مقتدر کو معزول کرکے عبداللہ بن المعتز کی بیعت لی۔ اس سلسلہ میں حسین بن حمدان، عباس بن حسن کے ہاتھ سے مارا گیا اور فاتک معتضدی بھی جو ابن حمدان کی مدد کو آیا تھا مقتول ہوا۔

ابن المعتز عام لوگ مقتدر کو معزول سمجھ کر ۱۵ ربیع الاول شنبہ ۲۹۶ھ کو ابن المعتز کی بیعت کرنے لگے، ایک رات دن یہی حالت رہی تاہم مقتدر دارالخلافہ سے نہ جدا کیا گیا اور نہ تختِ خلافت سے اُتارا

گیا۔ چند خاص شاہی غلاموں نے ابن المعتز کی جماعت سے مقابلہ کیا اور لڑ کر انہیں اپنے پاؤں پر اگندہ بھاگنے پر مجبور کیا، اس ہنگامہ میں بہت سے لوگ کام آئے، ابن المعتز گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ جس سے مقتدر کے لئے مطلع صاف ہوگیا۔

وزارت مقتدر نے عباس بن حسین کو جس طرح مکتفی کے عہد میں تھا وزارت کے عہدہ پر قایم رکھا، مگر جب عباس مارا گیا تو حسب ذیل لوگوں کی طرف بہ ترتیبِ ذیل وزارت منتقل ہوئی۔

علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات[1]، محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان

---

[1] علی بن محمد بن فرات کا خاندان علاقہ دجیل کا تھا۔ ذی علم اور عدل و انصاف کا خوگر تھا، برمکی کی طرح فیاض اور فاضل، تدبیر سیاست میں ممتاز، تین مرتبہ وزیر بنا اور قرامطہ کی حمایت میں قتل ہوا[1]

علی بن عیسیٰ ایمان دار، عدل و انصاف سے کام لیا کرتا، شراب فروشی اور شراب نوشی کے خلاف احکام جاری کئے۔ پانچ لاکھ دینار ایک سال کا خراج رعایا کو معاف کردیا[2] سخی، فیاض۔ اہلِ علم کا قدر دان اور خود فاضل جلیل تھا۔

عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دیندار وزیر نہ گذرا تھا، حافظ قرآن حدیث میں بھی درک، حساب کا ماہر، صدقات و خیرات میں ہزاروں روپے صرف کرتا تھا، اس نے کار خیر کے لئے اوقات کے دیوان البر کے نام سے ایک شعبہ قایم کیا رعایا

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۴۸ [2] تاریخ الخلفاء، ص ۲۶۴

المقلب بہ دق صدرہ، علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح۔ علی بن محمد بن فرات (دوبارہ وزیر بنایا گیا) حامد بن عباس، علی بن محمد بن فرات (سہ بارہ وزیر بنایا گیا) عبداللہ بن محمد بن عبیداللہ خاقانی۔

عبیداللہ کو وزارت اس وقت ملی تھی جب اس کا باپ محمد بن عبیداللہ زندہ تھا، مگر بیٹے کو عہدہ وزارت پر فائز ہوئے بارہ روز گزرے تھے کہ باپ کا انتقال ہو گیا، اس کی وفات دوشنبہ وقت عصر ۲۲ ربیع الاول کو اور بقول بعض ۳۱۲ھ کے اوائل میں ہوئی، اس وقت تک عبداللہ آخری شخص تھا۔ جو باپ کی زندگی میں وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا

(صفحہ ۱۴۶ بقیہ نوٹ) کی دادرسی کے لئے روزانہ صبح سے عصر تک امور وزارت انجام دیتا، امور مملکت میں بڑا تجربہ کار تھا، انتظامی حیثیت سے اسکا دور وزارت کامیاب ہا ۳۰۴ھ میں مقتدر نے اسکو معزول کر دیا، اسکے بعد حامد بن عباس وزیر ہوا وہ سنگدل اور نا اہل تھا اسکو ہٹا کر محمد بن عبداللہ کا دوبارہ تقرر ہوا۔ پھر یہ بھی معزول ہوا تو ابوالعباس احمد بن عبیداللہ بن احمد بن خصیب کا تقرر عمل میں آیا۔ ۳۱۴ھ میں یہ بھی نکالا گیا ابن مسکویہ لکھتا ہے "یہ شرابی تھا، حکومت کا نظام بگڑ گیا، ابن خصیب کے بعد ابو علی محمد بن علی بن مقلہ وزیر ہوا۔ اس کے حالات آگے آتے ہیں ۳۱۶ھ میں معزول کر کے فارس جلا وطن کر دیا گیا۔ اسکے بعد ابوالقاسم سلیمان بن حسن بن مخلد وزیر بنا، مگر اس سے بھی وزارت نہ سنبھلی عبیداللہ بن محمد کلواذی کو یہ منصب ملا مگر یہ بھی مالیات کو سنبھال نہ سکا جیسا کہ آگے ذکر کیا جائیگا پھر حسین بن قاسم وزیر ہوا اسکے بعد ابوالفضل جعفر بن فرات کو قلمدان وزارت سپرد ہوا۔ اسکے وقت میں مقتدر قتل ہوا۔

احمد بن عبید اللہ خصیبی۔ علی بن عیسیٰ (دوبارہ وزیر بنایا گیا) ابو علی بن محمد بن علی بن مقلہ، سلیمان بن حسن بن مخلد بن جراح (علی بن عیسیٰ کا ابن عم تھا) عبید اللہ بن محمد کلواذانی حسین بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب فضل بن جعفر بن موسیٰ بن فرات،

مقتدر کی انگشتری میں المقتدر باللہ کندہ تھا۔

قضا منصب قضا پر جن لوگوں کا تقرر عمل میں آیا ان کے نام یہ ہیں۔
محمد بن یوسف بن یعقوب، مشرقی سمت اور کرخ کیلئے مقرر کئے گئے تھے، ترقی کر کے قاضی القضاۃ کا درجہ حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ عمر بن محمد بن یوسف کو یہ عہدہ عطا کیا گیا اور تقرر بھی اسی سمت شرقی اور کرخ کے لئے عمل میں آیا۔ مدینۃ المنصور اور ماتحت علاقہ جات کے لئے یہ لوگ بہ ترتیب ذیل مقرر کئے گئے۔

عبد اللہ بن علی بن ابی الشوارب ان کے صاحبزادہ محمد بن عبد اللہ عمر بن حسن (اشنانی کے نام سے مشہور تھے) بعد کو ان کا عہدہ توڑ دیا گیا) حسن بن عبد اللہ بن ابی الشوارب، عمر بن محمد بن یوسف۔

حجابت حجابت کے عہدہ پر بہ ترتیب سوسن مولیٰ، نصر قشوری، یاقوت اور رائق کے دو بیٹے ابراہیم اور محمد مقرر کئے گئے۔

فتنۂ قرامطہ مسعودی کا بیان ہے کہ اہم حوادث اور غیر معمولی واقعات جو مقتدر کے عہد (۳۱۲ھ) میں رونما ہوئے۔ اُن کی کوئی مثال پیشتر اسلام میں نہیں ملتی، ابو طاہر سلیمان بن حسن بن بہرام جنابی حاکم بحرین

۲۵ ربیع الاول ۳۱۱ھ کو چار سو سوار جن کی سواری میں چار سو گھوڑیاں تھیں اور پانچ سو آدمیوں کی پیدل پلٹن کے ساتھ احسار (بحرین میں واقع ہے) سے چھ راتوں میں بصرہ پہنچا اور شب کے وقت شہر میں گھس گیا سبک مقلحی اور اس کے رفقاء اور رعایا میں جسکا اس سے سامنا ہوا قتل کرتا گیا، لوگ خوف سے بھاگ بھاگ کر ابلہ، مفتح، شطوط، انہار، جزائر اور دوسرے مقامات میں چلے گئے، شہر میں سترہ روز ٹہر کر جو کچھ مال سمیٹ سکے اس کو لے کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ پھر حجاج کے قافلوں کو جو مکہ معظمہ سے واپس آ رہے تھے، ثعلبیہ کے قریب بہیر کے نواح میں جاکر روکا، اسوقت یہ جماعت پانچسو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی، اس نے قافلہ کے شرفاء حجاج اور عوام کے خون سے زمین کو رنگین کر کے ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون امیر قافلہ احمد بن محمد بن کشمر و نیز ممتاز حضرات اور ہر طبقہ کے بہت سے مرد اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ شمسیہ اور تمام مال و اسباب جس کا شمار اور اندازہ کسی طرح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لوٹ لیا، یہ واقعہ یکشنبہ ۱۹ محرم ۳۱۲ھ کا ہے۔

۳۱۳ھ میں ابو طاہر نے حجاج کے قافلوں کی جو حج کیلئے گھروں سے نکلے تھے ناکہ بندی کی، اس وقت بھی اس کی جماعت کی تعداد پانچسو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی۔ قافلہ کے بعض آدمیوں پر اس کا داؤ چل گیا۔ مگر باقی لوگ کوفہ اور مدینۃ السلام سے واپس چلے گئے۔ ابو طاہر نے بھی کوفہ کا رخ کیا۔ اس کے مقابلہ کے لئے دربارِ خلافت سے

جعفر بن ذرقار شیبانی جفنی صفوانی خادم مولیٰ ابن صفوان عقیلی شامی سرحد اور انطاکیہ کا حاکم سنمل خادم دلفی طریف سبکری خادم اسحاق بن شیرو بن سبکری معہ فوج کے بھیجے گئے، اسنے مقابلہ پر لوگوں کو شکست دی، بیشمار آدمیوں کو قتل کیا اور جنی صفوانی کو لوگوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔

کوفہ سے مال و اسباب اور اپنے اہلِ خاندان کو لیکر احساء واپس چلا گیا اور کوفہ کو اسمٰعیل بن یوسف بن محمد بن یوسف المعروف بہ اخیضر صاحب یمامہ بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے سپرد کر گیا۔

ابوطاہر کے مقابلہ کے لئے ابوالقاسم یوسف بن ابی سباح اپنی افواج لے کر واسط سے روانہ ہوا۔ یہ آذربائیجان ارمینیہ اتران نبلیقان وغیرہ ممالک کا حاکم تھا اور بارگاہِ خلافت سے واسطہ بھیجا گیا تھا تاکہ فوجی تیاریاں کرکے بحرین کی طرف فوج روانہ کرے۔ ابھی یہ واسطہ میں تیاریاں کر رہا تھا کہ دفعتہً کوفہ پر حاکم بحرین کی چڑھائی کی خبر ملی وہ فی الفور اس کے مقابلہ کیلئے نکل کھڑا ہوا، اور ابوطاہر آگے بڑھ کر ایک مقام پر جو خورنق کے نام سے مشہور تھا۔ اترا اور اس پر اپنا قبضہ کیا، ابن ابی سباح بھی دوسرے روز ابوطاہر کے قریب ایک مقام پر آ اترجو بین النہرین کے نام سے مشہور تھا اور قریہ حروراء کے متصل واقع تھا۔ اسی حروراء کیطرف خوارج کے فرقہ حروریہ کی نسبت کی جاتی ہے۔ الغرض ابوطاہر اس قریہ اور کوفہ کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔

۹ شوال شنبہ ۳۱۵ھ کو دونوں جماعتوں میں معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ ابن ابی ساج گرفتار ہو گیا۔ اس کی فوج کے پرخچے اڑا دیئے گئے اور تیس ہزار سے زیادہ سوار اور پیدل آدمی کام آئے، اسکے علاوہ اس کی فوج کا معتدبہ حصہ راستے ہی سے جدا ہو گیا تھا۔ اور ایک حصہ ابھی پیچھے باقی رہ گیا تھا۔ حاکم بحرین کے تقریباً دو ہزار آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر پیدل تھے۔

ابو طاہر کوفہ سے انبار آیا اور اس کو اپنے قبضہ و تصرف میں لایا، ساتھ کے کچھ لوگ دریائے فرات کو پھاند کر مشرقی سمت میں جا پہنچے اور انبار کے سپہ سالار اور اکابر مثلاً حارثی برغوث، ابن ہلال، محمد بن یوسف خزری کو قتل کر دیا۔

ابو طاہر نے دریائے فرات پر ایک پل بنایا اور اپنی جمعیت نیز اہل خاندان کو یہیں چھوڑ کر خود سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ انبار سے گزرتا ہوا شاہی دربار تک جانا چاہا اور زبارا تک جو ایک چھوٹی نہر ہے بڑھتا چلا گیا تھا۔ یہ نہر عقر قوق مشہور پہاڑی سے ایک فرسخ کی بلندی پر ہے، مدینۃ السلام سے اس کی مسافت ایک دن سے بھی کم ہے۔

مونس خادم نصر حاجب المعروف کشوری اور ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان جو ابن ابی ساج کے مقابلہ سے پہلے چھوٹ چکا تھا اور اس کے ساتھ کے قیدی بھی رہا ہو چکے تھے دربار خلافت کا تمام شاہی لشکر اسی نہر پر پڑا ہوا تھا۔ جب انہیں ابو طاہر کے قریب آنے کی خبر ہوئی تو نہر کا پل کاٹ

دیا۔ یہ نہر دونوں فریقوں کے درمیان حد فاصل بن گئی۔ ابوطاہر کی پیدل فوج کے چھ آدمی پانی میں اتر آئے تھے، مگر ان پر دوسری سمت سے تیروں کی بوچھار پڑنے لگی، چار و ناچار اس نے انبار واپس جانے کی ٹھہرائی۔

مونس نے اپنے غلام بلیق کو تقریباً تین ہزار اور بقول بعض سات ہزار فوج کے ساتھ قصر ابن ہبیرہ کے راستہ پر متعین کیا جو کوفہ جاتے ہوئے راستہ میں ملتا ہے، یہ لوگ فرات کے جسر سورا کو عبور کر کے بر اہ خشکی روانہ ہوئے اور راستہ کتراکے ابوطاہر کی جمعیت تک پہونچنے کی کوشش کی بعض ممتاز آدمیوں نے پانی میں اتر کر ابوطاہر کے بنائے ہوئے پل کو جلا ڈالا۔ جس کے جل جانے سے وہ نہر کی مشرقی سمت میں رہ گیا۔ اس کی جماعت نہر کی غربی جانب میں تھی۔ جب اس نے بلیق کی آمد کی خبر سنی تو ایک چھوٹی سی کشتی میں دریائے فرات کو طے کیا۔ جس میں اس کے تین بھائی بھی تھے۔ بقیہ لوگ تیر کر دریائے فرات کے پار ہوئے اور بھاگ کر اپنی جماعت میں جا ملے۔ ابوطاہر کے دو بھائی ابوالعباس فضل اور ابویعقوب یوسف اپنی جماعت ہی میں تھے جب انہیں بلیق کے نزدیک آنے کی خبر ملی، اسی وقت انھوں نے ابن ابی سباح کو قتل کر دیا۔

بلیق آ پہنچا اور ان لوگوں سے سرگرم پیکار ہوا۔ مگر اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور خود اس کی جان بچ گئی۔

ابوطاہر تمام سامان اور اسباب لے کر شہر ہیت آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

اس نے انبار کیجانب ہیت سے کچھ فاصلہ پر مقام فم بقہ میں تمام رفقاء کے
کئی جتھے کر دیئے تھے یہ سب کے سب مسافت طے کر کے یہاں آ کر اس سے
مل گئے، یکشنبہ ۱۰ ذی الحجہ سنہ مذکور میں ہیت کے لوگوں نے اس کا
مقابلہ کیا، شام کو ہارون بن غریب الخال ابو العلاء سعید بن حمدان یونس
غلام اصبہی اور دوسرے اکابر بھی وہاں پہنچ گئے تھے جن کے آنے سے
جنگ کے شعلے اور بھڑک اٹھے، شہر پناہ کی دیواروں سے جنگ ہونے لگی
دفعتہً غنیم کے کئی قلعہ شکن آلات میں آگ لگ گئی۔ جس کی وجہ سے
وہ لشکر گاہ کو واپس گیا اور دوسرے روز دو شنبہ کی صبح کو رحبہ مالک
بن طوق کے ایک گوشہ کی طرف روانہ ہوا۔ کوچ سے پہلے علی الصباح
اس کی لشکر گاہ سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے، مگر وہ دراصل سباب
اور سامان کو آگ کی نذر کر رہا تھا، کیونکہ اس کے پاس بار برداری کے وسائل
کی کمی تھی اور سامان اور کنبہ کے لوگ بہت تھے۔

جب وہ رحبہ پہنچا، اس وقت یہاں کا حاکم ابو جعفر محمد بن عمرون
تغلبی تھا۔ اس نے شہر کو بزور شمشیر فتح کیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ یہ جگہ شام
کی طرف ہے اور پھر قرقیسیا کو جو جزیرہ کی سمت میں واقع ہے فتح کیا
یہاں سے اس نے جماعت کی ٹولیاں بنا کر اطراف و اکناف میں روانہ
کیں اور فوج کا ایک ایک دستہ حسین بن علی بن سبز ثقفی اور معاذ اعرابی
کلابی کی سرکردگی میں کفر توثا راس العین اور نصیبین کی طرف روانہ کیا
جس نے قبائل تغلب اور نمر کے بدوؤں اور شہریوں سے مقابلہ کیا۔

اس سے پہلے سلیمان جلی کو لشکر کی رسد کے کئے کفر توشا بھیجا تھا یہ شخص اس جماعت میں نہایت متقشف اور ان کے مذہب سے پورا واقف تھا، ابوزکریا بحرانی کی جماعت میں شریک تھا بعد کو ابو سعید جنابی اور اس کی اولاد سے جاملا۔

فوج کا ایک اور دستہ جس میں کم وبیش دو ہزار آدمی تھے رقہ بھیجا جو رجہ سے تیس فرسخ کے فاصلہ پہ تھا، یہ دستہ بھی حسین بن علی بن سبزہ اور معاذ کلابی کی سرکردگی میں روانہ ہوا، یکشنبہ ۲۲ر جمادی الاول ۳۱۶ھ کو دونوں رقہ پہنچے، اس وقت یہاں کا امیر نجم غلام جنی صفوانی تھا، سہ شنبہ ۲۵ر جمادی الاولی کو طرفین میں لڑائیاں ہوئیں۔ چہارشنبہ کو کچھ دن باقی تھا کہ اس کی فوج رجہ سے واپس چلی گئی۔ جانبین کے کچھ آدمی مارے گئے جس میں رقہ کے آدمی زیادہ تھے۔

یکم شعبان ۳۱۶ھ کو وہ رجہ سے روانہ ہوا اور براہ خشکی اور براہ دریائے فرات اسنے مسافت طے کی، رجہ میں تقریباً سات ماہ تک اقامت کی، یہاں سے چل کر دوبارہ ہیت آیا اور اب کے اس نے خشکی اور دریائی راستوں سے اس پر حملے کئے، طرفین میں زور شور کی معرکہ آرائیاں ہوئیں جب اس نے اس شہر پہ پہلی بار حملہ کیا تھا تو اسکے پاس کشتیاں نہیں تھیں الغرض وہ یہاں سے بھی روانہ ہوا اور کوفہ اور قادسیہ کے نواح میں پہنچگیا یہاں رسد فراہم کرکے بصرہ کے بیرونی حصوں کو طے کرتا ہوا بحرین واپس چلا گیا۔

اور ۳۱۷ھ میں چھ سو سوار اور نو سو پیدل فوج لیکر مکہ معظمہ کی طرف بڑھا اور

۷رذی الحجہ دوشنبہ کے دن یہاں پہنچا۔ یہاں کا حاکم محمد بن اسمٰعیل معروف بہ ابن مخلب تھا۔ عمائدِ شہر حجاج اور عام باشندے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ مگر جب نطیف غلام ابن حاج مقتول ہوا تو اس کے لئے میدان خالی کر دیا گیا۔ نطیف مکہ کے با اثر لوگوں میں تھا اور اس پر کافی اعتماد کیا جاتا تھا۔ لوگوں نے تلواریں لے کر خانۂ کعبہ میں پناہ لی، لیکن وہ خونریزی اور قتلِ عام سے باز نہیں آیا۔

جو لوگ اس گروہ کے ہاتھوں بلد الحرام اور دوسرے شہروں میں مارے گئے تھے انکی تعداد کم و بیش تیس ۳۰ ہزار تھی، بہت سے لوگ وادیوں میں، کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور کچھ جنگلوں میں پیاس اور سخت تکالیف اٹھا کر ہلاک ہو گئے تھے جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکا۔

خانہ کعبہ کی بے حرمتی

اس نے بیت الحرام کے دروازے جن پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے توڑ ڈالے، خانہ کعبہ میں چاندی کی جتنی محرابیں، جتنے یمنی مہرے، جتنے جھاڑ اور سونے چاندی کے جتنے منطقے تھے۔ جن سے بیت الحرام ہر وقت آراستہ رہتا تھا اس نے ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ حجر اسود کو اکھاڑ کر اس کی جگہ کو اتنا گہرا کر دیا کہ تقریباً کہنی تک ہاتھ چلا جاتا تھا۔ پھر کعبہ کا غلاف اُتارا اور اس تمام سامان کو پچاس اونٹوں پر بار کیا۔ اس دار و گیر اور قتلِ عام کے وقت جن لوگوں نے بیت الحرام میں پناہ لی تھی ان کی وجہ سے بعض چیزیں لٹنے سے بچ گئیں، یہ واقعہ دوشنبہ ۱۳ رذی الحجہ ۳۱۷ھ کا ہے اس کی فوج

مکہ معظمہ میں آٹھ روز تک مقیم رہی، روزانہ صبح کو شہر میں داخل ہوتی تھی اور شام کو واپس باہر آتی تھی، بالآخر قتل و غارت کرتی ہوئی ہفتہ کے روز مکہ سے روانہ ہوئی۔ راستہ میں قبیلہ ہُذَیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضران سے مزاحم ہوا، قبیلہ کے لوگ تنگنایوں، گھاٹیوں اور پہاڑیوں میں پھیلے پڑے تھے وہ پتھروں اور خنجروں سے حملہ آور ہوئے اور اس کو آگے بڑھنے سے روکدیا یا فوج رستہ بھول گئی، تین دن تک پہاڑوں اور وادیوں میں بھٹکتی پھری اس بادیہ نوردی میں بہت سے مرد و زن جو گرفتار تھے، انہوں نے اس کی قید سے نجات پائی۔

اس وقت اس جماعت کے انواع و اقسام کے مال و اسباب سے تقریباً ایک لاکھ اونٹ لدے ہوئے تھے، قبیلہ ہُذَیل نے بہت اسباب و سامان اور ہزاروں اونٹ اس سے چھین لئے، غنیم نے ہُذَیل کے ایک سیاہ فام غلام کو جس کا نام زیاد تھا۔ اماں دی تھی جس کی مکافات میں اس نے ان لوگوں کو راستہ بتایا تو وہ تنگنایوں سے نکل کر اپنے ملک واپس آگئے[۱]۔ قرامطہ کا بقیہ حال رازی کے تذکرہ میں ہے۔

منصور حلاج مضافاتِ ملک فارس میں شہر بیضاء کے باشندے حسین بن منصور معروف بہ حلاج کے قتل کا مشہور واقعہ ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کو ظہور پذیر ہوا۔ وہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر بغداد آیا اور انا الحق کی آواز لگائی، اس کا قول تھا کہ انسان میں خدا حلول کر سکتا ہے، یہ قرآن و حدیث سے

---

[۱] تنبیہ و اشراف ص ۲۷۱ تا ۲۸۲۔

بے خبر تھا. حکومت نے اس کو گرفتار کر لیا اور قاضی ابو عمرو اور دیگر علمائے نے اسکے زندقہ کی تائید کی اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کو اس کے سو کوڑے لگائے گئے، دونوں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، سر تن سے جدا کیا گیا اور لاش جلادی گئی یہ تمام واقعات پولیس کی جماعت کے روبرو قیدخانہ کی فصیل پر انجام پائے، قیدخانے کو عرف میں مزف کہتے ہیں[۱] اس کی نسبت جو جو مذہبی باتیں ہر جگہ بیان کی جارہی تھیں، انکی وجہ سے وہ نہایت خطرناک سمجھا گیا تھا، اسکے متبعین اور پیروؤں کی تعداد بہت تھی، حلاج تصوف اور الوہیت کی باتیں کرتا تھا، اسکے مسلک و مذہب کے متعلق جو روایتیں صحت کی حد تک پہنچی ہیں یا جو کچھ خود اس نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان باتوں کو مسعودی نے ارباب النحل و روسا الملل کے تذکرے ذیل میں بیان کیا ہے[۱]۔

شحنہ | مقتدر نے بغداد کے شحنہ عمرویہ کو نکال دیا جو ابن معتز کا حامی تھا اس کی جگہ مونس خازن شحنہ مقرر ہوا۔

حامیان معتز کا قتل

ابن معتز، امیر محمد بن داؤد، قاضی احمد بن یعقوب، بدر العجمی، امیر وصیف بن صوار تگین کاتب وغیرہ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا، بعضوں کو قتل کر دیا[۲]۔ حسین بن حمدان والی موصل جس نے مقتدر کے خلاف ابن معتز کی حمایت کی تھی بچ نکلا اسکے بھائی ابو الہیجا کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا گیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی آخر

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۱ [۲] تجارب الامم ابن مسکویہ ج ۱ ص ۲۔

حسین بن فرات کے ذریعہ خطا معاف کرا کر مقتدر کے حضور حاضر ہو گیا۔ مقتدر نے اس کی عزت افزائی کی اور قم اور قاشان کا والی بنا دیا[1]۔ کچھ دن کے بعد ہبیہ کا علاقہ بھی اسکو دے دیا یہ ۳۰۳ھ تک ان مقامات کا حکمران رہا۔
وزیر علی بن عیسیٰ اور حسین بن حمدان میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا۔ تو وزیر نے حسین کو حکم دیا کہ موصل کے علاقے عباسی عمال کے سپرد کر دے اسنے انکار کیا۔ مقتدر نے فوجیں مونس کی سرکردگی میں بھیجیں حسین اور ابوالہیجا گرفتار ہوئے۔ ۳۰۵ھ میں ابوالہیجا آزاد ہوا اور حسین قتل کر دیا گیا[2]۔

وقائع ۳۰۵ھ شاہ روم کی طرف سے دو قاصد بغداد آئے اور یہ درخواست پیش کی کہ فریقین آپس میں صلح کر کے قیدیوں کو فدیہ پر رہا کر دیں، مقتدر نے یہ درخواست منظور کرلی اور اس کام کے انجام دینے کے لئے مونس کو بھیجا۔ اسنے حکم کی تعمیل کی۔

دولت ادریسیہ اغالبیہ دولت ادریسیہ واغالبیہ کا خاتمہ عبیداللہ مہدی فاطمی کے ہاتھوں ہوا۔ فاطمی حکومت قائم ہوئی اس کا مستقر شہر مہدیہ (متصل قیروان) تھا۔

بغاوت مرداویج دیلمی سردار مرداویج بن زیاد نے ۳۱۵ھ میں علمِ بغاوت بلند کیا۔ سب سے پہلے حاکم جرجان۔ اسفارین، شیرویہ پر حملہ آور ہوا۔ اس کو قتل کر کے قزوین، رے، ھمدان۔ کنکو۔ قم۔ کاشان،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳ [2] ابن خلدون ج ۳ ص ۲۶۸

اصفہان اور طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ایک سونے کا تخت بنایا گیا، جس پر بیٹھ کر وہ دربار کیا کرتا تھا۔ مقتدر کو خبر لگی۔ اس نے فوج بھیجی وہ ناکام رہی۔ مگر مرداویج نے بطور حفظ ماتقدم مقتدر کو چند لاکھ سالانہ خراج دینا منظور کر لیا۔ غرض کہ خراسان اور ماوراء النہر میں آل سامان کا کچھ یوں ہی سا اقتدار باقی رہ گیا تھا۔ ان کے مقابل ایک جدید طاقت دیلمیوں کی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آلِ حمدان

موصل پر آلِ حمدان کا ایک عرصہ سے اقتدار بڑھ رہا تھا، یہ لوگ بہادر اور شجاع تھے، موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے اپنی حکومت کی بنا ڈال دی۔

رومی حملہ

رومیوں نے بغداد کی کمزوری محسوس کر کے ۳۰۳ھ میں جزیرہ کے حدود پر حملہ کر دیا۔ سرحد پر فوج نہ تھی، رومی قلعۂ منصورہ پر فاتحانہ آ گئے اور صدہا مسلمان گرفتار کر کے لے گئے۔ جن کو مقتدر نے چھڑایا جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ پھر ۳۱۵ھ میں قیصر روم نے ملیطہ پر حملہ کیا اور اس کو ویران کر ڈالا۔ وہاں کے بہت سے مسلمان قتل ہوئے مقتدر کو اہل ملیطہ نے اطلاع دی، مگر ان کی فریاد نہیں سنی گئی۔ وہ عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ مجبور ہو کر ۳۱۵ھ میں خود طرسوس کے مسلمانوں نے رومی سرحد پر حملہ کر دیا۔ چار سو مسلمان گرفتار ہو گئے اور بہت سے شہید کر دیئے گئے۔ اس سال دمستق رومی نے ایک عظیم الشان فوج لے کر آرمینیہ کے سب سے بڑے شہر دبیل پر چڑھائی کی اس کے ساتھ منجنیق وغیرہ قلعہ شکن آلات کے علاوہ آتش باری کے بڑے بڑے برج بھی تھے مگر مسلمانوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور رومیوں پر

غالب آکر دس ہزار کو تہِ تیغ کر ڈالا۔ اس فتح سے سرحد کے رومیوں پر مسلمانوں کا رعب غالب ہو گیا۔

زیاری حکومت کا قیام

مقتدر کا عہد دولتِ عباسیہ کے لئے پُر آشوب تھا۔ ایک تو ان کے مقابل آل ہاشم عبید اللہ فاطمی نے حکومت مغرب میں قائم کی۔ جرجان میں محمد زید علوی کے قتل کے بعد اس خاندان کے ایک رکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان لینے کی دوبارہ فکر ہوئی اس پر اس وقت احمد بن اسمٰعیل سامانی کا قبضہ تھا۔ اطروش دیلم پہونچا، تیرہ سال اسلام کی اشاعت کی، ہزاروں دیلمی اسکے ہاتھ پر اسلام لائے، ان کو ہمراہ لے کر محمد بن اسمٰعیل سے مقابلہ کرنا چاہا۔ مگر دیلمی رضا مند نہیں ہوئے، طبرستان پر عبد اللہ بن محمد کا تقرر ہوا۔ اس کے مرنے پر محمد بن ابراہیم والی ہوا یہ دیالمہ سے الجھ پڑا۔ تو اطروش نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ۳۰۱ھ میں طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم کو مار بھگایا۔ چار سال بعد کسی سامانی نے اسکو قتل کر دیا۔ تو اس کا داماد حسن بن قاسم المعروف بہ داعی جانشین ہوا اس نے دیلمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علاقے قبضہ میں کر لیے۔ کچھ دن بعد اس کا دیلمی افسر اسفار بن شیرویہ، سعید بن نصر سامانی سے مل گیا اور حسن مقابلہ میں کام آئے۔ ان کے مقبوضات پر اسفار قابض ہو گیا۔ جس کے ایک افسر ہارون بن بہرام نے ابو جعفر بن حسن کو گدی نشین کیا۔ لیکن اسفار نے دونوں کو مروا ڈالا اور طبرستان سے نئی علوی حکومت ختم ہو گئی۔ اسفار نے سامانیہ کا خطبہ بند کر دیا، نصر بن احمد

سامانی نے فوج کشی کر دی، اسفار گھبرا گیا اور صلح کر لی۔ مرداویج کے آدمیوں نے اسفار کو بھی قتل کر دیا، اس کا علاقہ مرداویج کے قبضہ میں آگیا، اس طرح اسکی قوت بہت بڑھ گئی، اس نے چند دنوں ہمدان، دیلوز، قم، کاشان اور اصفہان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قایم کر لی دولت عباسیہ نے آخر دو لاکھ سالانہ پر مفتوحہ علاقہ کا ٹھیکہ ۳۱۹ھ میں مرداویج کو دیدیا اور اسکا والی بنا دیا غرض کہ جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت قائم ہو گئی [۱]

امیر الامرا مونس

مونس مقتدر کا غلام تھا، اس کو بڑھا کر امیر الامرا کر دیا وہ تمام امور مملکت پر حادی ہو گیا۔ اب مقتدر کی آنکھ کھلی تو اس کو نظروں سے گرانا چاہا۔ چنانچہ مونس نے امیر ابوالہیجا ابن حمدان والی جبل اور دوسرے امرا کو گانٹھ لیا، اور ۳۱۷ھ میں مقتدر کو لکھا۔

> "شاہی خدم و حشم اور حرم سلطانی کے بیجا مصارف، جاگیروں پر ان کا قبضہ و تصرف اور امور سلطنت میں ان کا مداخلت کرنا فوج میں برہمی کا سبب بن رہا ہے، ان کا مطالبہ ہے کہ آپ جاگیریں ان کے قبضہ سے نکال لیں، خدم و حشم کو الگ کر دیں، ہارون بن غریب زجو مقتدر کا عزیز تھا مقتدر کو یہ خیال ہوا کہ میری جگہ امیر الامرا یہ بنایا جا رہا ہے، کو محل سے نکال دیا جائے۔"

مقتدر نے ہارون کو شام و جزیرہ کی سرحد کا حاکم کر دیا اور تمام

۱؎ ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۷

مطالبات ماننے کو تیار ہو گیا مگر مخالفین کی تشفی نہ ہوئی۔ محرم ۳۱۷ھ میں مونس نازوک، ابوالہیجا اور دوسرے امرائے نے مقتدر کو معہ اہل و عیال کے مونس کے محل میں قید کر دیا۔ اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہر باللہ کا لقب دیا۔ اور قاضی ابو عمر و مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے خلع کا حلف لیا۔ نازوک نے قصر خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ وہ بگڑ بیٹھی۔ قاہر سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور اس کو گھیر لیا اور نازوک اور ابوالہیجا کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف مونس کے محل سے مقتدر کو نکال لیا اور قصر خلافت میں لے آئے۔ قاہر سے مقتدر نے کوئی باز پرس نہ کی اور اسکی ماں کے پاس نظر بند کر دیا۔

دوبارہ بیعت خلافت

مقتدر نے تجدید بیعت کا اعلان کیا، شاہی سامان بیچ کر فوج کو تنخواہ دی، امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا[۱]۔ اس وقت تو مقتدر دوبارہ حکمران بن گئے۔ مگر امیر مونس کی جاہ پسندی اور دیگر امراء کی خود غرضی اور رشک و رقابت رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی۔ دو جماعتیں بن گئیں۔ امیر مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک جماعت کے سرغنہ تھے۔ صاحب دولت یاقوت اور محمد بن یاقوت شحنۂ بغداد دوسری جماعت کے سرگروہ تھے۔ سنہ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا محکمہ بھی محمد بن یاقوت کو دیدیا۔ مونس بگڑ بیٹھا کہ اس عہدہ پر قاضی عدل

---

[۱] ابن اثیر جلد ۸ ص ۶۲ تا ۶۵۔

ہونا چاہیئے تھا۔ مقتدر نے یاقوت اور محمد کو کل عہدوں سے علیحدہ کیا، یاقوت کو کرمان وفارس اور محمد کو سجستان اور دوسرے لڑکے مظفر کو اصفہان کا والی بناکر بھیجدیا۔ حاجب ابراہیم رائق اور اس کے بھائی محمد کو شحنۂ بغداد مقرر کیا۔

مالی حالت حرم سلطانی کے اسراف بیجا، مقتدر کے مصارفِ کثیر اور محاصل کی قلت نے حکومت کا مالی نظام بگاڑ دیا۔ اور خزانہ خالی ہوگیا ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن وہب الگ کیا گیا اور اسکی جگہ ابوالقاسم کلواذانی کا تقرر ہوا۔ لیکن وہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا۔ اس لئے حسین بن قاسم کو منصبِ وزارت تفویض ہوا۔ مونس اور حسین میں اختلاف ہوگیا تو حسین نے اپنی عالی دماغی سے بغداد میں مونس کے خلاف فضا پیدا کردی۔ مونس یہ رنگ دیکھ کر موصل چلا گیا، یہاں اسکا مال و اسباب ضبط ہوا۔ حکومت کو ۳ لاکھ اشرفی ہاتھ لگی، شاہی خزانہ میں دولت جمع ہوگئی، مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کا لقب دیا اور سکوں پر اسکا نام نقش کرایا۔ حسین نے تمام امراء کو جو مونس کے ساتھ چلے گئے تھے بغداد بلا بھیجا اور آلِ حمدان کو کہلا بھیجا کہ امیر مونس کی تیغ سے مدارات کرلیا چنانچہ آلِ حمدان تیس ہزار فوج سے امیر مونس کو روکنے آئے اس نے آٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو شکست فاش دی اور موصل پر قبضہ کرلیا۔ مونس بڑا فیاض، محسن اور سیر چشم تھا۔ بغداد اور مصر، شام سے لوگ اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور یہاں پھر فوج دانہ دانہ کو محتاج

ہوگئی۔ وہ بھی موصل پہنچے۔ مونس نے ان سب کو ہمراہ لے کر بغداد پر ۳۲۰ھ میں حملہ کردیا جس سے مقتدر کے حواس جاتے رہے۔

مقتدر کا قتل مقتدر نے ابوالعلا سعید بن حمدان اور صافی بصری کو مونس کے روکنے کے لئے سُر من رائے اور محمد بن یاقوت کو "معشوق" روانہ کیا۔ ابن یاقوت کی سیاہ چلتی بنی۔ محمد بن یاقوت نے مقتدر سے کہا۔ آپ خود مونس کے مقابل ہوجئے، وہ آپ کو دیکھ کر رام ہوجائے گا۔ آخر کار مقتدر توج لے کر نکلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۲۰ھ میں بری طرح قتل ہوا۔ اسکا سر جدا کر کے لکڑی پر آویزاں کیا گیا، بدن پر سے کپڑے اتار کر لاش عریاں چھوڑ دی گئی۔ ایک راہ گیر نے گڑھا کھود کر مقتدر کی لاش کو زمین میں دفن کردیا۔

مونس خود راشدیہ میں مقیم تھا، مقتدر کا سر اس کے سامنے پیش ہوا اسنے افسوس کیا۔ قتل کے وقت مقتدر کی عمر ۳۸ سال کی تھی اور مدت خلافت پچیس سال[1]

حلیہ مقتدر کا حلیہ یہ تھا۔ قد میانہ، ذرا جھکا ہوا۔ آنکھیں چھوٹی گندم گوں رنگ خوبصورت چہرہ، ڈاڑھی خوشنما اور سُرخی مائل[2]

تجمل و طمطراق مقتدر، عقل و دانش اور تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا۔ لیکن اس کو عیش پرستی نے ناکارہ کردیا تھا، ہر وقت عورتوں کی صحبت میں رہتا۔ ظاہری طمطراق اتنے بڑھا رکھے تھے کہ

---

[1] تجارب الامم۔ [2] التنبیہ والاشراف ص ۳۷۲۔

حکومت ان کے اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی۔ لونڈیوں اور محلاتِ شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹایا تھا۔ خزانہ کے قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کر دیئے تھے! ایک ایک دربار کی شان و شوکت میں لاکھوں روپیہ صرف کر دیا کرتا تھا۔

مقتدر باللہ کا عہدِ حکومت باوجود اندرونی شورشوں اور بیرونی فتنوں کے شان و شکوہ اور عظمت و جلال کا عہد تھا۔

۳۰۵ھ میں جب شہنشاہِ روم کا سفیر مصالحت اور قیدیوں کے باہمی تبادلے کی غرض سے بغداد آیا تو خلافت کی ہیبت اور دبدبہ کا مظاہرہ کرنے کے لئے ایک نو تعمیر محل میں اس کا وسیع پیمانہ پر خیر مقدم کیا گیا محل دارالشجرہ نہایت بیش قیمت فرنیچر سے سجایا گیا تھا۔ مجلس میں قرینہ سے دروازوں، دہلیزوں، صحنوں، اور راستوں پر حاجب اور خادم مامور تھے اور دورویہ قطاروں میں سپاہی صف بستہ کھڑے تھے انکا لباس نہایت موزوں اور وقت کے مناسب تھا، ان کے گھوڑوں پر زربفت اور دوسرے اعلےٰ قسم کی جھولیں پڑی تھیں [1]۔

علامہ سیوطی کا اس واقعہ کے متعلق یہ بیان ہے۔

"مقتدر نے بڑے وسیع پیمانہ پر اس سفیر کے استقبال کی تیاریاں کی تھیں، باب شماسیہ سے دارالخلافت تک ایک لاکھ ۶۰ ہزار مسلح فوج صف بستہ کھڑی تھی، فوج کے آگے ۷ ہزار خادم دست بستہ کھڑے تھے انکے بعد سات سو

---

[1] تاریخ بغداد خطیب بغدادی ص ۱۰۰ تا ۱۰۲

حاجب کھڑے تھے۔ دارالخلافہ کی دیواروں پر اٹھائیس
ہزار ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے اور بائیس ہزار دوسرے
بیش قیمت اور اعلیٰ قسم کے پردے پڑے ہوئے تھے[1]۔ دربار
کی آرائش کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں بارہ ہزار
فرش بچھائے گئے تھے۔[2]"

مقتدر باللہ دجلہ کے کنارے آبنوس کے تخت پر تاج پہنے جلوہ
فرما تھا، بدن پر سفید ریشمی لباس تھا۔ جس پر سونے کا کام بنا تھا۔ تخت پر
منقش سنہرا فرش بچھا تھا جس کی جھالریں تسبیح کے دانوں کے برابر
نہایت بیش قیمت جواہرات لٹک رہے تھے، پانچ شہزادے تین دائیں
جانب، دو بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اسوقت قاصد اور ترجمان سامنے کھڑے
ہوئے تھے، قاصد (سفیر) نے سجدہ کیا۔ اور موتس خادم اور نصر قشوری کے۔
واسطہ سے جو مقتدر کے ترجمان تھے گفتگو کی۔"

دارالشجرہ محل دارالشجرہ میں سونے چاندی کا ایک درخت بنایا گیا تھا،
اس کا تنہ اور شاخیں سونے چاندی کی تھیں، پتیاں اور پھول
پھل جواہرات کے، شاخوں کی بناوٹ اس طرح کی تھی کہ وہ ہوا سے اصلی
شاخوں کی طرح جھومتی تھیں، ان پر سونے اور چاندی کے طیور بٹھائے
گئے تھے، ان میں یہ صفت رکھی گئی تھی کہ جب ان کے جوف میں ہوا
بھرتی تھی تو ان سے چہچہانے کی آواز نکلتی تھی اور سب کی بولیاں

---

[1] تاریخ الخلفاء ص۔ ۲۵ [2] فتوحات اسلامیہ۔

ایک دوسرے سے جُدا تھیں[۱]۔

اسرافِ بیجا مقتدر نے اپنے عیش وعشرت میں جو دولت لٹائی اور اسراف بیجا کیا، اسکا تخمینہ سات کروڑ اشرفی کیا جاتا ہے[۲]۔

ملکہ قہرمانہ ملکہ قہرمانہ ام موسیٰ مقتدر کی ماں محل میں بیٹھ کر خود حکمرانی کرتی تھی وزرا ردم نہ مار سکتے تھے۔ اس نے مفید کام بھی کئے مکہ معظمہ اور مدینہ مکرمہ کے غربا کے لئے بڑا وقف کیا تھا، قاہر نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا۔ ملکہ نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک شفاخانہ بھی بنایا تھا[۳]۔

مقتدر کا عہد مقتدر کا زمانہ ۲۵ سال کی طویل مدت کا زمانہ ہے مگر حکومت میں شورشیں رہیں۔ انقلابات گذرے دو مرتبہ تخت سے اُتارا گیا۔ تیسری مرتبہ اس کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

باغات مقتدر کو باغات اور میوے کے درخت لگانے سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے ہندوستان سے ترنج منگایا اور عُمان میں اس کے درخت لگائے گئے۔ پھر وہاں سے عراق اور شام میں لگائے گئے[۴]۔

رواداری مقتدر میں جہاں مادۂ عیش وعشرت تھا وہاں چند خوبیاں بھی تھیں، اس کے مزاج میں رواداری کا مادہ بہت تھا چنانچہ

---

[۱] فتوحاتِ اسلامیہ [۲] ابن اثیر ج ۸ ص ۷۶ [۳] ابن اثیر ج ۸ ص ۸۰
[۴] صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب ص ۶۱۱ ۔

وہ اہلِ ذمہ کی مخصوص اہلیتوں کو خوب سمجھتا تھا۔ اس نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بعض خدمات کے لئے سرکاری ملازمتوں میں داخل کیا، بلکہ ۹۰۹ء میں ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو صرف دو قسم کے سرکاری عہدوں پر متعین کئے جانے کی اجازت دیگئی تھی یعنی طبیب اور جہبذ۔

امر المقتدر ان لا یستخدم احد الیہود و النصاریٰ الا فی الطب والجہبذ[۱]

یہود نوازی

"خلیفہ متوکل کے زمانہ میں (۸۴۷ء تا ۸۶۱ء) رسائل جاحظ میں ہے۔ عراق میں یہودی زیادہ تر رنگ ریز، دباغ۔ حجام اور قصاب تھے۔ مگر مقتدر کے عہد میں یہودیوں کو سرکاری ملازمت ملنے لگی اور مالیات میں ان سے کام لیا گیا۔ یہاں تک کہ بغداد کا ایک محلہ ساہوکاروں کے لئے مخصوص ہو گیا اس کا نام درب العیون تھا[۲]

دیوان الجہبذا

مقتدر نے الجہبذا کا محکمہ نیا قائم کیا تھا کیونکہ نظام مالیات میں کچھ وقتی چیزیں بڑھیں اسوقت تک مسلم حکومت میں درہم (معیار سیم) رائج تھا۔ اسکی جگہ دینار (معیار طلا نے لے لی، شرح مبادلہ میں ردو بدل ہونا ضروری تھا، یہ لازمی ہو گیا کہ خزانہ عامرہ میں جو سکے

---

[۱] النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۴۔ [۲] ابن مسکویہ ۲۴۷۔

آئیں انہیں معیاری سکّہ میں تبدیل کیا جائے، اسکے لئے (صراف)
جہبذ مقرر کئے جاتے تھے۔ محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ مقتدر کا وزیر تھا۔
اسنے درباری ساہوکار (الجہبذ) یوسف بن فنیاس اور ہارون بن
عمران مقرر کئے تھے۔

رفاہِ عام

مقتدر اگرچہ اسلامی نظریہ سے قابل پذیرائی نہ تھا، مگر اپنے
معاصر شاہانِ عالم کے مقابلہ میں امتیازی درجہ رکھتا تھا جہاں
وہ عیش و عشرت اور محلات کی رنگینیوں میں وقت گزارتا تھا، اس کے
ساتھ ہی اسنے بعض کام قابلِ قدر بھی کئے۔ بیمارستان کیطرف اسکی
زیادہ توجہ تھی۔ اس کا وزیر علی بن عیسیٰ جس کو رفاہِ عام کے کاموں سے
خاص لگاؤ تھا۔ اس کے ہاتھوں بہت سے کام کرائے، جیساکہ اوپر ذکر
آچکا ہے۔

شفاخانے

مقتدر نے بغداد میں ایک عظیم الشان شفاخانہ بنوایا[۱]۔ اور
اسکا نگراں سنان بن ثابت بن قرہ کو بنایا جو بڑا مشہور طبیب
اور صابی تھا۔ علی کی وزارت میں وبائی مرض پھیلا تو اس نے متعدد فرمان
اس بارے میں لکھے اور شفاخانوں کے متعلق نئے کارخانے قایم کئے۔
۳۱۹ھ میں ایک نیم حکیم نے ایک بیمار کا علاج غلط کیا اور وہ مر گیا،
خلیفہ کو اطلاع ہوئی۔ اس نے حکم صادر کیا کہ کوئی شخص جب تک باقاعدہ
امتحان نہ دے۔ مطب اور علاج نہ کرنے پائے، سنان بن ثابت ممتحن

---

[۱] طبقات الاطبا، ص ۲۲۱۔

مقرر ہوا۔ اور ہزار ہا طبیبوں نے امتحان دیئے، آٹھ سو ساٹھ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اور ان کو سنان نے سند عطا کی۔

مقتدر کی ماں نے جو شفا خانہ بنایا تھا اسکا سالانہ خرچ سات ہزار دینار تھا، یہ شفاخانہ دجلہ کے کنارے تھا۔ سنہ ۳۰۶ھ میں اسکی رسم افتتاح عمل میں آئی تھی۔

علی بن عیسیٰ وزیر نے اپنے صرفہ سے محلہ حربیہ میں سنہ ۳۰۲ھ میں شفاخانہ قایم کیا تھا۔ مشہور طبیب ابو سعید بن یعقوب اس کا نگراں تھا، دوسرے وزیر ابن فرات نے محلہ درب المفضل میں ایک ہسپتال قایم کیا اور اسکو سنان کی نگرانی میں دیا۔[1] امرائے عہد نے اس کے علاوہ متعدد شفاخانے عوام کے لئے قایم کئے تھے۔

عام سیاسی حالت مقتدر باللہ کے عہدِ خلافت میں داخلی اور خارجی دونوں قسم کی فضا اضطراب انگیز تھی، اس کی سب سے بڑی وجہ ترکوں کا حکومت کی مشینری پر غلبہ تھا۔ اس زمانہ میں فوج کے جنرلوں کا عمل دخل اتنا بڑھ گیا تھا کہ خلیفہ کا تقرر اور عزل ان کے اختیار میں تھا۔ اس وقت وزراء کی کوئی حیثیت نہ رہی تھی، یہ سب خلیفہ کی صغر سنی اور نااہلی کا نتیجہ تھا۔ خلیفہ عیش و عشرت اور لطف اندوزیوں میں غرق تھا حکومت کے نظم و نسق میں حرم دخیل تھیں۔ اس کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے تھا وہ دولتِ عباسیہ پر پڑے بغیر نہ رہا۔

---

[1] طبقات الاطباء ص ۲۲۲

اشاعت اسلام

مقتدر باللہ کے زمانہ میں اسلامی اخلاق اور معاشرت کا اثر دیگر اقوام پر بے حد پڑ رہا تھا جبر یہ نہیں بلکہ خود عوام اور خواص بطیب خاطر اسلام کی آغوش میں آنا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے تھے، چنانچہ بلغار کا بادشاہ ۳۱۰ھ کے بعد اسلام لایا۔ یہ بادشاہ نہایت صاحب اقتدار تھا، قسطنطنیہ، اٹلی، فرانس، اسپین پر اکثر حملے کیا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اس کے بیٹے نے حج کیا اور بغداد آیا۔ خلیفہ مقتدر باللہ نے اسکو رایت وعَلَم عطا کیا۔ مسعودی کے حوالے سے صاحب تلفیق الاخبار لکھتا ہے۔

"بادشاہ کا نام الماس خان بن ملکی خان تھا۔ اسلام لانے کے بعد بادشاہ نے مقتدر باللہ کے دربار میں سفیر بھیجا اور غائبانہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بھی درخواست کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے فقہاء اور علماء بھیجے جائیں ان کے ساتھ ریاضی داں بھی آئیں کہ ٹھیک ٹھیک سمت قبلہ بتائیں۔

مقتدر نے علماء و فضلاء کو اس خدمت پر مامور کیا جن میں سوسن راسبی اور بدر خرمی بھی تھے احمد بن فضلان کو بھی اس سفارت کیساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ بلغار کے حالات اور سفر کے تمام واقعات کی رپورٹ لکھ کر لائیں چنانچہ اسنے ایک مفصل رسالہ لکھا جس سے یاقوت حموی نے معجم البلدان میں مدد لی [1]

زوالِ سلطنت

مقتدر کو بچپن میں حکومت ملی تھی، اس لئے نہایت سادہ لوح۔ عیش پسند اور ناآزمودہ کار تھا، علامہ

---

[1] مقالات شبلی ص ۱۳ ج ۴۔

مسعودی کا بیان ہے۔

«مقتدر سلطنت کے حالات سے بے خبر رہتا تھا، امرا، وزرا، اور اہلِ دفتر امورِ سلطنت انجام دیتے تھے، وہ کسی معاملہ میں گرہ کشائی نہیں کر سکتا تھا۔ تدبیر اور سیاست کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھا۔ عورتیں، خدام اور دوسرے لوگ سلطنت کے معاملات میں بہت زیادہ دخیل ہو گئے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ حکومت کے خزانوں میں جس قدر دولت اور ساز و سامان تھا سب صاف ہو گیا۔ جس کی وجہ سے خونریزیاں ہونے لگیں، حالات بالکل بگڑ گئے اور خلافت کے بہت سے رسوم مٹ گئے غرض کہ سلطنت میں زوال کا آغاز ہو گیا۔»[1]

عہد مقتدر باللہ کے علما مقتدر کو علم سے زیادہ لگاؤ نہ تھا۔ مگر اس کے عہد میں علم حدیث اور تفسیر کی ترقی بہت کچھ ہوئی۔ امام نسائی وغیرہ نے مسندیں تیار کیں۔ اس کے علاوہ رجال پر بھی کتابیں لکھی گئیں اور تاریخ پر بھی زیادہ توجہ ہوئی۔ چنانچہ ابوجعفر بن جریر اس کے عہد کا بڑا مورخ تھا، اس نے بغداد میں ۳۸۳ھ ۹۹۲ء میں وفات پائی، اپنی تصنیف ۳۰۲ھ میں مرتب کر کے عہد مقتدر باللہ میں ملک کے سامنے پیش کی، جو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی اور آج تک تاریخ کا مدار سمجھی جاتی ہے۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۷۱۔

علی بن فضلان مقتدری دربار کا بڑا عالم تھا۔ اس کو ۳۰۹ھ میں مقتدر نے بلغاریہ سفیر بنا کر بھیجا تھا وہاں سے واپس آکر ایک کتاب احوال الامم الشایہ لکھی اور مقتدر کو پیش کی، اس عہد میں ابوزید بلخی نے جغرافیہ میں خاص طور پر صور الاقالیم کتاب تصنیف کی۔

محمد بن ابوداؤد ظاہری۔ یوسف بن یعقوب القاضی ابن شریح شیخ شافعیہ، جنید شیخ صوفیہ ابوالعثمان زاہد، جعفر القربانی امام نسائی صاحب سنن، حسن بن صنعان، جبائی شیخ المعتزلہ، ابوالعلی الموصلی صاحب مسند، ابن سیف قاری مصر، ابوبکر رویانی صاحب مسند، زجاج نحوی۔ ابن خزیمہ، ابن زکریا طبیب، اخفش الصغیر نہاں الجمال، ابوبکر بن داؤد سجستانی۔ ابن سراج نحوی۔ ابوعوانہ صاحب صحیح ابوالقاسم بغوی صاحب مسند، ابوعبید بن نحوی جربویہ قدامہ کاتب[1] جیسے سو علما تھے جو علمی خدمت میں بلا معاونت حکومت لگے ہوئے تھے اور اس کے عہد میں، فوت ہوئے

فقہاء و محدثین محمد بن سلام بلخی، ابونصر معاصر ابوحفص کبیر ۳۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ محمد بن حزیمہ از مشائخ بلخ صاحب اختیارات فی المذہب کا ۳۱۴ھ میں انتقال ہوا۔

الحسن بن علی بن عبد الصمد بن یونس بن مہران۔ ابوسعید البصری معروف بالازمی بغداد جاکر حدیث کی سماعت صہیب و بحر بن الحکم وغیرہ سے کی اور واسط میں ۳۰۰ھ میں انتقال کیا[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲ [2] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۱۶

فلسفی ابو عبد اللہ محمد بن جابر البتانی اسکے اسلاف صابئی تھے، مگر یہ علمائے کرام کی صحبت میں مشرف بہ اسلام ہوا، یہ سب سے بڑا سائنسداں تھا اسنے ذاتی کاوش سے بعض مسائل ہیئت کی تحقیق کی، بطلیموس کے مشاہدات کیساتھ اپنے مشاہدات کا مقابلہ کیا تو اسکو آفتاب کے اوج کی حرکت کا پتہ چلا اور طریق شمس کے میل میں تبدیلی معلوم ہوئی اسنے استقبال اعتدالین کی صحیح ترقیمت دریافت کی اور علم مثلثات میں جیوب کے استعمال کا آغاز کیا، حرکاتِ ثوابت پر اسی کی کتاب کے لاطینی ترجمے کا مطالعہ کر کے ہوملیس نے چاند کی حرکت میں دہری تغیر محسوس کیا، ۸۷۷ء میں پیدا ہوا اور ۳۰۵ھ ۹۱۸ء میں فوت ہوا۔

مفسرین امام ابراہیم بن معقل حنفی تفسیر نفسی یادگار ہے۔ ۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔

شیخ ابوالحسن علی بن موسیٰ بن یزداد قمی، احکام قرآن تالیف ہے ۳۰۵ھ میں فوت ہوئے۔

شیخ محمد بن یزید واسطی مؤلف اعجاز القرآن، ۳۰۶ھ میں انتقال ہوا،

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری مؤلف تفسیر ابن المنذر، ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد قاسم عبد اللہ بن احمد حنفی معتزلی معروف بہ کعبی ۳۱۹ھ میں انتقال ہوا۔ تفسیر کعبی یادگار ہے۔

عبداللہ بن معتز

نام ونسب نام عبداللہ اور ابو العباس کنیت تھی۔ مشہور خلیفہ معتز کا لڑکا۔ ولادت، ۲۴۶ھ میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت معتز نے عبداللہ کی تعلیم پر مُبّرد ادیب اور ثعلب نحوی کو مقرر کیا۔ چنانچہ عبداللہ نے ان دونوں اُستادوں کے فیض سے بہت کچھ حاصل کیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے۔

شعر وادب میں وحید عصر تھا۔ بدوی فصحار اور علمائے نحو کے پاس جاکر ان سے استفادہ کیا۔[۱]

ابن خلکان کا بیان ہے۔

کان ادیباً بلیغاً شاعراً — وہ ادیب۔ بلیغ اور فطری شاعر تھا[۲]

بیعت خلافت اور معزولی مکتفی کی نامزدگی کے مطابق ۲۹۵ھ میں اسکے چھوٹے بھائی مقتدر کی بیعت ہوئی۔ یہ بہت کم سن تھا، ارکانِ دولت نے اختلاف بھی کیا، مگر وزیرِ دولت عباس بن حسن نے اپنی خودغرضی کی بنار پر انکے علی الرغم مقتدر کی بیعت

---

[۱] فہرست ابن ندیم ص ۱۶۸ [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۶۸

کی رسم ادا کی، مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھی، اب اس نے مقتدر کو معزول کرنا چاہا اور عبداللہ بن معتز سے اس منصب کے قبول کرنیکی درخواست کی۔ اس نے کہا۔ بغیر کسی فتنہ کے مجھے خلیفہ کرنا چاہیں تو مان لوں گا جب یقین دلایا گیا تو وہ راضی ہو گیا۔ ۲۹۶ھ میں عبداللہ کی بیعت ہوگئی۔ منتصف باللہ یا غالب باللہ نقب دیا گیا۔[۱]

عبداللہ کی خلافت کو ابھی چند دن بھی نہ گذرے تھے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے ایسا واقعہ رونما ہوا کہ لاچار اسکو تخت خلافت سے دست بردار ہوکر روپوش ہونا پڑا مقتدر کے آدمیوں نے ڈھونڈ کر اس کو قتل کر دیا یہ واقعہ ۲۹۶ھ کا ہے۔

عبداللہ صاحب علم خطیب، شعر و ادب کا بڑا ستھرا مذاق رکھنے والا تھا صاحب آغانی نے اس کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔

اس کے اشعار میں اگرچہ شاہانہ نزاکت اور رندانہ تغزل اور نئے شعراء کی لطافت موجود تھی لیکن ان اوصاف کے باوجود ان میں کثرت سے ایسے اوصاف بھی تھے جو اعلیٰ درجہ شعراء کا اسلوب ہے اور حسن کے بیان میں تو سابقین شعراء بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔[۲] ایک شعر نقل ہے۔

وجاءنی فی قمیص اللیل مستترا　　یستعجل الخطو من خوف ومن حذر

وہ میرے پاس رات کے پیرہن میں چھپ کر آیا اور رقیبوں کے خوف سے قدم

---

[۱] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۵۸ [۲] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۵۸۔

جلدی جلدی ڈال رہا تھا۔

موسیقی عبداللہ کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی۔ اغانی میں ہے۔
"عبداللہ بن معتز فن موسیقی سے خوب واقف تھا، اور
راگوں کے حقائق اور علل کا بھی اُسے پورا علم تھا۔"[۱]

علم بدیع عبداللہ علم بدیع کا موجد اور امام ہے، اس نے سب سے
پہلے محاسن کلام کے مسائل کا استقصا کرکے اس فن کو مدون
اور مرتب کیا اور نام بھی بدیع رکھا۔

سید صدر الدین شیرازی اپنی کتاب انوار الربیع فی انواع البدیع
میں لکھتے ہیں۔

"سب سے پہلے عبداللہ بن معتز نے یہ فن ایجاد کیا
اور اس کا نام بدیع رکھا۔"

تصانیف عبداللہ کی گیارہ تصانیف ہیں۔
کتاب الزہر، کتاب البدیع۔ مکاتبات الاخوان باشعر
کتاب الجوارح والصید، کتاب السرقات۔ کتاب اشعار الملوک، کتاب
الآداب، کتاب حلی الاخبار، طبقات الشعرا۔ کتاب الجامع فی الغنا،
کتاب ارجوزہ فی ذم الصبوح۔[۲]

---

[۱] اغانی ج ۹ ص ۱۴۴ [۲] فہرست ابن ندیم ص ۱۶۸ و ابن خلکان ج ۱ ص ۱۵۸

قاہر باللہ

نام ولقب ابو منصور محمد قاہر بن خلیفہ احمد معتضد بربریہ ام ولد قبول نامی کے بطن سے تھا، علمی استعداد معمولی تھی، مقتدر کے محلات کی رنگ رلیوں میں یہ بھی اوائل عمر سے مبتلا تھا۔

خلافت مقتدر کے قتل کے بعد مسئلہ خلافت پیش ہوا۔ امیر مونس کی رائے تھی کہ شہزادہ ابوالعباس بن مقتدر خلیفہ بنایا جائے، مگر وہ کمسن تھا۔ اس لئے اسحٰق نوبختی نے رائے دی کہ ہمیں ایسا شخص چاہیئے جو امور ملکی انجام دے سکے۔ مونس کی سمجھ میں آگیا، چنانچہ ۳۲۰ھ میں ابو المنصور محمد بن معتضد کو قاہر باللہ کے لقب کے ساتھ تخت خلافت پر بٹھایا ارکین سلطنت نے بیعت کی۔

وزارت منصب وزارت پر ابن مقلہ سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد ابوجعفر محمد بن قاسم بن عبداللہ اور ابوالعباس احمد بن عبید اللہ خصیبی یکے بعد دیگرے وزیر ہوئے [1]۔

حجابت حاجب علی بن بلیق بدرخرشی اور فارس بن زنداق، محمد بن یاقوت اور سلامہ موتمن ؟ یہ رضی نجح یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔

قضاۃ عہدۂ قضا پر عمر بن محمد بن یوسف بن یعقوب ممتاز ہوا۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۳۸۲۔

سخت گیری

قاہر سریر آرائے خلافت ہونے کے بعد مقتدر کے ہمنشینوں کے ساتھ سخت گیری کا برتاؤ کرنے لگا یعنی کہ ان کا مال و اسباب ضبط کر کے فروخت کرا دیا، اور مقتدر کی ماں جو مرض استسقاء میں مبتلا تھی اور بیٹے کے رنج و غم میں زندگی کے دن گذار رہی تھی اس کی سخت بے حرمتی کی، اور اسنے کار خیر میں جو وقف کیئے تھے انکو منسوخ کر کے محکمہ قضا کے سامنے کیا۔ قاہر کے رفیقوں مونس، بلیق علی بن بلیق ابو علی بن مقلہ ہر ایک سے اسکی چپقلش گئی، یہ تو قاہر کی فکر میں لگے اور وہ ان کے قتل کے درپے ہوا۔ ان واقعات کی وجہ سے مقتدر کا لڑکا عبدالواحد مدائن چلا گیا، اور عمالِ سوس اور اہواز کو ان کی جگہ سے ہٹا کر خود یہاں کا خراج وصول کیا۔ امیر ہارون بن غریب نے تین لاکھ نذر کر کے قاہر سے میل کر لیا اور اس کو مار الکوفہ، ماسبذان اور مہر جانقذف کا حاکم بنا دیا۔ شہزادہ عبدالواحد کے مقابلہ کے لئے امیر بلیق بھیجا گیا تو وہ تابِ مقابلہ نہ لاسکا اور اسنے مونس کی معرفت خلیفہ سے قصور معاف کرالیا۔ خلیفہ اس سے رضامند ہو گئے اور انہوں نے آپکی ضبط شدہ جائداد اور اسکی ماں کی دولت اس کو واپس کر دی۔

خلیفہ اور امراء کی باہمی کشمکش

امیر بن یعقوب میں اور ابن مقلہ میں پرانی مخالفت اور خصومت تھی۔ امیر یعقوب نے خلیفہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا تو ابن مقلہ اور امیر مونس اور امیر بلیق نے باہم متفق ہو کر یہ طے کیا کہ قاہر کو تختِ خلافت سے اتار دیا جائے

خلیفہ کو ان کے مشورہ کی خبر ہو گئی اور اس نے بلیق اور امیر علی اور یونس کو بلا کر اپنے غلاموں کے ہاتھوں ٹھکانے لگوا دیا، ابن مقلہ روپوش ہو گیا۔ جس سے اس کی جان بچی، وزارت کی جگہ خالی ہوئی تو ابو جعفر محمد بن قاسم کو وزیر بنایا امیر احمد بن مکتفی جس کو یہ امراء تخت خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے، اس کو گرفتار کر کے دیوار میں چنوا دیا۔ ابو اسحٰق نوبختی جس نے قاہر کو تخت نشین کرایا تھا اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور پھر قتل کرا دیا اب کی ان حرکتوں سے ارا کین سلطنت اور امرائے دولت میں اس کی طرف سے بےحد بد دلی پیدا ہو گئی۔ ابن مقلہ نے بحالت روپوشی فوج کے افسروں سے جوڑ توڑ کر کے ساجیہ اور حجریہ فوج کو ملا لیا، اور چہار شنبہ ۵ / جمادی الاول ۳۲۲ھ کو دونوں فوجوں نے قصر کو گھیر لیا۔ قاہر مے نوشی میں مشغول تھا۔ اسے فوج کی آمد کا علم ہوا تو وہ باہر نکل آیا فوجیوں نے اسکو گھیر کر گرفتار کر لیا، آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر دیں اور قید میں ڈال دیا

انتقال چھ سال زندہ رہ کر ۳۵ سال کی عمر میں ۳۳۹ھ میں انتقال کر گیا۔ صرف ایک سال، ۷ ماہ حکمراں رہا۔[1]

وزیر ابن مقلہ ابو علی محمد بن علی بن مقلہ بڑا فاضل اور اپنے عہد کا بڑا باکمال خطاط تھا، اس کے زمانہ میں اس فن میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا۔ اس نے خط کوفی میں ترمیم کر کے ایک نیا خط ایجاد کیا جس کو خطِ نسخ کہتے ہیں۔

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳

ابن مقلہ کسی دفتر میں معمولی کلرک تھا۔ پھر ابن فرات کے دامن سے وابستہ ہوگیا، پہلے مقتدر اور پھر قاہر کا وزیر رہا۔ راضی کے زمانہ میں اسکو بہت عروج حاصل ہوا۔

قاہر کا حلیہ رنگ گورا جس پر سرخی چھائی ہوئی تھی، قد میانہ، خوش اندام آنکھیں خوبصورت، گھنی داڑھی، زبان میں لکنت تھی۔[1]

قاہر کے عام اوصاف قاہر بڑا بہادر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیفہ تھا لیکن مزاج میں تلوّن تھا۔ مسعودی کا بیان ہے۔

"قاہر کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کیوجہ سے اسکی سیرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا، وہ جری، بہادر اور سخت گیر تھا۔ چند دنوں کے اندر اس نے مونس، بلیق اور علی جیسے عمائد سلطنت کا خاتمہ کرا دیا اور لوگوں کے دلوں میں اسکی ہیبت بیٹھ گئی، اس کی سخت گیری نے خلفاء کے مقابلہ میں امراء کی گستاخانہ جسارت ختم کر دی۔ مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات و استقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکاتا رہتا تھا اس لئے اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔[2]"

علامہ مسعودی کا بیان ہے۔

"قاہر قتل و خونریزی میں جلد باز اور نہایت تند مزاج تھا اس کے عہد میں آمدنی کم تھی پھر بھی مال جمع کرنے میں حریص تھا"

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳ [2] مروج الذہب ج ۶ ص ۲۸۷۔

اس کی توجہ لوگوں کی تادیب تربیت میں بہت کم صرف ہوتی تھی، معاملات کے انجام سے بے فکر اور نہایت متلون مزاج اور مخبوط الحواس تھا، آباواجداد کے نقش قدم پر چلنا چاہتا مگر سوء تدبیر اور ناقص سیاست کے سبب عاجز رہتا تھا[۱]۔"

چند اصلاحات قاہر نے چند روزہ سلطنت میں کچھ مذہبی اصلاحات بھی کیں ناچنے والی عورتوں اور پیشہ وروں اور شراب نوشی کو قانوناً بند کر دیا تھا۔ گویوں اور ہیجڑوں کو خارج البلد کر دیا تھا، موسیقی اور لہو و لعب کے تمام لوازمات ضائع کرا دیئے اور مغنیہ کنیزوں کو فروخت کر ڈالا مگر خود مے نوشی میں مدہوش رہتا[۲]۔

شبستانِ عیش ایکطرف تو اہلِ ملک کیلئے یہ بندشیں تھیں دوسری طرف خود اپنے لئے شبستانِ عیش میں ساقی گری کیلئے قدو قامت کی حسین و جمیل لونڈیوں کا پرا کا پرا تھا یہ کنیزیں زرق برق مردانہ لباس میں ملبوس رہتی تھیں[۳]۔

باغ و محل مقتدر کیطرح قاہر کو بھی باغات سے دلچسپی تھی، اسنے ایک بڑا وسیع باغ لگوایا تھا اور اس میں عالیشان محل تعمیر کرایا تھا، باغ کی زینت اور محل کی آرائش کیلئے مختلف ملکوں سے درخت اور سامانِ آرائش منگائے تھے[۴]۔ یہاں قاہر رنگ رلیاں منایا کرتا تھا۔

علماء قاہر کے عہد میں طحاوی شیخ الحنیفہ، ابن دُرَید، ابو ہاشم بن جبائی وغیرہ جیسے علمائے کرام نے انتقال کیا۔

---

[۱] التنبیہ والاشراف ص ۱۸۳ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۶ [۳] مروج الذہب ص ۳۹۶ [۴] تاریخ الخلفاء ۳۹۷۔

سلاطینِ دیالمہ یا آلِ بُوَیہ

سلاطین دیالمہ کو مورخ بہرام گور کی نسل سے بتاتے ہیں اور بعض لکھتے ہیں کہ یہ لوگ یزدجرد بن شہر یار آخر ملوک عجم کی نسل سے تھے دیالمہ جمع ہے دیلم کی۔ دیلم مقام کا نام ہے اسکو جیلان بھی کہتے ہیں جبکا شہ نشین شہر ادد بار تھا جو بحر خزر کے جنوبی غربی ساحل پر واقع تھا۔ ایک زمانہ میں رے ان کا صوبہ بنا۔ پہلے یہاں بت پرست تھے اطروش کی تبلیغ کی وجہ سے بلادِ دیلم میں اسلام پھیلا، اطروش کے واقعات تحریر ہو چکے ہیں۔

ابو شجاع بُوَیہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا جس کے تین بیٹے علی، حسن، احمد تھے۔ بڑھتے بڑھتے شاہی درجے تک پہنچے، اور خلفائے بغداد کیطرف سے عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے ملقب ہوئے فارس اور کرمان کی زبردست سلطنت ان کے اور ان کی نسل کے ہاتھ میں عرصہ تک رہی۔ خلفائے بغداد جو ان کے عروج سے پہلے کچھ دنوں سے اراکین ترک کے ہاتھ میں تھے۔ اب ان سے نکل کر ان کے ہاتھ میں آ گئے، یہ لوگ خلفائے عباسیہ کا احترام کرتے تھے لیکن محض مصلحتِ ملکی پر نظر ڈال کر خلفا بھی ان کی مدد سے کسی طرح بے نیاز نہ تھے۔ خلیفہ مقتدر کے زمانہ (۳۲۰ھ) میں اس

خاندان کی ابتدار ہوئی، محمود غزنوی کے عہد میں زوال شروع ہوا اور پھر سلجوقیوں کے عہد میں ابو المنصور پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اس خاندان میں چھ بادشاہ ہوئے جن کی مختصر کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ بہت کچھ حالات خلفائے عباسیہ کے حالات میں درج کئے گئے ہیں، ان لوگوں کا کوئی مستقل پایۂ تخت نہ تھا، مختلف مقامات پر رہتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی وقت میں اس خاندان کے دو تین اشخاص کی جدا جدا خود مختار حکومتیں قائم رہیں۔

لیکن ایک مستقل سلسلہ انہیں لوگوں کا ہے جو خلفائے بغداد پر حاوی تھے اور دوسرے وہ سلاطین ہیں جو بغداد سے الگ اصفہان، کرمان اور فارس میں رہے، ان دونوں گروہ کا بیان یکجا کیا جاتا ہے، ناظرین... پڑھتے وقت اس کا لحاظ رکھیں۔

عماد الدولہ (۳۲۰ھ) خلیفہ مقتدر کا گورنر یاقوت کو شکست دے کر اس نے چوتھی صدی کی ابتدار میں فارس پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی رکن الدولہ کو بھیج کر عراق فتح کیا اور معز الدولہ کو کرمان بھیجا جو کرمان فتح کر کے بغداد پر بھی مسلط ہو گیا جیسا کہ تفصیلی ذکر آچکا ہے[1]۔

رکن الدولہ (۳۱۶ھ متوفی ۳۶۵ھ) اس کی حکومت کا زمانہ بہت کم تھا، عماد الدولہ تو اس کے بیٹے عضد الدولہ کو اپنا ولی عہد کر گیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں یہ کیونکر تخت نشین ہو گیا۔ ظاہراً لڑکے نے باپ سے

---

[1] تجارب الامم جلد ۶ ص ۱۱۷۔

لڑنا پسند نہیں کیا۔ مرتے دم اس نے کرمان، اہواز، فارس عضد الدولہ کو دیا ہمدان، رے، اور طبرستان کی حکومت اس نے اپنے دوسرے بیٹے فخر الدولہ کو اور اصفہان کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے مؤید الدولہ کو دیکر ان دونوں کو تاکید کی کہ وہ عضد الدولہ کے مطیع رہیں۔[1]

معز الدولہ (۳۲۲ھ) معز الدولہ کو جب اس کے بھائی عماد الدولہ نے فتح اکرمان کے لئے بھیجا تو اس نے اکرمان فتح کیا۔ اس کے بعد بغداد کے حاکم سے اہواز چھین لیا۔ بغداد پر بھی تین مرتبہ حملے کرنے کے بعد اس نے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ کا امیر الامرا توزن جب تک زندہ رہا معز الدولہ کو کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے مرنے پر ابن شیرزاد اس کا قائم مقام تا ہم مقابلہ نہ لاسکا، مکتفی کی مجلس میں آکر اس نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے لئے معز الدولہ، رکن الدولہ کے خطاب حاصل کئے۔[2]

معز الدولہ[3] (۳۲۲ھ) بیعت اور خطاب کی عجیب نوعیت تھی کہ بظاہر اس کی ضرورت کچھ نہ تھی۔ لیکن اس کے حاصل کرنے کو محمود ایسے سلطان

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۲۱ [2] تجارب الامم جلد ۶ ص ۸۵ - [3] پیغمبر خدا کے بعد ہی سے بنو ہاشم کو غیر قبیلہ میں خلافت کا جانا کسی قدر ناگوار ہوا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دونوں خلفا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے حسن انتظام نے عام طور پر اس خیال کو کھو دیا۔ حضرت عثمان کے وقت کے جھگڑوں نے اس مضمون کو پھر تازہ کر دیا۔ لیکن نہ اس طور پر کہ یہ کوئی مذہبی رکن قرار پا جائے، امیر معاویہ کے ساتھی شیعان علی کو اور شیعان علی کے ساتھی امیر معاویہ کو علانیہ اور (باقی بر صفحہ ۱۸۶

نے بھی اپنا فخر سمجھا تو سلاطینِ دیالمہ اُس کے مقابلہ میں کس شمار میں تھے یہ بصرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کا قیام بغداد میں بطور سپہ سالار خلیفہ کے تھا

عضد الدولہ ابن رکن الدولہ (۳۳۵ھ) متوفی ۳۷۲ھ یہ اپنے چچا کی جگہ فارس اور کرمان کا بادشاہ ہوا۔ اس نے نجف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تربت بنا کر ایک عالیشان عمارت اسپر قایم کی اور اسکو زیارت گاہ قرار دیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) بالالتزام برا کہتے تھے، لیکن یہ ایک پولیٹکل بحث تھی مذہبی بات نہ تھی، خلفائے عباسیہ نے شروع شروع بنو امیہ کی بہت کچھ توہین اور ان پر ظلم کئے لیکن محض پولیٹیکل خیال سے علویوں سے ان کا برتاؤ اچھا بھی رہا۔ جب جیسا موقع ہوا۔ ویسا کیا گیا۔ سنیوں اور شیعوں کی جیسی تفریق اب ہے تین صدی تک نہ تھی اسکی ابتدا خاندان دیالمہ سے پڑی۔ چنانچہ اخیر حکمراں معز الدولہ نے تمام مساجد بغداد کے دروازوں پر حکم دیا کہ امیر معاویہ کے نام اور دیگر صحابہ پر تبرا لکھا جائے اس سے شہر میں بڑا شور پیدا ہوا معز الدولہ سے خلیفہ دبتا تھا اور معز الدولہ کو اپنے فعل پر اصرار تھا، بہرحال وزیر محمد بن مہدی کی حکمت عملی سے سوائے امیر معاویہ کے اور سب عبارت نکال دی گئی۔ مجملاً لکھدیا گیا کہ "معاویہ اور آلِ رسول پر ظلم کرنے والے قابلِ بیزاری ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ بادشاہوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ پولٹیکل مصلحت بس عموماً یہی مذہب سلاطین ہے اس میں شک نہیں کہ آلِ رسول میں ایک توفیض رسول کا اثر نسلاً بعد نسل عرصہ تک قایم رہا دوسرے ان کا مظلوم رہنا اور سلطنت کے لہو و لعب سے دور رہنا اور بھی کام دے گیا، اپنے اخلاق کی وجہ سے مسلمانوں کی نظروں میں اولاد علی کرم اللہ وجہ نے (باقی بر صفحہ ۱۸۷

حالانکہ یہ فرضی مزار ہے، حضرت علی بقول ابن تیمیہ قصرالامارت کوفہ میں دفن کئے گئے۔ اس نے ترکیب سے قیصر روم سے اپنے لیے ہدیہ اور تحفے منگوائے اور اس طرح اپنے کو عام نظروں میں معزز ثابت کیا، یہ بڑا زبردست بادشاہ گذرا ہے، شہر بغداد کی اسنے بہت کچھ قدر اور منزلت بڑھائی بغداد اور مکہ کی راہ میں جتنے کنوئیں اور نہریں خراب ہوگئی تھیں سب کو درست کرایا۔ مکہ، مدینہ۔ نجف اور کربلا میں غربا کے لئے روپے بھیجے اور شکستہ گرجاؤں اور خانقاہوں کی مرمت بھی کرائی اس کا وزیر نصر بن ہارون نصرانی تھا چونتیس برس تک اسنے سلطنت کی، یہ اس خاندان کا سب سے بڑا حکمراں تھا، اس کے عہد میں بغداد کی حکومت ہارون الرشید کی حکومت کے برابر وسیع ہوگئی تھی، اسنے خلیفہ الطائع کی لڑکی سے شادی کی اور اپنی لڑکی اس کے عقد میں دی تاکہ اس سے جو اولاد ہو وہ خلیفہ بن سکے۔ اس نے رفاہ عام کے بھی کام کئے بغداد میں ایک لاکھ دینار کے وقف کیساتھ بیمارستان العضدی تیار کرایا۔ عضد کا پایۂ تخت شیراز تھا، لیکن بغداد اور دوسرے شہروں پر بھی اسنے بے حد روپیہ صرف کیا۔

موئدالدولہ بن رکن الدولہ (۳۷۲ھ) اپنے بھائی عضدالدولہ کے وقت میں اصفہان کا حاکم تھا اور عضدالدولہ کا مطیع تھا عضدالدولہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ بھی فوت ہوگیا اس نے اپنے بھائی فخرالدولہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶) بڑی دقت پیدا کی، دینی امور میں بس یہی لوگ نمونہ رہ گئے تھے پیغمبر خدا کے بعد مسلمانوں میں جو وقعت حسنین کی تھی اس سے کہیں زیادہ (باقی برصفحہ ۱۸۸

جنگ کی تھی۔ اس لئے کہ وہ عضدالدولہ سے سرتابی کرکے خراسان چلا گیا تھا اور وہاں سے سامانیوں کی مدد سے مؤیدالدولہ کے مقابلہ کو آیا تھا جیسا کہ نوح بن سامانی کے حال میں لکھا گیا ہے اس کی حکومت کا زمانہ تو بہت پہلے سے شروع ہوا۔ لیکن بادشاہت ۳۷۲ھ میں ہوئی کہ یہی عضدالدولہ کی وفات کا زمانہ ہے۔

فخرالدولہ بن رکن الدولہ ۳۷۳ھ متوفی ۳۸۵ھ دونوں بھائیوں کے انتقال پر امرائے دولت نے اس کو خراساں سے (جہاں یہ بھائیوں کے خوف سے جا چھپا تھا) بلاکر تخت پر بٹھایا، اس کے لئے صمصام الدولہ نے خلیفہ بغداد سے خلعت بھجوائی اور اس طرح ایک مدت کے بعد موروثی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۷) وقعت عام مسلمانوں کی نظر میں اولاد حسنین نے دو صدیوں کے بعد پیدا کی چنانچہ بنو عباس پر فوقیت حاصل کرنے کی یہ حکمت سوجھی کہ آلِ علی کا اپنے کو شیدا ظاہر کیا۔ کسی کی ذاتی عقیدت سے یہاں بحث کرنا نہیں ہے محض اسقدر ظاہر کرنا مقصود ہے کہ خلافت کے جھگڑے کو جزِ ایمان قرار دینا اور اہلِ تشیعہ کے مذہب کو اہلِ سنت وجماعت سے الگ کرکے دکھانا۔ یعنی مذہب اسلام کی یوں دو مستقل حصوں میں تفریق کرنا اس بدعت کا بانی معزالدولہ ہوا اور اسی خیال کے مؤید اکثر سلاطین دیالمہ تھے ورنہ اس سے پہلے یہ باتیں مسائل جزیہ کیطرح مانی الذہن ہوتی تھیں اپنے مخالف خیال والے کو کوئی مذہبی طور پر جدا نہیں سمجھتا تھا، دیالمہ کے بعد فارس کے صفوی خاندان نے بھی اس جزوی مسئلہ کو خوب ترقی دی اور رفتہ رفتہ سنیوں اور شیعوں میں تفرقہ پیدا ہوگیا جو مسلمانوں کی تباہی کا سبب بنا۔

ملک پر آسانی سے قابض ہوگیا۔ یہ ذی علم تھا۔ اس کے عہد میں علمی ترقی بہت ہوئی، اس کا وزیر ابن عباد تھا جو علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھا امیر بخارا نے در پردہ اس کو اپنی وزارت کے لئے طلب کیا، ابن عبادؒ نے نہ آسکنے کے لئے دو عذر لکھے، اس میں ایک عذر یہ بھی تھا کہ صرف میری کتابوں کے اٹھانے کے لئے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وزیر ممدوح کے ہمراہ سفر میں صرف ادب کی کتابوں کے تیس اونٹ رہتے تھے[۵۱]

صمصام الدولہ علاء الدولہ کی وفات کے بعد صمصام الدولہ بغداد کا امیر الامرا بنا۔ اس کو اتار کر شرف الدولہ نے اپنے آپ کو امیر الامرا بنایا اور چھ برس کے بعد اپنی موت مر گیا، اسنے رصدگاہ بھی بنوائی۔

بہاء الدولہ بن عضد الدولہ (۳۷۹ھ) شرف الدولہ کے بعد امیر بغداد ہوا۔ ۴۰۱ھ میں وفات پائی اور اس کا تابوت مشہد امام علیہ السلام میں بھیجا گیا[۵۲]

مجد الدولہ بن فخر الدولہ (۳۸۷ھ) فخر الدولہ کے بعد اسکا نابالغ بیٹا مجد الدولہ تخت پر بیٹھا۔ لیکن انتظام سلطنت اس کی والدہ کرتی تھی جس نے اپنی زندگی تک سلطنت دیلمی کی رونق قائم رکھی، سلطان محمود غزنوی نے اس پر چڑھائی کرنی چاہی تو اس نے کہلا بھیجا کہ بیوہ پر فتحیابی سے محمود کا کیا نام ہوگا اور کہیں شکست ہوگئی تو بڑی ذلت

---

۵۱ ابن خلکان ج ۱ ص ۷۶، ۲۳۴   ۵۲ ذیل تجارب الامم ص ۱۶۷۔

ہوگی۔ محمود نے پھر اس کی زندگی میں یہ جرأت نہیں کی لیکن اس کے مرتے ہی چڑھائی کر کے مجد الدولہ کو گرفتار کر کے غزنی بھیج دیا اور خلیفہ قادر باللہ کو لکھا کہ مجد الدولہ کا چلن شرع محمدی کے خلاف تھا۔ اسلئے میں نے ایسا کیا۔

سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۰۱ھ) اپنے باپ کے بعد فارس اور بغداد میں حکمراں ہوا۔ اس کے ملک کو زیادہ تر محمود غزنوی نے کمزور کیا اور کچھ خانہ جنگیوں نے خراب کیا۔

شرف الدولہ بن بہاء الدولہ (۴۱۱ھ) میں شرف الدولہ کا نام بغداد کے خطبہ میں داخل ہوا۔ اور سلطان الدولہ کا نام متروک ہوا شرف الدولہ علمی مذاق کا حکمران تھا، ابراہیم بن بلال اس کا ندیم تھا۔[۵]

ابو کالنجار بن سلطان الدولہ۔ محمود کا بڑھتا ہوا غلبہ اور بغداد پر ترکوں کے حملے، دیالمہ کی باہم لڑائیاں۔ اس پر طرہ یہ کہ تین بادشاہ کالنجار، جلال الدین اور قوام الدولہ باہم جھگڑنے میں مشغول ہوئے، ملک میں عام بدامنی تھی۔ سلطنتِ دیالمہ کے ضعف کے ساتھ خلافت بھی مضمحل ہوگئی تھی، پہلے سلاطینِ دیالمہ سے ملک کو فوجی تقویت اور خلفائے سے درباری عزت حاصل تھی، ترکوں نے پھر زور پکڑا اور اب بجائے ملوکِ غزنی کے سلجوقیوں کا زور شروع ہوا جس کا اثر بغداد تک پہنچا۔

خسرو بن فیروز بن کالنجار اس بادشاہ کا لقب ملک رحیم تھا

---

[۵] تجارب الامم جلد ۶ ص ۱۰۱۔

اس کے وقت میں دیالمہ نے چاہا کہ متفقہ طاقت سے اپنے آپ کو سنبھال لیں لیکن سنبھال نہ سکے۔ خلیفہ نے بھی ان کی عزت کم کر دی، اور حکم دیا کہ ملک رحیم سے پہلے طغرل بیگ کا نام خطبہ میں پڑھا جائے۔

طغرل بیگ خلیفہ کی اجازت سے حج کو چلا، راہ میں خلیفہ سے ملنے کو ٹھیرا۔ دیالمہ اپنی غلط فہمی سے طغرل بیگ کے ساتھی ترکوں سے لڑ پڑے اور مغلوب ہوئے، تمام شہر میں لوٹ مار ہوئی، خسرو کو طغرل قید کر کے لے گیا۔ لیکن ابو منصور بن ابو کالنجار کو ایک موقع مل گیا اور وہ کچھ دنوں کے لئے فارس کا بادشاہ ہو گیا اور پھر اپنے سپہ سالار فضل بن حسن کے ہاتھ سے جس کی نسل کو مورخ فضلویہ کہتے ہیں ۴۴۸ھ میں مارا گیا۔ اس کی موت کے ساتھ دیالمہ کا خاتمہ ہو گیا، اور پھر فضلویہ کو بھی تھوڑے ہی دنوں میں ملک قادر سلجوقی نے بھگا کر اپنا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا[۱]

دیالمہ کے عہد میں علمی ترقی

خاندانِ دیالمہ علمی ذوق و شوق میں کسی دوسرے فرمانروا سے کم نہ تھا۔ عضد الدولہ کے وقت میں خزانہ دار مشہور فلسفی و مورخ ابو علی ابن مسکویہ متوفی ۴۵۶ھ تھا جس کی کتابیں تہذیب الاخلاق اور فوز الاصغر تجارب الامم علمی دنیا میں بلند پایہ سمجھی گئیں ہیں۔

عضد الدولہ کے نام علی الفارسی نے اپنی کتاب الایضاح معنون کی

---

[۱] کتاب التاج لابن بلال و ناسخ التواریخ الآثار الباقیہ و ابن اثیر ابن خلدون تجارب الامم، ابن مسکویہ جلد ۶۔

متنبی عرب کا مشہور شاعر اس کا مدح خواں تھا، اسکی تعریف میں اسے معرکہ کے قصیدے لکھے ہیں۔ عضد نے پہلے پہل اپنے کو شہنشاہ کہلایا عضد خلیفہ مامون کی تقلید کرتا تھا اس نے علماء کو مالامال کر دیا شعراء کو بڑے انعام دیئے اور مدرسہ بغداد بنایا۔[۵۱]

عضد کا بیٹا شرف الدولہ اپنے باپ کے قدم بقدم چل کر علمی کاموں کو فروغ دیتا رہا۔ مدرسۂ بغداد کو باپ سے زیادہ ترقی دی۔ ابن اعظم عبدالرحمٰن الصوفی ابو فافلکی اس کے ندیم تھے۔ اس نے بغداد میں ایک رصدگاہ بھی قایم کی اس کے لڑکے بہاء الدولہ نے خلیفہ الطائع کے عہد میں بغداد میں دس ہزار کتابوں کا ایک کتب خانہ قایم کیا، المقری نے اس کتبخانہ سے استفادہ کر کے علمی دنیا میں شہرت پائی بویہ سلاطین ہی کے زمانہ میں اخوان الصفاء کی جماعت قایم ہوئی جس نے علمی رسائل مرتب کئے شہر جرجان میں عظیم الشان شفاخانہ بنوایا۔[۵۲] ان کے کارناموں پر مستقل تاریخیں لکھی گئی ہیں۔

علمائے دربار سلاطین دیالمہ

ابراہیم بن ہلال ابن ابراہیم بن زہرون الصابی، کنیت ابواسحق ہے اس کی اصل حران کی ہے ۱۵ رمضان ۳۱۳ھ میں پیدا ہوا اور بغداد میں علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ علم ادب میں ماہر اور صناعت نظم و نثر میں بڑا بالغ نظر تھا اس کیساتھ علوم ریاضی میں بھی دستگاہ کامل تھی۔ بالخصوص علم ہیئت و ہندسہ میں

۵۱ تاریخ عرب موسیو سیدیو ص ۲۱۲ ۵۲ ایضاً۔

یدِطولی حاصل تھا، شرف الدولہ بن عضد الدولہ دیلمی نے بغداد میں بزرگانی یحییٰ بن رستم کوہی رصد بنانی چاہی، اس زمانہ میں ابراہیم دربار شرف الدولہ میں پہنچے۔ بادشاہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ قدر و منزلت بھی بڑی ہوئی رصد کے سلسلہ میں ان کا مشورہ لیا، مگر حاسدوں نے چین نہ لینے دیا۔ کچھ عرصہ قید میں رہے۔ ۱۲ر شوال ۳۸۴ھ میں انتقال ہوا۔ کتاب التاج آل بویہ یادگار ہے[1]

ابو محمود حامد بن الخضر الخجندی کبار فلکیین میں سے تھا، اس کا تعلق فخر الدولہ دیلمی کے دربار سے رہا۔ اس نے ایک آلہ رسد موسوم بہ سدس الفخری ایجاد کیا اس آلہ کی مدد سے امیال و عرض البلاد کی ترصید کی جاتی تھی ۳۸۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابو سہل دیجان بن رستم الکوہی، علم ہیئت کا ماہر متبحر شرف الدولہ کے دربار کا رکن تھا۔ اس نے ہی رصد گاہ قائم کی تھی۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ابو الحسن کوشیار ابن اللبان الجیلی۔ اس نے ایک نہایت عمدہ رصد خانہ تیار کیا تھا۔ ۳۵۹ھ میں کثیر فلکی مشاہدات کئے زیج الجامع والسامع مشہور کتاب ہے[2]

ابو الوفا محمد بن محمد البوزجانی الصفاتی علمائے ہیئت میں مشہور شخص ہے علم مثلث اور ہیئت میں مفید اضافے کئے۔

---

[1] فلاسفۂ اسلام از انتظام اللہ شہابی۔ [2] کشف الظنون جلد ۲ ص ۱۵۔

راضی باللہ

نام و نسب ابو العباس احمد مقتدر بن معتضد بن طلحہ بن متوکل[1] ظلوم نامی رومی کنیز کے شکم سے ۲۹۷ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت مقتدر نے علمائے عصر سے تعلیم دلوائی، احمد نے علامہ بغوی سے حدیث کی سماعت کی، ادب اور شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

"راضی عقیل سخی، ادیب، شاعر، فصیح، شخص تھا، علماء کی خدمت کیا کرتا اور اچھے شعر کہتا[2]"۔

خلافت قاہر کی گرفتاری کے بعد احمد بن مقتدر اپنی ماں کے ساتھ مقید تھا، امرائے سلطنت نے اسے آزاد کر کے پنجشنبہ ۶ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں اس سے بیعت کرلی، راضی باللہ کے لقب سے ملقب ہوا۔

حاجب محمد بن یاقوت رہا۔

وزارت راضی علمی ذوق کا شخص تھا، وزارت کے لئے اسکی نظر ابن مقلہ پر پڑی چنانچہ اس کو ہی منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ عنانِ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۸، ۲۰۹ [2] تنبیہ و اشراف ص ۳۴۳۔

کتاب مایحتاج الیہ الکتاب والعمال من الحساب اس کی مشہور تصنیف ہے ۳۸۰ھ میں انتقال ہوا[1]

شریف بن الاعلم، عبدالرحمن صوفی کا معاصر تھا۔ فن ہیئت میں اس کا جدول مشہور ہے۔ عضدالدولہ کو اس کی شاگردی پر فخر تھا۔ ۳۷۵ھ میں فوت ہوا۔

ابوالحسین عبدالرحمن الصوفی الرازی اکابر ماہرین ہیئت کتاب الکواکب الثابتہ۔ مدخل فی الاحکام، رسالہ فی الاصطرلاب اس کی تصنیف سے ہیں۔ ۴۱۱ھ میں فوت ہوا[2]

وزیر ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد فخرالدولہ کا وزیر سلطنت تھا بلحاظ علم و فضل یکتا تھا، سیاست اور ملک داری میں اپنا آپ نظیر تھا مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ تصنیف و تالیف میں بھی اس کو دستگاہ کامل حاصل تھی جو رسائل اس نے لکھے تھے وہ بہت مشہور اور مدون ہیں اس کے کتب خانہ میں اس قدر کتابیں تھیں کہ کسی نے اس قدر جمع نہ کی ہونگی کہا جاتا ہے کہ اس کا کتب خانہ چار سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا ابوالقاسم نے ۳۸۵ھ میں بمقام رے انتقال کیا۔

---

[1] البیرونی ص ۱۰-۱۹ [2] ابن خلدون جلد نمبر دہم ص ۱۶۸۔

وزارت ہاتھ میں لیتے ہی یہ اپنے دشمنوں سے نیک سلوک سے پیش آیا، مگر امیر محمد ابن یاقوت اس سے کھٹکتا ہی رہا، راضی کے آغازِ عہد میں تمام امور وزیر ابن مقلہ اور ابن یاقوت کے اختیار میں تھے۔

حنابلہ حنابلہ امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں، راضی کے عہد میں انہوں نے معاصی کا چاروں طرف چرچا دیکھا تو اصلاح کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ افسروں اور عوام کے گھروں میں گھس کر تلاشیاں لیں، شراب کے قرابے توڑ دیئے۔ مغنیہ عورتوں کو سزائیں دیں مزامیر کو بیکار کر دیا مگر بے حد غلو کو کام میں لائے تو ان کے متعلق مخالف علما نے حلول و تشبیہ کی تہمت رکھ کر حکومت سے ان کو پٹوا دیا، جن میں بہت سے ظلم و تشدد کے شکار ہوئے۔

ابن مقلہ رفتہ رفتہ ابن مقلہ معطل ہو کر رہ گیا تو خلیفہ سے لگائی بجھائی کر کے ابن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو قید کرا دیا مگر مظفر نے ابن مقلہ سے عہد لے کر اسکو آزاد کر دیا، اسنے فوج کو تنخواہ کے عنوان پر بھڑکا دیا جس نے ابن مقلہ کو گھیر لیا، اور معزول کر دیا۔ علی بن عیسیٰ سے وزارت کیلئے کہا اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی سفارش کی وہ وزیر ہو گیا مگر ملک کی حالت بگڑ چکی تھی مجبوراً وہ مستعفی ہو گیا۔ اس پر اس سے ۷۰ ہزار وصول کئے، عیسٰے سے ایک لاکھ کا جرمانہ وصول کیا اور منصبِ وزارت پر ابو جعفر کرخی سرفراز کیا گیا۔

ہارون بن غریب کی بغاوت ہارون بن غریب مقتدر کا ماموں زاد بھائی تھا

وہ قاہر کے عہد میں دینور، اور ماسبذان کا حاکم تھا اسنے بغداد آکر حکومت
میں دخیل ہونا چاہا۔ راضی نے اسکے ارادے سے مطلع ہوکر اسکو رد کا مگر
وہ ضد کر گیا اور بغداد روانہ ہو گیا۔ راضی نے حاجب محمد بن یاقوت کو اسکے
مقابلہ پر بھیجا۔ ہارون نے اسے شکست دے دی، حاجب کے پیچھے
گھوڑا ڈال دیا۔ بدقسمتی سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی یہ نیچے آرہا۔ اسکے
غلام یمین نے انعام کے لالچ سے اپنے آقا کا سر کاٹ لیا اور حاجب کو نذر کیا۔[1]

عماد الدولہ کا اقتدار

دولتِ عباسیہ زوال کے دور سے گذر رہی تھی خود سر اور حوصلہ مند لوگ اپنی حکمرانی قایم
کرتے جارہے تھے، یہ رسم البتہ باقی تھی کہ عباسی خلیفہ ان کی حکومت
کی تصدیق کر دے، عماد الدولہ علی بن بُوَیہ نے شیراز پر قبضہ کرنے کے
بعد ابن مقلہ سے مقبوضہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی
اور خلافت بغداد کی اطاعت کے اقرار کے ساتھ ایک رقم سالانہ پیش
کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ ابن مقلہ نے وقت کے تقاضے سے اسکو منظور
کر لیا اور راضی باللہ کی جانب سے خلعت اور لوائے حکومت بھجوادی
اس سے اس کی عظمت بڑھ گئی، اس کا حریف مرداویج تھا، اس کو
عماد الدولہ کا اعزاز ناگوار گزرا۔ چنانچہ اس نے فوج کشی کردی عماد الدولہ
نے اس کی دلجوئی کے لئے اس کا نام خطبہ میں داخل کر لیا اور اس
کی اطاعت پر صلح کر لی۔[2]

---

[1] ابن اثیر جلد ۸ ص ۹۱ [2] ابی الفداج ۲ ص ۸۲۔

مگر مراد ویج کچھ دن ہی اپنے ایک ترک کے ہاتھ سے قتل ہوا اور اس کا بھائی وشمگیر اس کا جانشین ہوا۔ عماد الدولہ کو یہ موقعہ راس آیا۔ عراق اور خوزستان عباسی حکومت کا خالصہ تھا، اس پر امیر یاقوت، عماد الدولہ مراد ویج بریدی ہر ایک کی نگاہ تھی، عماد الدولہ نے یاقوت پر حملہ کرکے اس کو مغلوب کرلیا اور ان علاقوں پر قبضہ جمالیا، راضی نے یہ رنگ دیکھ کر فارس، عراق اور خوزستان کے علاقہ پر بھی باقاعدہ عماد الدولہ کی فرمانروائی منظور کرلی۔ عماد الدولہ نے شیراز کو اپنا مستقر بنایا[1]

واقعات ناصر الدولہ حمدانی

راضی کی جانب سے امیر محمد حسن بن عبداللہ بن حمدان المقلب بہ ناصر الدولہ موصل اور دیار ربیعہ کا والی تھا، اس نے بھی اور امرائے سلطنت کی طرح ہاتھ پاؤں نکالے۔ اس کے چچا ابو العلا بن حمدان نے راضی سے خفیہ طور پر ناصر کے مقبوضات کا ٹھیکہ لے لیا اور جب یہ موصل پہونچا۔ ناصر کو خبر ہوگئی استقبال کے بہانہ سے یہاں سے نکل گیا۔ ابو العلاء موصل پہونچا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے استقبال کے لئے دوسرے راستہ سے گیا ہے یہ اس کے مکان میں ٹھیرا۔ ناصر الدولہ نے واپس آکر اس کو گرفتار کرکے قتل کرادیا۔ راضی کو یہ واقعہ گراں گذرا۔ اس نے ابن مقلہ کو ناصر الدولہ کی گوشمالی کے لئے موصل روانہ کیا۔ ناصر نے راہ فرار اختیار کی، ابن مقلہ نے موصل میں کچھ عرصہ رہ کر وہاں کا انتظام درست کیا۔

---

[1] ابوالفداج ۲ ص ۸۲۔

اور چلتے وقت علی بن طباب اور ماکر دویلمی کو اسکی حفاظت کیلئے چھوڑ گیا اور خود بغداد لوٹ آیا۔ ناصر ابن مقلہ کے ہٹتے ہی موصل آپہنچا اور ان دونوں عمال خلیفہ کو نکال باہر کیا اور موصل پر حکمرانی کرنے لگا، پھر راضی سے بھی عفو تقصیر کرالیا۔

بنو فاطمی عبید اللہ مہدی[1] نے مغرب میں حکومت قایم کر لی تھی اس کے انتقال پر اس کا بیٹا ابو القاسم محمد الملقب بہ القاسم بامر اللہ بادشاہ ہوا۔

---

[1] عبید اللہ مہدی کے متعلق علامہ سیوطی کی تحقیق یہ ہے کہ مہدی کا یہ دعویٰ کہ میں علوی ہوں بالکل لغو ہے، کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مہدی کا دادا مجوسی تھا چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں کہ عبید اللہ الملقب بہ مہدی مجوسی مغرب میں پہنچا اور علوی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن علمائے نسب میں سے کسی نے اس کے دعوے کو نہیں مانا اور اصل وہ خبیث باطن تھا، اس نے شراب و زنا کو جائز کر دیا تھا، پچپن برس حکمرانی کی[1]۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، ص ۲۰۸

مصر میں دولت اخشیدیہ کا آغاز

۳۲۲ھ میں راضی باللہ نے محمد بن طغج الاخشید کو مصر کا گورنر بنایا لیکن ابن طغج صرف گورنری پر قانع نہ ہوا۔ بلکہ اس نے مصر کو مستقل طور سے اپنے قبضہ میں لانا چاہا اور اپنی حکومت بنا لینے کی تدبیریں کرنے لگا۔ راضی میں طاقت نہ تھی اس لیئے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ بلکہ اپنی سعی سے مصر مع شام کے اپنے قبضہ و تصرف میں لے آیا۔ راضی نے بدرجۂ مجبوری قطع تعلق کے بجائے اسکو اخشید کا لقب عطا کیا اسطرح دولتِ اخشیدیہ[۱] کی بنا پڑ گئی

امیر الامرائی وزیر ابو جعفر نے بیت المال کو دیکھا کہ خالی پڑا ہے ادھر محمد بن رائق والی بصرہ اور ابو عبداللہ بریدی والیِ اہواز نے خراج روک لئے اور ابن بویہ نے صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔ مطالبات کی کثرت اور بے مائگی سے تنگ آکر ابو جعفر روپوش ہوگیا۔ اس کی جگہ پر ابو القاسم بن سلیمان کو بلایا گیا، لیکن وہ بھی نظام حکومت نہ سنبھال سکا۔ خلیفہ نے مجبور ہوکر ابن رائق سے خط و کتابت کی اور اسکو بغداد بلا کر خلافت کے کل صوبوں کا

---

[۱] اخشیدی آل طولون کے موالی میں تھا ۳۲۳ھ میں اپنی حکومت قایم کی جو ۳۵۸ھ تک رہی اس کی اولاد میں سے ابو القاسم انوجور بن اخشید، ابو الحسن علی بن اخشید، ابو المسک کافور مولیٰ اخشید، ابو الفوارس احمد بن علی بن اخشید کے بعد دیگرے ملوک ہوئے، (جلد ہفتم میں انکے تفصیلی حالات درج ہیں، دائرۃ معارف القرآن ج ۸ ص ۱۰۳

دفتر خراج سپرد کر کے اس کا لقب امیر الامراء رکھا۔ دفتر وزارت توڑ دیا گیا کل اختیارات ابن رائق کے ہاتھ میں آگئے۔ سارا مالیہ اسی کے قبضہ میں تھا جس طرح مرضی ہوتی کام میں لاتا، اور خلیفہ کو بقدر گزارہ کے رقم دیدیا کرتا مگر خراج کی آمد بند تھی جو کچھ آتا بھی تھا وہ انتظام سلطنت کے لئے ناکافی تھا۔ ابوالفتح جعفر بن فرات شام اور مصر کے خراج کا والی تھا، ابن رائق نے اس کو وزارت پر بلالیا۔ بغداد آیا تو اس پر خلیفہ کی نوازشات بہت ہوئیں، مگر وہ برائے نام خلیفہ کا اور حقیقتاً وزیر ابن رائق کا تھا۔

خلافت اور سیاست میں فرق

اس انقلاب نے خلافت کو سیاست سے جدا کر دیا۔ عملی طور پر خلیفہ سیاست سے قطعی بے تعلق ہو گیا۔ امیر الامراء کے ہاتھ میں عنانِ حکومت آگئی حتیٰ کہ خطبہ میں بھی امیر الامراء خلیفہ کا شریک بن گیا۔ خلیفہ کی شان صرف دینی رہ گئی،

واسط پر بریدی کا اقتدار

واسط میں عبداللہ بریدی حکمرانی کر رہا تھا، ابن رائق خلیفہ کو لیکر واسط روانہ ہوا اس نے وقت کے تقاضے سے ۳ لاکھ ۶۰ ہزار دینار سالانہ ۳۰ ہزار ماہوار کے حساب سے بارہ اقساط میں دینے کی استدعا کی خلیفہ نے منظور کر کے بغداد کی مراجعت کی مگر بریدی نے پند دینار بھی نہ بھیجے تو ابن رائق نے اسکو وزارت کا لالچ دیا اس نے احمد بن علی کوفی کو اپنی طرف سے بھیجدیا۔ ابن رائق نے ظاہر میں اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بریدی کے بھائی ابویوسف کو بصرہ کا والی مقرر کر دیا بریدی نے معہ فوج کے اس کو بصرہ پر قبضہ کرنے بھیجا۔ اب اہواز سے

بصرہ تک بریدیوں کی حکمرانی قایم ہوگئی تو انہوں نے خودسری اختیار کی، رائق نے بجکم دیلمی اور بدر خرمی کو فوج کیساتھ بریدیوں کی سرکوبی کیلئے بھیجا بجکم نے سوس پر قبضہ کیا۔ پھر تستر کی طرف متوجہ ہوا ابوعبداللہ بریدی مع اپنے بھائی کے ۳ لاکھ درہم اور ساز و سامان لیکر کشتی میں سوار ہوکر فرار ہوگئے۔ راہ میں کشتی باد مخالف سے الٹ گئی بمشکل ان دونوں بھائیوں کی جان بچی، یہ ابلہ اور وہاں سے بصرہ پہنچے، اعیان اہل بصرہ کو درمیان میں ڈال کر ابن رائق سے صلح کرنا چاہی۔ مگر ابن رائق نے منظور نہ کی بصرہ پر بجکم نے حملہ کر دیا۔ بریدی نے اہل بصرہ کو ساتھ لے کر مقابلہ کیا رائق کی فوج شکست کھاگئی۔ رائق خود فوج لے کے آیا اور بجکم کو بھی جو اہواز پر قابض تھا بلا لیا۔ لیکن بریدیوں سے ہزیمت اٹھا کر واپس گیا۔ بریدی کی ہمت بڑھ گئی۔ اس نے عماد الدولہ بن بویہ (دیالمہ) کو عراق کی طمع دلا کر اپنا بنا لیا۔ اس نے بریدی کے جھانسے میں آکر اپنے بھائی معز الدولہ کے ہمراہ فوج بھیجی جس نے آتے ہی اہواز پر حملہ کیا اور بجکم کو نکال باہر کیا۔ وہ واسط آگیا، مگر بریدی کی چالاکی معز الدولہ پر کھل گئی اور وہ اس سے منحرف ہو گیا۔

بجکم نچلا نہ بیٹھا سوس اور جندیسا پور پر اس نے قبضہ جمایا۔ اہواز پر بریدیوں سے دو دو ہاتھ کئے اور ان کو شکست دے کر اہواز پر بھی قبضہ کیا، بغداد میں ابن رائق کی قوت ختم ہوگئی، اسکے ساتھی اس سے کٹ گئے بجکم نے بھی اس سے آنکھیں پھیر لیں، واسط کا خراج بھیجنا بند کر دیا اور

خفیہ طور سے ابن مقلہ کے ذریعہ خلیفہ سے امیر الامرائی حاصل کرنے کی کوشش کی جسکو خلیفہ نے منظور کر لیا، چنانچہ بحکم بخوشی مع فوج کے بغداد آیا۔ ابن رائق نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا گیا ۱۳ ذیقعدہ ۳۲۶ھ میں بحکم بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے خوشدلی سے امیر الامرائی کا منصب اسکو عطا کیا[۱]

ابن رائق نے ایک سال دس ماہ امیر الامرائی کے منصب پر فائز رہنے کے بعد روپوشی اختیار کی۔ ۳۲۷ھ میں ناصر الدولہ بن حمدان نے موصل کا خراج روک دیا۔ بحکم خلیفہ کو ساتھ لے کر اس طرف گیا اور اس کو مغلوب کر کے رقم وصول کر لی۔ ادھر رائق نے بغداد کو خالی پا کر بغداد کی ایک جماعت کو مطیع کر لیا۔ جب امیر بحکم اور راضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے رفع شر کیلئے اس کو خراسان، قنسرین، عواصم وغیرہ کی گورنری عطا کر دی، وہ وہاں چلا گیا اور راضی اور بحکم بغداد لوٹ آئے۔

شام پر ابن رائق کا قبضہ

رائق نے گورنری ہاتھ میں لیتے ہی ۳۲۸ھ میں بدنائب اخشید کو شکست دیکر شام پر قبضہ کر لیا اور آہستہ آہستہ عریش تک اپنا دائرہ حکومت وسیع کر لیا۔ مگر اخشید نے چند دنوں میں یہ زرخیز علاقہ اڑ بھڑ کر واپس لے لیا اور شام پر حملہ آور ہوا، مگر ناکام رہ کر واپس چلا گیا۔ اس معرکہ میں اخشید کا بھائی مارا گیا۔ یہانتک کہ ابن رائق کا شام پر کامل تسلط ہو گیا۔

دولت عباسیہ کی تقسیم

ابن رائق امیر الامرا بنایا گیا تو اس وقت خلافت

[۱] ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۱۲۔

عباسیہ کے قبضہ میں صرف بغداد اور اس کے توابعات کے سوا کچھ نہ تھا۔[۵۱] تمام صوبے دوسروں کے قبضہ میں تھے، بصرہ پر ابن رائق قابض تھا، خوزستان میں ابو علی محمد بن الیاس کا اقتدار قائم تھا، رے اور اصفہان رکن الدولہ ابن بویہ اور شمگیر بن زیار کے زیر نگین تھے، موصل، دیار بکر، مضر، ربیعہ پر بنو حمدانی حکمرانی کر رہے تھے، مصر اور کچھ علاقہ شام پر اخشید کی فرمانروائی تھی خراسان اور ماوراء النہر کی حکومت پر نصر سامانی براج رہا تھا، طبرستان و جرجان دیلمیوں کے زیر نگین تھا۔ بحرین و عمان پر ابو طاہر قرمطی حکمرانی کر رہا تھا، اندلس اور افریقہ کے علاقے پہلے ہی سے دوسروں کے قبضہ میں چلے گئے تھے بلکہ امیر عبدالرحمٰن شاہ اندلس نے عباسی خلیفہ کا حشر دیکھ کر اپنا لقب امیرالمؤمنین ناصرالدین اللہ اختیار کر لیا تھا۔[۵۲]

حوادث قرامطہ قرمطی نے راضی باللہ کے عہد میں بھی فوج کے دو دستے کوفہ اور واسط کے نواح میں روانہ کئے، مگر کوئی نتیجہ خیز جنگ نہیں ہوئی، قرمطی ثانی اسکے بعد سے برابر احساء، بلاد بحرین میں رہنے لگا اور حکمرانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ۳۳۲ھ دوشنبہ ۱۷ رمضان کو اس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا، اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال کی تھی، اس کی پیدائش ۲۹۴ھ میں ہوئی اور جب اس کا باپ ابو سعید جنابی ۳۰۰ھ میں مارا گیا اس وقت قرمطی کی عمر ۶ سال کی تھی۔

باپ کے مرنے کے بعد اس کی فوج ۹ سال تک بے کار پڑی رہی۔

---

۵۱ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۸ - ۵۲ ایضاً ص ۲۰۹ -

رمضان سنہ ۳۱۱ھ میں ابو طاہر نے اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی سنہ ۳۱۶ھ میں ان کا کوفہ پر غلبہ بغلیہ کی وجہ سے ہوا۔

کوفی قرامطۂ بغلیہ کے حالات

قرامطۂ بغلیہ کے سرداروں کے نام مسعود بن حریث، عیسیٰ بن موسیٰ بن خت، عبدان بن ربیط مقلب بہ قرمیط معروف بہ ابن ابی السعید ابن الاعمی، ابو ذر جوہری تھے۔ قبائل بنو ذہل اور بنو رقاعہ کے عوام اسی جماعت کے پیرو ہو گئے تھے۔ سرداران بغلیہ اپنی قوت بڑھا کر جنبیلار اور تل فخار کے نواح میں قبیلہ بنو ابن نغیس پر حملہ آور ہوئے اور ان کو شکست دیکر اس کے تمام افراد کو اپنے تصرف میں لے آئے، ہارون بن غریب الخال اور صافی غلام نصر قشوری کا اس جماعت سے مقابلہ ہوا، اس جماعت کے کچھ لوگ مقتول ہوئے اور کچھ قید کئے گئے اور کچھ سلیمان بن حسن سے جب وہ ہیت سے بلد البحرین واپس جا رہا تھا مل گئے۔

اس جماعت کے لوگوں کو سلیمان کے لشکر میں آجمین کہتے تھے کیونکہ ان میں اکثر لوگ آجام یعنی جنگلوں اور کوفہ کے علاقۂ طفوف میں رہا کرتے تھے،

وقائع قرامطہ

غلام معروف بہ زکری جو بلادِ اصفہان کے شاہانِ عجم کی اولاد میں تھا، قرمطیوں کے دام میں آگیا۔ سنہ ۳۱۶ھ میں قرامطی کے پاس آیا۔ ابو طاہر نے ۳۱۹ھ میں حکومت اس کے حوالہ کر دی۔ تمام قرامطہ نے اس پر اتفاق کر لیا۔ اس نے عجیب و غریب طریقوں سے لوگوں کو پھانسنا شروع کر دیا۔ ابو طاہر کے بہنوئی ابو حفص

ابن زرقان کو اس نے قتل کر دیا جو عقل اور علم و ادب میں سب سے زیادہ لائق اور کامل تھا۔ پھر بنو سلیمان اور سردارانِ لشکر کو قتل کیا۔ جن کی تعداد سات سو تک بیان کی جاتی ہے، لشکر میں بری عادتیں اور قبیح خصلتیں زکری کی وجہ سے پڑ گئیں، جن کی مثال جب سے ابو سعید اور اس کی اولاد ان ممالک پر مسلط ہوئی۔ اس قوم کے لشکر میں کبھی دیکھی اور سنی نہ گئی تھیں، زکری کی حرکات سے اس کے متبع بھی بیزار ہو گئے اور انہوں نے موقع پا کر اسکو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ابو سعید حسن بن بہرام جنابی ان کا سرگروہ بن گیا۔ وہ بنو سمار سے آ کر ملا اور ان کو ہمنوا بنا کر قطیف آیا۔ یہاں بنو کلاب کو اپنا ہمخیال کیا، ابو زکریا بحرانی بھی اس کا ہم آہنگ ہو گیا۔ مگر دونوں میں کچھ عرصہ بعد اَن بَن ہو گئی، ابو سعید نے زکریا کو مار ڈالا اور بحرین وغیرہ پر قبضہ جمایا۔ علی بن سمار قطیف میں رہتا تھا، اس کو بھی تہ تیغ کیا اور پورا قبضہ و تسلط بر ابو سعید نے قطیف پر کر لیا۔ اس کے علاوہ قرامطہ کا دوسرا شہر زرہ تھا جہاں خاندان حسن بن عوام آباد تھا، اس کا تعلق قبیلہ زرد سے تھا۔

تیسرا شہر صفوان تھا یہاں بنو حفص آباد تھے یہ خاندان عبدالقیس سے تعلق رکھتا تھا۔

چوتھا شہر ظہران اور پانچواں احساء یہاں بنو سعد آباد تھے جن کا تعلق قبیلہ تمیم سے تھا۔

چھٹا شہر حواثا یہاں خاندان عریان بن ہشیم ربعی آباد تھا، عریان کا ذکر علی بن محمد نے اپنے اشعار میں کیا ہے، علی بن محمد اپنا انتساب ابوطالب

کی طرف کرتا ہے یہ زنج کا رہنے والا تھا بصرہ میں اس کی تحریک کا آغاز ہوا۔ وہاں جانے سے پہلے جب یہ بحرین کے تمیم، کلاب، نمیر اور دوسرے قبائل میں اپنی تحریک کی اشاعت کر رہا تھا تو عریاں نے قبائل عبد القیس بنی عامر بن صعصعہ، محارب بن خصفہ بن قیس بن عیلان وغیرہم کے ساتھ پے در پے حملے کر کے بحرین اور اسکے نواح سے اس کو نکال دیا اور اسکے ساتھ بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔[1]

ابو سعید کا قتل اس کی فتنہ انگیزی سے حکومت بہت پریشان ہوگئی تو اس کی سرکوبی کے لئے بدر مجابی بھیجا گیا، بدر کیساتھ صقلبی بھی تھے۔ ان میں سے دو شخص ابو سعید قرمطی کے خادم بن گئے انہوں نے حمام میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا دورِ فتنہ ۲۷ برس تک قطیف بحرین (ہجر کے فتح ہو جانے تک) رہا۔[2]

راضی کے عہد سے عباسی خلفار کی بہت سی خصوصیات ختم ہوگئیں، دولت عباسیہ انتہائی انحطاط کی طرف جا رہی تھی، شورشیں بڑھ رہی تھیں امرار اپنے اقتدار کی خاطر باہمی دست و گریباں تھے۔

راضی کی وفات راضی مرض استسقار میں مبتلا ہوا اور ربیع الاول ۳۲۹ھ میں انتقال کر گیا اسکی عمر ۳۲ سال کی تھی اور مدتِ خلافت چھ سال دس مہینے۔

اوصاف راضی باللہ علمی اعتبار سے نہایت لائق و فائق تھا۔ تاریخ،

---

[1] التنبیہ والاشراف ۲۸۶ [2] ایضاً ۲۸۶۔

ادب اور شاعری میں صاحبِ کمال تھا، اس کا دیوان بھی ہے اس کے علاوہ تاریخ میں اس کی معلومات بڑی وسیع تھیں، علماء اور اہلِ کمال کا بڑا قدردان تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے اربابِ کمال جمع تھے ہر ایک کو اپنی فیاضیوں سے نوازتا رہتا تھا۔ راضی پست ہمت نہ تھا حتی المقدور اس نے اپنے اقتدار کو سنبھالے رکھا، اسکے عہد کے امراء خود بھی صاحبِ جوہر اور شجاعت میں یگانہ نہ تھے۔ مگر یہ راضی کی حسن قابلیت تھی کہ بے دست دیا ہوتے ہوئے ان کو مرہون منت بنا تا رہا لیکن امرا اپنی خود غرضیوں میں مبتلا تھے انکی شجاعت و مردانگی باہمی کشمکش میں صرف ہو رہی تھی، راضی نے عباسی دربار کی پرانی روایات اور خصوصیات کو ابتدا میں قایم رکھا۔ اس کا عہد اس بہار کا آخری منظر تھا۔ اس کے آخری عہد سے ہی بہار پر خزاں آگئی۔"

فیاضی اور سیر چشمی میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھا۔ اسکے ندیم اور حاشیہ نشین اس کے انعام و اکرام سے مالا مال تھے[۲]

خطبہ راضی جمعہ کی نماز خود پڑھاتا تھا، اور خطبہ بلیغ پڑھتا تھا۔ ابوالحسن بن زرقویہ کہتے ہیں کہ اسمعیل خطبی شب عید کو خلیفہ کے پاس گئے۔ راضی نے ان سے پوچھا کل میں عید کی نماز پڑھانے کے بعد کیا دعا مانگوں۔ انہوں نے کہا کہ تم یہ آیت قرآن بطور دعا پڑھنا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ۔

---

[۱] مروج الذہب ج ۸ ص ۳۸۹ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ راضی آخری خلیفہ تھا جس نے فوج کی تنخواہ کے قواعد بنائے۔[1]

راضی کے عہد کے علماء

نفطویہ، ابن مجاہد مقری، ابن کاس حنفی ابن ابو حاتم میرمان، ابن عبد ربہ صاحب العقد اصطخری شیخ الشافعیہ، ابن شنبوذ ابو بکر انباری وغیرہ[1]

محدثین وفقہا

مکحول نفسی تلمیذ ابی سلیمان، فقیہ و محدث تھے۔ ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

احمد بن محمد علامہ الطحاوی، فقیہ و محدث مشہور و معروف ہیں سماعت حدیث محمد بن سلامہ و یونس بن عبد الاعلیٰ و بحر بن نصر وغیرہ سے کی ان سے الطبرانی وابو بکر المقری نے روایت کی، ابو بکر محمد بن منصور دامغانی نے فقہ حاصل کی، معانی الآثار، مشکل الآثار۔ احکام القرآن۔ مختصر الطحاوی، شروح جامع کبیر و صغیر، کتاب الشروط۔ کتاب السجلات والوصایا والفرائض وغیرہ تصانیف ہیں، وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی[2]

محمد بن محمد بن محمود ابو منصور ماتریدی مشائخ کرام سے تھے تصحیح عقاید ورد اہل الاہواء والبدعہ میں تصانیف کثیرہ ہیں، ۳۳۳ھ میں وصال ہوا[3]۔

فلسفی

ابو بشر متی بن یونس منطق و فلسفہ کا عالم تھا۔ راضی باللہ کے عہد میں بغداد میں علوم فلسفہ کی اشاعت کی، درس تدریس مشغلہ تھا۔ ۳۲۶ھ میں فوت ہوا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹ [2] مقدمہ فتاویٰ عالمگیری ص ۵ [3] طبقات الاطباء ج ۱ ص ۲۲۵۔ القفطی ص ۲۱۲۔

متقی باللہ

نام و لقب ابو اسحاق ابراہیم متقی باللہ بن مقتدر بن معتضد ام ولد مسماۃ خلوب یا زہرہ کے بطن سے تھا۔

خلافت راضی کی وفات کے بعد انتخاب خلافت صرف امیر الامراء کے حکم کے انتظار میں چند دن معرض التوا میں رہا جب واسط سے امیر بجکم کا منشی ابو عبداللہ کوفی یہ حکم لے کر آیا کہ اراکین سلطنت قاضی و فقہا، رؤسائے بغداد آل عباس، علویین اور راضی کا وزیر سلیمان بن حسن وغیرہ جمع ہو کر خلیفہ منتخب کر لیں تو انہوں نے جمع ہو کر ابو اسحاق بن مقتدر کے ہاتھ پر ۳۲۹ھ میں بیعت کر لی[1] اس وقت اس کی عمر ۲۴ سال کی تھی۔ متقی باللہ کے لقب سے ملقب کئے گئے۔

تعلیم و تربیت شاہی خاندان میں تعلیم و تربیت ہوئی تھی اتقا و زہد اسلاف سے ورثہ میں پایا تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

"متقی بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور عبادت کرنے والا تھا[2]"

---

[1] تجارب الامم جز سادس ص ۲۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۹۔

بجکم کا قتل ۳۲۹ھ میں خوزستان میں ابو عبداللہ بریدی نے اپنی مستقل حکومت قائم کرلی۔ بجکم نے اس کی سرکوبی کیلئے فوج روانہ کی، بریدی مقابلہ میں آیا اور شکست کھا گیا۔ بجکم خوزستان روانہ ہوا۔ راہ میں دولت مند قافلہ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ نیت بگڑ گئی، اسپر ہاتھ صاف کیا۔ مگر ایک کُردی بچہ نے اچانک بجکم کی کمر میں خنجر بھونک دیا جس سے وہ جانبر نہ ہوسکا۔ دو سال امیر الامرائی کی۔ تمام مال تقریباً ایک کروڑ دینار کا بحقِ حکومت ضبط ہوا۔

متقی نے عنانِ حکومت نئے سرے سے اپنے ہاتھ میں لی کیونکہ سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ نظم و نسق سلطنت برائے نام عبداللہ احمد بن علی کوفی کاتب بجکم کے ہاتھ میں تھا اور وہی سیاہ سپید کے مالک بنے ہوئے تھے، مگر بجکم کے مرتے ہی اسکی کمان اتر گئی، اسکی جگہ رنگین و یلمی امیر الامرار بنایا گیا۔ مگر امیر رائق کو اس کا عروج ناگوار ہوا، چنانچہ اسپر حملہ آور ہوگیا، یہ مقابل آیا اور شکست کھا کر روپوش ہوگیا۔ پھر ابن رائق امیر الامرار ہوا، بریدی نے بغداد پر لشکر کشی بجکم کے مرتے ہی کی تھی ..... اور متقی سے جبریہ پانچہزار دینار بھی فوج کے لئے لیے تھے۔ مگر فوج کو ایک حبہ نہ دیا۔ اسپر فوج بگڑ گئی۔ یہ جان بچا کر واسطہ چلا گیا۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

گنبدِ خضرا ۳۲۹ھ میں گنبدِ خضرا جو منصور نے بنوایا تھا رعد و باران کی زیادتی سے گر پڑا۔ یہ گنبد تاجِ بغداد سمجھا جاتا تھا، اسی گز

ف[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۰۔

اونچا تھا، اس کے نیچے ایک ایوان بیس گز مربع کا تھا۔ اس کے درمیان میں ایک سوار کی تصویر بنی ہوئی تھی، جس طرف سے کوئی دشمن آنے والا ہوتا تھا۔ اس طرف اس کا منھ پھر جایا کرتا تھا۔[1]

بریدی کا خروج

۳۳۰ھ میں ابوالحسین علی بن محمد بریدی نے بیشتر قوتوں کو یکجا کر کے بغداد پر حملہ کر دیا، خلیفہ اور رائق دونوں اسکے مقابل آئے مگر دونوں شکست اٹھاکر موصل چلے گئے۔ بریدی نے بغداد میں داخل ہوکر خوب لوٹ مچائی، اور اس پر رونق شہر کو تباہ و برباد کر دیا، خلیفہ تکریت پہونچا، اپنے بیٹے المنصور اور رائق کو استمداد کے لئے موصل بھیجا۔ وہاں سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان والی تھا وہ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ جب یہ دونوں واپس ہوئے رائق کو قتل کرا دیا اس واقعہ کے بعد ابن حمدان کو خلیفہ نے ناصرالدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بھائی کو منصب امیرالامرائی پر فائز کیا۔ اور سیف الدولہ کا خطاب دیا اور اس کو موصل کا تاج و تخت سپرد کر دیا۔ پھر ان کو بغداد لایا۔ بریدی کو خبر لگی تو وہ روپوش ہوگیا اور واسط چلا گیا، وہاں سے فوج لیکر بغداد پر پھر حملہ کرنے چلا۔ جس سے اہل بغداد میں سخت انتشار پیدا ہوگیا بعض زین شہر بھاگنے لگے۔ متقی اور ناصرالدولہ مقابلہ کے لئے ساتھ نکلے اور سیف الدولہ نے بڑھ کر بریدی کو مدیرین پر آگھیرا اور اس قدر پٹائی کی کہ اس کو واسط لوٹنا پڑا، مگر سیف الدولہ نے وہاں پہونچکر بھی اسکی خبر لی بالآخر اس نے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۰۔

بصرہ جاکر دم لیا، اور سیف الدولہ کامیاب واپس آگیا۔

رومی حملہ ۳۳۱ھ میں اہلِ روم نے ارزن پر ہر طرف سے حملے کئے اور وہاں کے باشندوں کو خاک وخون میں ملایا۔ وہاں کے گرجا میں ایک رومال تھا جس کی نسبت عیسائیوں کا گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک اس سے صاف کیا تھا۔ اور آپ کی شبیہ مبارک اس میں منقش ہو گئی تھی، عیسائیوں نے یہ رومال منگوایا، مگر شرط یہ کی کہ تمام قیدی رہا کردیئے جائیں، چنانچہ تمام قیدی آزاد کر دیئے گئے اور رومال عیسائیوں کو دیدیا گیا۔

آزربائیجان پر روسی حملہ ۳۳۲ھ میں روس کے غارتگروں نے بحری راستہ سے اطرافِ آذربائیجان پر حملہ کرکے بردعہ پر قبضہ کرلیا۔ مگر آذربائیجائیوں نے انکو مار پیٹ کر نکال باہر کیا۔

توزن کا اقتدار سیف الدولہ اور بریدمیں پھر چلگئی، بھائی کی معاونت کیلئے ناصر الدولہ ۱۳ ماہ امیر الامرائی کرکے موصل گیا۔ بغداد پر امیر توزن واسطہ سے آکودا[1] متقی نے باجبر واکراہ اسکی آؤبھگت کی اور خلعتِ امیر الامرائی عطا کیا، توزون خفیف الحرکات تھا اسکی متقی سے ٹھن گئی، توزون نے ابوجعفر بن شیرزاد کو واسطہ سے بغداد بلا بھیجا اُسنے آکر بغداد کو اپنے تحت وتصرف میں کرلیا متقی نے یہ رنگ دیکھ کر موصل ابن حمدون کو لکھا۔ وہ کثیر لشکر سے بغداد پہنچا، ابوجعفر روپوش ہو گیا۔ متقی اپنے اہل وعیال کو لیکر تکریت چلے گئے، ادہر ناصر الدولہ غزنوں اور کردوں کا ایک عظیم لشکر

[1] تجارب الامم جز سادس ص ۸۸ -

توزون سے مقام عکبر پر قوت آزما ہوا، ناصرالدولہ ابن حمدان کو منہ کی کھانا پڑی اور متقی کو تکریت سے لیکر موصل بھاگ گیا۔ امیر توزون نے راہ میں دوبارہ اسکو آگھیرا۔ خلیفہ اور ابن حمدان نے مقابلہ کیا مگران کو پھر شکست ہوئی، خلیفہ نے اب کوئی چارہ نہ دیکھا تو اخشید والی مصر کو اپنی مدد کیلئے بلا بھیجا۔ اس حرکت سے ناصرالدولہ کو ان سے عناد پیدا ہوگیا، خلیفہ نے توزون سے خفیہ طور پر صلح کا نامہ وپیام جاری کردیا، جس کو اُسنے مان لیا اور ۳۶ لاکھ درہم لیکر عہد پیمان ہوگیا ادہر اخشید خلیفہ کی مدد کیلئے آگیا۔ رقہ میں ملاقات ہوئی، اخشید نے متقی سے عرض کیا۔

"امیرالمومنین میں آپ کا غلام اور غلام کا بیٹا ہوں، ترکوں کی شرارت اور عذاب آپ کو معلوم ہو چکے۔ بہتر ہو آپ میرے ساتھ مصر چلے چلیں، اس پر حکومت کریں اور امن سے بیٹھ جائیں[1]"

لیکن متقی کو بغداد پہنچنے کی پڑی ہوئی تھی، اخشید کبیدہ خاطر ہوکر مصر لوٹ آیا۔

۱۴ر محرم ۳۳۳ھ کو متقی رقہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوا تو توزون اس کے استقبال کے لئے آیا۔ انبار اور نوہیت کے درمیان ملنا ہوا توزون نے بڑے احترام سے خلیفہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک خیمہ میں اُتار دیا۔ متقی آرام و اطمینان سے ٹھیرا ہوا تھا کہ علی بن مقلہ مع ساتھیوں کے آیا اور متقی کی آنکھیں نکلوالیں اور اس کو بغداد بھیجدیا۔ امیر توزون بھی بغداد

---

[1] الفخری ص ۲۵۹۔

پہونچا اور عبداللہ بن مکتفی باللہ کے لقب سے بیعت کر لی۔ یہ واقعہ محرم ۳۳۳ھ کا ہے۔ پھر متقی کو جزیرہ میں قید کر دیا۔[1]

وفات متقی نے بحالت قید ۳۵۷ھ میں بعمر ۶۰ سال، وفات پائی کل مدتِ خلافت چار سال ہے۔

عام اوصاف متقی میں جہان بانی کا کوئی وصف نہ تھا، اس کے دورِ خلافت میں جنگ و جدال اور عام فتنہ و فساد ہوتے رہے اور نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔[2]

البتہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے متقی میں بہت سی خوبیاں تھیں، خطیب کا بیان ہے۔

"وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال و اعمال سے محترز رہا۔ نبیذ کبھی نہیں پی۔[3] ہر وقت قرآن شریف تلاوت کرتا رہتا اور کہا کرتا تھا۔ کہ میرا اس سے بڑھ کر کوئی رفیق و ندیم نہیں، اپنی کنیزوں کو منہ نہیں لگایا۔[4]

متقی کے عہد کے علماء و فقراء ابو یعقوب النہر خوزی۔ جنید بغدادی قاضی ابو عبداللہ المحاملی، ابوبکر الفرغانی صوفی، حافظ ابو العباس بن عقدہ ابن ولاد النحوی[5] احمد بن عصمہ صفار البلخی متوفی ۳۳۶ھ۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ۲۱۱ و ابن اثیر ج ۸ ص ۱۳۶ [2] الفخری ص ۲۵۶ [3] تاریخ خطیب ج ۶ ص ۵۲ [4] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱ [5] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱۔

محدثین وفقہاء محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ المعروف بحاکم الشہید فقیہ متبحر، حافظ الحدیث۔ ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک آپ سے تلمذ رکھتے تھے، کتاب منتقی و کافی و مختصر حاکم آپکی معروف کتابیں ہیں ۳۳۴ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن سہل ابو حامد سمرقندی، شاگرد محمد بن الفضل سمرقندی ۳۴۰ھ میں فوت ہوئے، مختصر کرخی و شرح جامع صغیر و کبیر یادگار ہیں۔[1]

مفسرین منتقی کے عہد کے مفسرین میں شیخ ابوبکر محمد بن عزیز السجستانی کا نام خاص طور پر لائق ذکر ہے ان کو علوم قرآن میں تبحر کا درجہ حاصل تھا الفرید تفسیر قرآن لکھی ۳۳۰ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1] مقدمہ فتاوی عالمگیری ص ۵۶۔

مستکفی باللہ

نام ولقب ابوالقاسم عبداللہ مستکفی بن مکتفی بن معتضد ام ولد موسومہ املح الناس کے بطن سے ۲۹۲ھ میں پیدا ہوا۔

خلافت بعد خلع خلافت متقی ۳۳۳ھ میں توزون نے ابوالقاسم عبداللہ کو مستکفی باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا۔ اس وقت اسکی عمر ۴۱ سال تھی[1]، اس مشورہ میں ایک عورت قہرمانہ شریک تھی مستکفی نے اس کو اپنے خزانہ کا سکریٹری بنالیا اور اس کا نام علم رکھا۔

وزیر ابوالفرج محمد بن علی سامری کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

امیرالامرا توزون ہی خود منصب امیرالامرائی پر برقرار رہا اس کو خلیفہ نے خلعت اور تاج پہنایا۔

سیف الدولہ کا اقتدار ۳۳۳ھ میں سیف الدولہ نے اپنی حکمرانی کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لئے حلب پر حملہ کیا اور اسکو اپنے قبضہ میں لے آیا۔ اسکے بعد حمص پر بھی متصرف ہوگیا۔ ان دونوں ملکوں کے انتظام سے فراغت پاکر اسنے دمشق کا محاصرہ کیا۔ لیکن اخشیدی والی مصر نے اس سے قنسرین میں مقابلہ کیا سیف الدولہ کو

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔

جزیرہ کا رخ کرنا پڑا اور اخشید کامیابی حاصل کرکے دمشق واپس آگیا۔

رومیوں کا حملہ

اس اثنا میں رومیوں نے شورش مچائی اور اسلامی سرحد میں داخل ہو کر حلب تک پہنچ گئے لیکن سیف الدولہ کی بہادر فوج نے رومیوں کو شکست فاش دی۔

ابوالحسن بریدی کا قتل

عبداللہ بریدی کے انتقال ۳۳۳ھ کے بعد اس کا بھائی ابوالحسین جانشین ہوا۔ فوج نے اس سے باغی ہو کر اس کے برادرزادہ ابوالقاسم کو اپنا امیر بنا لیا ابوالحسن نے امیر قرامطہ سے مدد لے کر برسر اقتدار رہنا چاہا۔ مگر ناکام رہا پھر بغداد آکر توزون کو رقم دے کر بصرہ کی حکومت لینا چاہی۔ ابوالقاسم نے زیادہ رقم پیش کی ابوالحسن ناکام ہوا۔ آخر ابن شیرزاد نے توزون سے کہکر ابوالحسن کو گرفتار کر لیا اور قرامطہ سے تعلق رکھنے کی بنا پر اسکو قتل کیا گیا[1]۔

وفات امیر توزون

دو سال چار ماہ انیس دن توزون امیر الامرائی کرکے ۳۳۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کا رفیق کار زیرک بن شیرزاد مقام ہیت میں مقیم تھا جب اسکو توزون کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ فوج لیکر بغداد پر چڑھ دوڑا۔ یہاں کی فوج نے اس کا خیر مقدم کیا اور متفقہ طور پر اسکو منصب امارت کیلئے پسند کیا خلیفہ نے بھی مجبوری اس انتخاب کو قائم رکھا۔

معزالدولہ احمد بن بویہ

معزالدولہ کو امیر الامراء بننے کی دیرینہ تمنا تھی مگر امیر توزون کی شجاعانہ سرگرمی سے

[1] تجارب الامم ج ۶ ص ۹۰۔

مقابل آتے ڈرتا تھا، چنانچہ اس کے مرنے کے بعد فوج لیکر بغداد پر آدھمکا۔ مستکفی اور شیرزاد کو معلوم ہوا، انہوں نے پہلے روپوش ہونا چاہا، پھر مستکفی نے موقعہ کی نزاکت کا لحاظ کر کے معز الدولہ کا خیر مقدم کیا اور اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دربار میں معز الدولہ کا لقب عطا کیا اور عہدہ امیر الامرائی پر تقرر فرمایا، مزید دلجوئی کیلئے اسکے بھائی علی کو عماد الدولہ اور حسن کو رکن الدولہ کے خطابات سے سرفراز فرمایا۔[1] ۳۳۴ھ میں سکوں پر بھی ان کے نام کندہ کرائے۔ اسکے بعد بنی بُوَیہ کا اقتدار بڑھتا گیا۔ معز الدولہ نے کچھ عرصہ بعد نظام حکومت پر پورا قبضہ جمایا۔ اب دولت عباسیہ گویا بنی بُوَیہ کی گردش چشم و ابرو کی محتاج بنکر رہ گئی، کچھ دن بعد شیرزاد ظاہر ہوا۔ اس کو معز الدولہ نے حاکم خراج کر دیا۔

خلیفہ کا وظیفہ معز الدولہ نے مستکفی کے حقوق واختیارات سلب کر کے اس کے گذارے کیلئے پانچہزار ماہانہ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کر دی صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا یا بعض احکام و فرامین رسماً اسکے نام سے جاری ہوتے تھے معز الدولہ تخت خلافت پر خلیفہ کے پہلو میں بیٹھا کرتا تھا۔

سیاسی حالت بنی بُوَیہ شیعہ تھے، انکو بنی عباس سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور نہ انکے دلوں میں خلفاء کا احترام تھا۔ ترک مستبد تھے، مگر خلفاء کا احترام کرتے تھے، دیالمہ کی تولیت خلافت سے خلفاء بنی عباس کا رہا سہا اقتدار بھی ختم ہو گیا، خلیفہ کیساتھ کوئی طاقت نہ تھی جسکے بھروسہ پر وہ اقتدار بحال کرتا۔ ترک و دیالمہ سے گٹھ گئے تھے۔ مستکفی اپنے دن کاٹ رہا تھا، ایکسال

---

[1] تجارب الامم جلد ۶ ص ۸۵۔

چند ماہ خلافت کے منصب پر بیٹھے گذرے تھے۔

مستکفی کی معزولی

معز الدولہ کو یہ وہم ہوا کہ مستکفی مجھکو قتل کرادیگا اور قہرمانہ خلیفہ کی ہمراز ہے، چنانچہ اس نے اپنے دو نقیبوں کو بھیجکر قہرمانہ کی زبان کٹوالی اور دار الخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا اور مستکفی کو تخت سے اتار کر دربار میں لے جاکر اس کو معزولی کا حکم سنایا[1]۔ اور ۳۳۴ھ میں اس کو قید کر دیا۔ اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ بحالت قید مستکفی نے ۳۳۸ھ میں وفات پائی[2]۔ ۲۲ سال زندہ رہا۔ کل مدت خلافت ایک سال چار ماہ ہے[3]۔

اس دور کے علماء

قدامہ، اس کے اسلاف نصرانی تھے۔ مگر علمائے اسلام کی صحبت سے مشرف باسلام ہوا۔ اور علوم و فنون میں بڑا درک حاصل کیا ۹۲۸ء عہد مستکفی میں مالگذاری کا محاسب مقرر ہوا۔ اس نے کتاب الخراج لکھی جس میں خلافت بنی عباسیہ کے صوبجات کی تقسیم کی اور سالانہ آمدنی اور نظام رسل و رسائل پر بحث کی ۳۳۸ھ ۹۵۰ء میں فوت ہوا۔

ابوالوفا البوزجانی الحاسب مستکفی اور مطیع کے عہد کا ماہر ہیئت تھا۔ اسنے حجاج بن یوسف بن مطر (متوفی ۸۳۳ء) جس نے اقلیدس اور مجسطی کا ترجمہ کیا تھا۔ اس میں کچھ نقائص تھے۔ ابوالوفا نے اس کی تصحیح کی اور زیج الواضح اور کتاب الہندسہ تصنیف کی۔ اس کا بڑا کارنامہ مثلثات کی تحقیقات ہے۔ مماس۔ مماس التمام۔ قاطع۔ قاطع التمام کو

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰۶ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶ [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۰۶

کو زیادہ رواج دیا اور اس کے لئے ضابطے دریافت کئے ریاضی میں اس کا پایہ مسلم ہے۔ ۳۳۰ھ/۹۴۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۳۸۸ھ/۹۹۸ء میں عہدِ قادر میں انتقال ہوا۔

ابو بکر احمد بن محمد معروف جصاص رازی، یگانۂ روزگار تھے۔ احکام القرآن آپ کی نہایت اہم اور مشہور تالیف ہے ۳۷۰ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابو محمد عبداللہ بن عطیہ وطن دمشق تھا، انکی تفسیر ابن عطیہ قدیم کے نام سے مشہور ہے ۳۸۳ھ میں انتقال کیا۔

علامہ خطابی علومِ قرآن کے ماہر تھے انہوں نے اعجاز القرآن معرکہ کی کتاب لکھی ۳۸۸ھ میں فوت ہوئے۔ ابو داؤد کی مشہور شرح معالم السنن بھی انہیں کی تصنیف ہے۔

ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن عبداللہ الرمانی اخشیدی اور وتراق سے مشہور تھے لیکن زیادہ تر رمانی ہی کہے جاتے تھے۔ مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے، زبردست متکلم تھے، ۲۷۹ھ میں ولادت ہوئی اور ۳۸۴ھ وفات پائی۔

مطیع اللہ

نام و لقب ابوالقاسم فضل مطیع اللہ بن مقتدر بن معتضد باللہ عباسی ام ولد مشغلہ صقلبی کے بطن سے ۳۰۱ھ میں پیدا ہوا[1]،

خلافت مستکفی کی معزولی کے بعد ۲۲ جمادی الآخر ۳۳۴ھ میں ابوالقاسم فضل کو مطیع اللہ کا لقب دیکر نام نہاد تختِ خلافت پر بٹھایا گیا[2] مستکفی نے بھی بجبر بیعت کی اور معزولی کا اقرار کیا۔ معزالدولہ کسی علوی کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ اس کے ندیم شیعوں نے مخالفت کی کہ بنی فاطمہ کو خلیفہ بنا کر خود اپنے اقتدار کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کرنا ہے، یہ بنی عباس آپ کے قابو میں رہیں گے چاہے ان کو قتل کر دو۔ مگر بنو فاطمہ کو خلیفہ بنا کر بوجہ عقیدت ان کا کچھ نہیں کر سکتے[3]۔

وفات اخشید ۳۳۴ھ میں اخشید نے دمشق میں وفات پائی، اسکا چھوٹا بیٹا انوجور اس کی جگہ پر فائز ہوا۔ مگر صغرسنی کی وجہ سے تمام کاروبار کو حبشی غلام کافور نے سنبھال لیا۔ سیف الدولہ نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ مگر کافور نے بزورِ قوت سیف الدولہ سے دمشق واپس لے لیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶ [2] تجارب الامم ج ۶ ص ۸۷ [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۴۹

مطیع کی خلافت کو پانچ سال ہوئے تھے کہ ذی الحجہ ۳۳۹ھ میں

حجر اسود | قرامطہ نے حجر اسود واپس کر دیا جو بیت الحرام میں اپنی جگہ نصب کر دیا گیا۔[1]

خلیفہ کے اقتدار کا خاتمہ | خلافت عباسیہ اگرچہ معز الدولہ کے اقتدار سے پہلے ہی اپنی ساکھ کھو چکی تھی۔ مگر معز الدولہ نے رہی سہی آبرو کا بھی خاتمہ کر دیا، یہ غالی شیعہ تھا اور مجوسی النسل اس نے خلیفہ کو اس قدر بیکار بنا دیا کہ اس کے پاس ذاتی مال و اسباب کی نگرانی کیلئے ایک منشی کے سوا کوئی بھی خادم نہ رہا تھا، معز الدولہ نے عراق کے علاقے اپنی فوج کے امرا میں تقسیم کر دئے۔ ان لوگوں نے مالیانہ کی وصولی میں کاشتکاروں پر بیحد ظلم توڑے، یہاں تک کہ وہ گھر بار چھوڑ گئے۔ ادھر فوج میں عموماً دیالمہ تھے، ان میں اور ترکوں میں چل گئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ تجارتی قافلوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔ بغداد میں غلہ تک اسقدر گراں ہو گیا کہ باشندے مردار خور ہو گئے۔

ترویج شیعت | معز الدولہ نے اپنی شیعت کا مظاہرہ شروع کر دیا، عید غدیر منائی گئی، محرم میں عورتیں بالوں کو کھولکر نوحہ کرتی نکلیں اس سے بھی بڑھ کر تبرا بازی تھی۔[2] تفصیل دولت دیالمہ میں لکھی جا چکی ہے، غرضکہ شیعہ سنیوں میں ٹھن گئی اور چاروں طرف سے معز الدولہ پر یورش ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں سخت ابتری پھیل گئی۔

موصل کے رئیس ناصر الدولہ نے اس فتنہ کا خاتمہ کرنا چاہا اور ملک کو

---

[1] التنبیہ والاشراف ص ۲۹۱ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۷۹۔

معزالدولہ کے ظلم سے نجات دینے کا ارادہ کیا۔ بریدی امیر بصرہ بحرین کا قرمطی جو معزالدولہ کا دشمن تھا۔ اس سے جاکر ہجر میں ملا، قرمطی امیر عمان کیساتھ بصرہ پر حملہ آور ہوئے، معزالدولہ سے سخت جنگ ہوئی۔ یہ آپس میں دست بہ گریباں تھے، واسط اور بصرہ کے درمیان مقام بطیحہ میں عمران بن شاہین جو صاحب مند امیر تھا اس نے موقعہ غنیمت جان کر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ معزالدولہ کی فوجیں اسکے مقابل ہوئیں مگر ان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر معزالدولہ ابن شاہین کے سامنے عاجز ہو گیا۔

ابن شاہین کی حکومت

ابن شاہین نے ۳۲۹ھ میں اپنی حکومت قایم کی جو ۴۰۸ھ تک قایم رہی[1]

الغرض معزالدولہ کا سارا عہد بغداد میں ظلم و ستم کا عہد تھا

۳۳۸ھ میں اس کا بھائی عماد الدولہ اصطخر میں مرگیا اس کے اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجہ فنا خسرو پسر رکن الدولہ کو جانشین کر گیا جو فارس کا بادشاہ ہوا اور اس کا لقب عضد الدولہ تھا، معزالدولہ کا ۱۲ ربیع الاول ۳۵۶ھ کو انتقال ہو گیا۔[2] اس کا بیٹا بختیار (عزالدولہ) اسکا جانشین ہوا۔ یہ شرابی، کبابی تھا اور متعہ کے شوق میں دن رات لگا رہتا تھا۔ اسکے وزیر ابوالفضل

---

[1] امرائے حکومت شاہین:۔ عمران بن شاہین (۳۶۹ھ) حسن بن عمران (۳۷۲ھ) ابوالفرج بن عمران (۳۷۳ھ) ابوالمعالی بن حسن (۳۷۳ھ) مظفر وزیر۔ (۳۷۶ھ) مہذب الدولہ ابوالحسن (۴۰۸ھ) ابن مہذب الدولہ (۴۰۸ھ) عبداللہ ابن سنی (۴۰۸ھ) [2] ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۹۴۔

عباس بن حسین اور محمد بن عباس تھے جو اسکے ناز یبا طریقہ عمل سے برگشتہ ہو گئے اسی سال ناصر الدولہ حمدانی والی موصل کو اسکی اولاد نے قتل کر دیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا ابو تعلب رئیس ہوا بختیار نے ۱۲ لاکھ درہم سالانہ خراج اسپر لگا دیا۔ ۳۵۶ھ میں کافور نے انتقال کیا معز الدین

مصر میں فاطمی خلافت

فاطمی تاک میں تھا، اسنے اپنے سپہ سالار جوہر صقلی کو فوج دے کر مصر بھیجا۔ اس نے ۳۶۱ھ میں فاطمی خلافت کا جھنڈا مصر پر لہرا دیا۔ بنو فاطمہ کے تفصیلی حالات جلد ہفتم میں تحریر ہوں گے۔

رکن الدولہ اور وشمگیر دست بہ گریباں ہوئے، بالآخر ۳۵۷ھ میں وشمگیر فوت ہوا۔ تو اس کا بیٹا "بے ستون" تخت نشین ہوا۔ رکن الدولہ اس سے بھی جنگ کرتا رہا۔

رومیوں کے حملہ

سرحد پر قیصر روم نے حملہ کر دیا۔ خلیفہ گو معطل کر دیا گیا تھا، رومیوں کو جواب کون دیتا معز الدولہ یا عز الدولہ کو عیش و عشرت، ظلم و ستم اور ترویج سیئات سے فرصت کہاں تھی کہ اسطرف توجہ کرتے، سیف الدولہ حمدانی میں اسلامی جرأت تھی چنانچہ وہ رومیوں کے مقابل آیا۔ مگر ہر موقعہ پر رومی بڑھتے گئے اور ہزارہا مسلمان قتل ہوئے مسجدیں مسمار کی گئیں، ہزارہا بچے قید کر لئے گئے، سروج بینا فارقین دیار ربیعہ تباہ ہو گئے۔ پھر رومیوں نے بحری راستے سے طرطوس پر حملہ کر کے آگ لگا دی، اٹھارہ سو مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ ۳۴۸ھ میں رہا کو لوٹ لیا اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کر کے چلتے ہوئے۔

۳۴۹ھ میں سیف الدولہ انتقام لینے کیلئے انکے ملک میں بڑھا رومیوں نے اس کو پیچھے سے آکر گھیر لیا۔ مسلمانوں کی پوری فوج تین سو نفوس سیف الدولہ کے ساتھ بچ سکے۔

۳۵۰ھ میں انطاکیہ کے مطوعین کی ایک جماعت روم کیطرف بڑھی لیکن رومیوں نے ان کو گھیر کر ایک حصہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا دوسرے حصہ کو پکڑ لے گئے۔

دمستق کے مظالم

۳۵۱ھ میں دمستق (نیکوفورس) سپہ سالار قیصر ارمانوس عین زربہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ اسنے ۵۴ قلعے فتح کر لئے۔ لاکھوں مسلمان بے خانماں ہو گئے، اسکے بعد وہ حلب کیطرف متوجہ ہوا۔ والی حلب سیف الدولہ مقابلہ پر آیا۔ مگر اسکو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ سیف الدولہ کے اقربا اس جنگ میں کام آئے۔ دمستق نے سیف الدولہ کا مال و متاع لوٹ لیا اور اسکے محل کو منہدم کرا دیا۔ دو روز شہر میں لوٹ رہی۔ بقیہ مال کو نذر آتش کر دیا۔ اسکے علاوہ ظالم دمستق بارہ ہزار مسلمان بچوں کو پکڑ لے گیا۔ یہ سب مصائب مسلمانوں پر ہو رہے تھے لیکن معز الدولہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ ۳۵۳ھ میں دمستق نے مصیصہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمان رضا کار سیف الدولہ کی کمان میں اٹھ کھڑے ہوئے ان کی مدد کے لئے پانچہزار خراسانی آ گئے، مگر رومی پیچھے ہٹ گئے اور طرطوس کو جا لیا۔ تین ماہ محاصرہ کیا۔ ان میں وبا پھیلی، ہزار ہا رومی مر گئے۔ دمستق یہ واقعہ دیکھکر پیچھے بھاگا۔

قیصر نے ۳۵۴ھ میں مصیصہ کو فتح کر لیا۔ صدہا مسلمان تہ تیغ کر ڈالے دو لاکھ مسلمانوں کو قید کر کے لے گیا۔ پھر طرطوس پر گھیرا ڈال دیا۔ شہر کے لوگ اماں کے طالب ہوئے۔ شہر کا دروازہ کھول دیا گیا، اور حکم دیا۔ جو شخص جسقدر مال اٹھا سکے، لے کر یہاں سے نکل جائے، چنانچہ ہزارہا مسلمان انطاکیہ چلے گئے۔ جامع مسجد کو منہدم کرا دیا اور اس میں گھوڑے باندھے گئے اور مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنا لیا گیا، یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر امرائے حمیت اسلامی رخصت ہو چکی تھی کہ مسلمانوں کی مدد کرتے، صرف سیف الدولہ تھا جو رومیوں کے مقابل آ جمتا تھا۔

سیف الدولہ

اسی زمانہ میں سیف الدولہ نے انتقال کیا اور مسلمانوں کا رہا سہا سہارا بھی سیف الدین کی موت سے جاتا رہا۔ اسکے انتقال کے بعد قیرویہ نے حلب پر قبضہ کر لیا۔

حملۂ قیصر

۳۵۸ھ میں قیصر شام میں آیا۔ طرابلس کو جلا کر خاک کر دیا قلعہ عرقہ کو تسخیر کیا۔ پھر حمص میں پہنچکر آگ لگا دی اور جسقدر ساحلی آبادیاں تھیں، ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان بچے پکڑ لے گیا۔ بوڑھے نکال دیئے گئے جوان تہ تیغ کئے گئے۔ ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ رومی نصرانیوں نے اس موقعہ پر اٹھا نہ رکھا۔ ان دست درازیوں سے عالم اسلامی میں عام ہیجان پیدا ہو گیا۔ امام ابو بکر محمد بن اسمٰعیل بن قفال مروزی شافعی سر بکف ۲۰ ہزار مجاہدین کو لے کر قیصر کے مقابلہ کو نکلے۔ راستہ بلادِ جبل میں سے گزرتا تھا۔ رکن الدولہ شیعی دیلمی نے ازراہِ عداوت ان کو جبراً روک دیا۔ قیصر کو پتہ لگا تو اس نے ۳۵۹ھ میں انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے

باشندوں کو قتل کیا اور بیس ہزار لڑکے لڑکیوں کو اسیر کرلیا، اسکے بعد رومی حلب کی طرف آئے، یہاں سیف الدولہ کا غلام قرعویہ حاکم تھا، اس کے ساتھ ابوالمعالی شریف ابن سیف الدولہ جنگ میں مشغول تھا وہ رومیوں کی یلغار سے بیاباں کیطرف چلا گیا اور قرعویہ نے کچھ رقم دے کر رومیوں سے صلح کرلی۔[۱]

اسکے بعد رومی کامیاب ہو کر لوٹ گئے۔ اس کو دوبارہ لوٹا۔ پھر جزیرۃ میں نصیبین کیطرف آئے اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اور دیار بکر کو بھی لگے ہاتھوں تباہ کر ڈالا۔ یہاں کے باشندے بغداد میں فریاد لے کر پہونچے، مسجد جامع میں رومیوں کے مظالم بیان کئے۔ بختیار شکار کھیلنے گیا تھا۔ اعیان سلطنت شکار گاہ گئے۔ بختیار سے کہا سنا، اس نے امداد کا وعدہ کیا۔ امیر سبکتگیں حاجب کو بغداد بھیجا کہ جہاد کا اعلان کرے، ابوتغلب والئ موصل کو تحریر کیا کہ تم رسد اور اسلحہ کا انتظام کرو چنانچہ اس نے خوشدلی سے سامان فراہم کیا، بختیار شکار سے بغداد لوٹا۔ خلیفہ مطیع سے مالی مدد مانگی، اس نے کہا

"جو شخص ممالک سے خراج وصول کرتا ہے اسکے اوپر
جنگ اور اسکے اخراجات کا بار ہے۔ میں انتظام نہیں کرسکتا۔"

بختیار نے خلیفہ کو دھمکایا، اس نے مجبوراً حرم کے کپڑے، زیورات۔ یہاں تک کہ مکانات فروخت کرکے چار لاکھ درہم بختیار کو رومیوں سے مقابلہ کی تیاری کے لئے دیئے۔ مگر بختیار نے جنگ کا ارادہ ترک کرکے وہ رقم اپنی عیش و عشرت میں اڑا دی۔[۲] یہ تھی سلاطین دیالمہ کی اسلامی

---

[۱] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۱۴ [۲] تجارب الامم جلد ۶ ص ۳۰۱۔

خدمت، دارالخلافہ میں یہ واقعات پیش آئے، رومی قدم بڑھا رہے تھے بسنہ ۳۶۳ھ
میں دمستق شہر آمد کی طرف متوجہ ہوا، ہبۃ اللہ بن ناصر الدولہ حمدانی اور اسکے
بھائی ابو تغلب مسلمانوں کی پشت پناہی کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھ کر دمستق
پر دو طرف سے ٹوٹ پڑے، رومیوں سے دو دو ہاتھ کئے، ہزاروں رومی
مارے گئے اور پٹ کر بھاگے، اور دمستق گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد
سے رومی ٹھنڈے پڑ گئے۔[1]

قرامطہ ۳۵۷ھ میں قرامطہ دمشق پر قابض ہو گئے اور حج کے جانے
کے لئے مصر، شام کے راستے روک دیئے، انکا ارادہ مصر
پر قبضہ کرنے کا تھا۔ لیکن بنو عبید (بنی فاطمہ) المعز پہلے پہنچ گئے اور مصر پر
قابض ہو گئے اور قاہرہ میں دارالامارہ بنا دیا گیا، مصر میں بنو عباس کا نام
خطبوں سے نکال دیا گیا۔ اس طرح شیعوں کی سلطنت اقلیم مغرب و مصر
و عراق میں قایم ہو گئی۔[2]

بختیار اور خلیفہ ۳۶۲ھ میں بختیار اور خلیفہ میں کشیدگی پیدا ہو گئی
عوام میں بختیار سے نفرت تھی، کسی نے عزالدولہ
بختیار کے غلام کو مار ڈالا۔ وزیر ابوالفضل شیرازی نے غلام کے بدلے
شہر میں آگ لگوا دی مگر وہ خود بھی اس آگ میں جل مرا۔[3]

---

[1] ابن اثیر سے ملخص کیا ہے۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۴
[3] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹۔

قاضی کا تقرر ۳۶۳ھ میں مطیع نے ابوالحسن محمد بن ام شیبانی ہاشمی کو قاضی بنایا۔ وہ اس عہدے کو قبول نہیں کرتے تھے، پھر اس پر بہ مشکل رضامند ہوئے کہ معاوضہ نہیں لیں گے، کسی کی سفارش نہیں سنیں گے، البتہ عملۂ قضا کا صرفہ حکومت کے ذمہ رہے گا۔[1]

خلع خلافت ۳۶۳ھ میں مطیع پر فالج گرا۔ اس کی زبان بند ہو گئی، عزالدولہ نے حاجب امیر سبکتگین کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ اپنے آپ کو معزول سمجھ کر اپنے بیٹے عبدالکریم الطائع اللہ کو کار دبار سلطنت سونپ دے، چنانچہ مطیع نے ایسا ہی کیا اور چہار شنبہ ۲۳ ذیقعدہ ۳۶۳ھ مطابق ۱۷ اگست ۹۷۴ء کو الطائع اللہ خلیفہ ہوا۔ مطیع نے انیس سال اور دو ماہ خلافت کی۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

"مطیع اور اس کا بیٹا بنی بویہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی رہے اور یہ حالت ضعف خلافت مقتفی للہ تک باقی رہی گو اس نے حالت خلافت کو کچھ تھوڑا سا سنبھال لیا تھا۔"

علامہ مسعودی نے التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے۔

"خلیفہ کے لئے اب صرف دعا اور مراسلت میں امیر المومنین کا لقب رہ گیا ہے اور وہ اپنی جان کی سلامتی پر خوش اور خلیفہ کے لقب پر قانع ہے۔"

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹۔

سیاسی حالات

مطیع کا عہد طویل تھا، مگر سیاسی انقلاب اور شورشیں ملک میں بپا رہیں، دیالمہ کا اقتدار بڑھا۔ دولت عباسیہ صرف نام کی رہ گئی، خلیفہ معز الدولہ کا دستِ نگر تھا۔ اس کو انتظامِ حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ عراق اور ایران میں امراء کی خانہ جنگیاں تھیں سیاسی حالت کا تو یہ نقشہ تھا، معاشی حالت نہایت ابتر تھی، ہزارہا بھوک کا شکار ہو گئے امن و اماں مفقود تھا۔ بنی بویہ کے دور میں بغداد تباہی کے قریب پہونچ گیا اور ایسا قحط پڑا کہ گلی کوچے فاقہ زدوں کی لاشوں سے اٹ گئے۔ جائدادیں روٹیوں کے بدلے میں بکیں۔ مگر بختیار عیش و عشرت کرتا رہا۔

وفات

مطیع اپنے بیٹے کو لے کر واسط چلا گیا اور محرم ۳۶۴ھ میں وہیں انتقال کر گیا۔[۲]

فن جغرافیہ

خلیفہ مطیع کے زمانہ میں جغرافیہ کی خاص ترقی ہوئی بایں ابن رستا نے الاخلاق النفیسہ (۹۰۳) اور ابن الفقیہ الہمدانی نے کتاب البلدان لکھی۔ مگر ابن حوقل نے ان سے زیادہ سیاحت کی اور اسپین تک سفر کیا اور جغرافیہ کی قدیم کتابوں اور نقشوں پر نظر ثانی بھی کی، ایک مجموعہ یادگار چھوڑ گیا۔ ۹۴۳ء میں ابن حوقل نوت ہوا۔

علمی ترقی

مطیع کے عہد میں اگرچہ دار الخلافہ شورش کا مرکز بنا رہا پھر بھی دنیائے اسلام میں بڑے بڑے علماء اسکے عہد میں پیدا ہوئے اور انہوں نے علمی خدمات انجام دیں اس کے عہد کے مشاہیر علماء یہ تھے،

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۶ [۲] ایضاً ص ۲۸۔

خرقی شیخ الحنابلہ۔ ابوبکر شبلی صوفی۔ ابن القاضی امام الشافعیہ۔ ابو رجاء الاسوانی۔ ابوبکر صولی۔ ہثیم بن کلیب الشاشی۔ ابو الطیب الصعلوکی۔ ابوجعفر النحاس النحوی، ابواسحاق المروزی امام شافعیہ، ابوالقاسم الزجاجی النحوی کرخی شیخ الحنیفہ، دینوری صاحب المجالسۃ، ابوبکر الضبعی، قاضی ابوالقاسم ابن الحداد صاحب الفروع۔ ابوعلی بن ابوہریرہ شافعیہ، ابوعمر زاہد ابن درستویہ۔ ابوعلی الطبری۔ فاکہی صاحب تاریخ مکہ، ابن حبان صاحب الصحیح۔ ابن شعبان امام مالکیہ۔ ابوعلی القالی، عبداللہ بن محمد بن یعقوب فقیہ متوفی ۳۴۳ھ، احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن، ابوعمرو الطبری متوفی ۳۳۳ھ

مورخ | ابوالحسن علی المسعودی، آخر عہد خلفائے بنی عباس کا مورخ ہے مسعودی ہی پہلا وہ شخص ہے جس نے تاریخ نویسی کے قدیم طریقہ سنہ واری اور واقعہ نگاری کو چھوڑ کر تنقیدی وسلسلہ واری طریقہ کو رواج دیا جس کو بعد کے تمام مورخین نے اختیار کیا۔ المسعودی نے تیس جلدوں میں تاریخ لکھی جس کا خلاصہ مروج الذہب ومعادن الجواہر ہے دوسری تصنیف التنبیہ والاشراف ہے [1]

فقہاء و محدثین | اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل سمرقندی متوفی ۳۴۲ھ علی بن محمد تنوفی متوفی ۳۴۲ھ۔ احمد بن محمد بن حامد بغدادیسی فقیہ متوفی ۳۴۲ھ۔ ابراہیم بن الحسین ابواسحاق العرزمی۔ محدث وفقیہ متوفی ۳۴۲ھ۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۱۔

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی ادیب کامل شخص تھا، بغداد میں قیام تھا اس نے کتاب الاغانی، عام ضرب المثلیں تاریخی فوائد کا مجموعہ مرتب کیا۔ ایک سو نظموں پر مشتمل یہ تالیف ہے یہ نظمیں ابراہیم موصلی۔ اسمٰعیل بن جامی قلیح بن عورۃ نے خلیفہ ہارون رشید کے لئے لکھی تھیں، اسکے علاوہ اور بھی نظمیں ہیں۔ ابوالفرج کا انتقال ۳۵۶ھ میں ہوا[1]

معلم ثانی معلم ثانی ابونصر بن طرخان بن اوزیغ فارابی ماوراءالنہر میں پیدا ہوا۔ سیف الدولہ کے دربار کا رکن تھا۔ فارابی کے موسیقی کے کمالات شہرہ آفاق ہیں، سیف الدولہ کے سارے دربار کو اگر ایک راگ سے ہنسا دیتا تھا تو دوسرے راگ سے رلاتا تھا اور کبھی غنودگی میں لاکر عرصہ تک حالت خواب میں رکھتا تھا، رسالہ فصوص الحکم، رسالہ فی آراء اہل المدینۃ الفاضلہ اور السیاسۃ المدنیۃ، آخرالذکر دو کتابوں میں فارابی افلاطون کی ریپبلک کے زیر اثر بہترین شہر کے نظم و نسق کو مذہبی حکومت کے تحت جسم انسانی کے مشابہ قایم کرنا چاہا ہے اس فرضی شہر کا مقصود اولین شہریوں کی خوشحالی بتائی گئی ہے اور اقتدار اعلےٰ اخلاقی و ذہنی حیثیت کا متصور ہے اس کے علاوہ فلسفہ میں کثیرالتعداد کتابوں کا مصنف ہے، ہم نے فلاسفۂ اسلام کے مفصل حالات لکھے ہیں ۳۳۹ھ / ۹۵۰ء اسی سال کی عمر میں وفات پائی[2]

---

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۷۹ اخبار الحکماء قفطی ص ۱۸۲ [2] التنبیہ والاشراف ص ۱۲۲

دولت حمدانیہ | حمدانی خاندان ابتدأ شمالی عراق میں حکمران رہا۔ انکا دار الحکومت موصل تھا۔ ۹۲۹ء سے ۹۹۱ء تک حمدانی سلطنت رہی یہ لوگ حمدان بن حمدون قبیلۂ تغلب کی اولاد سے تھے خاندان کا بانی سیف الدولہ تھا (۹۴۴ء تا ۹۶۷ء) جس نے اخشید کے نائب سے حلب اور حمص چھین لیا تھا۔ سیف الدولہ کے بعد سعد اللہ اور اسکے بعد سعید الدولہ حکمران ہوئے، سعید الدولہ رومیوں کے بائیس تئیس حملوں کو کامیابی کیساتھ روکتا رہا آخر مینی فورس سے شکست کھاکر ۹۶۱ء میں حلب کو چھوڑنا پڑا، اس کے بعد قبرص کلیشہ، انطاکیہ بھی بائزنٹیم کے ہاتھ آ گئے، انطاکیہ ۹۶۹ء سے ۱۰۸۴ء تک بائزنٹیم کے قبضہ میں رہا، بنو فاطمی عبیدی کی طرف سے بھی سعید الدولہ پر دباؤ پڑا۔ جس سے مجبور ہوکر اس نے ۱۰۰۳ء میں ان کی اطاعت قبول کرلی، حمدانی بھی شیعہ مسلک رکھتے تھے۔

سیف الدولہ | سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدانی. جلیل القدر امرا سے تھا جو پہلے موصل کا گورنر رہا پھر خود مختار ہوگیا، تمام عمر اسنے رومیوں سے جہاد کرنے میں گذاری اس کے کچھ حالات مطیع کے بیان میں آ گئے ہیں، یہ تیغ و قلم ہر دو کا مالک تھا اور اس قدر علم دوست تھا کہ بقول امام ثعلبی کے اس کے دربار میں جسقدر شعراء اور اہل کمال جمع ہوئے، خلفائے عباسیہ کے سوا کبھی کسی کے دربار میں جمع نہیں ہوئے، ابوالعلا المعری (ت ۱۰۵۷) حکیم ابو نصر فارابی اسکی درباری رکن تھے۔ فارابی نے قانون (باجا) سیف الدولہ کو نذر کیا

سیف الدولہ کو فن ادب سے دلی لگاؤ تھا اسنے ایک کتبخانہ قایم کیا تھا
جس میں صرف فن ادب کی کتابیں جمع تھیں، فن ادب کا جسقدر ذخیرہ
اس کتب خانہ میں مہیا ہوا اور کہیں نہیں ہوا۔
محمد بن ہاشم اور اس کا بھائی دونوں فن شاعری میں ممتاز اور اس
کتب خانہ کے مہتمم و افسر تھے[1] سیف الدولہ کا دارالحکومت حلب میں تھا،
ابو الطیب المتنبی عرب کا قادر الکلام شاعر سیف الدولہ کا ندیم تھا اس
نے اس کی مدح میں متعدد پرزور قصیدے نظم کئے ہیں جو نازک خیالی
چستی بندش فصاحت و بلاغت اور محاسن کلام کے اعلیٰ نمونہ ہیں[2]
اس کا معاصر ابو تمام حبیب بن اوس طائی دیوان حماسہ کا جامع تھا۔
ابو العلا المعری ۹۷۳ء میں پیدا ہوا۔ شعرا کا فیلسوف اور فیلسوفوں کا
شاعر تھا۔ سیف الدولہ اسکی بڑی قدر کرتا تھا۔
المعری کی غذا اخوان الصفا اور ہندی خیالات کے زیر اثر صرف
نباتات تھی، اللزومیات اور لزوم مالا یلزم اور رسالہ الغفران اسکی تصانیف
سے ہیں آخر الذکر تصنیف کا جو قنوطیت پر مبنی ہے ڈانٹے کی کتاب .....
ڈیوائین کومیڈی کی تالیف پر گہرا اثر پڑا ہے ۴۴۹ھ ۱۰۵۷ء میں اسکا انتقال ہوا۔

وزیر ابو طاہر محمد بن بقیۃ | ابو الطاہر محمد بن بقیۃ الملقب نصیر الدولہ عز الدولہ بختیار بن معز الدولہ دیلمی نائب سلطنت خلیفہ
مطیع للہ عباسی کا وزیر تھا۔

---

[1] مقالات شبلی جلد ۶ ص ۱۶۲ [2] تاریخ عرب موسیو ص ۴۵۱ -

ابو الطاہر معز الدولہ کے مطبخ کا داروغہ تھا، جو بختیار کا منظور نظر ہو گیا اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے منصب وزارت پر سرفراز ہو گیا، اس کے جود وسخا وکرم وعطا سے اسکے تمام عیبوں پر پردہ پڑ گیا۔ کہتے ہیں کہ بیس روز میں اسنے بیس ہزار خلعت لوگوں میں تقسیم کئے۔

ابو اسحاق کا بیان ہے کہ ایک شب کے جلسہ میں میں بھی موجود تھا ابن بقیۃ نے دو سو دفعہ پوشاک بدلی، پہلی پوشاک بدل کر انعام میں دیدیتا۔ ایک مُنہ لگی مغنیہ نے کہا حضور ان پوشاکوں میں شاید کھٹ‌مل ہونگی جو بدن پر کچھ لمحہ لباس رہنے نہیں پاتا۔ ابن بقیۃ یہ سنکر ہنس پڑا۔ اسکی امارت کا اندازہ اسس سے ہوتا ہے کہ اس کے یہاں کا صرف موم بتی کا خرچ دو ہزار اشرفی ماہوار کا تھا۔

سخاوت میں بے عدیل ہونے کیساتھ چغل خور بھی تھا۔ عزالدولہ کو عضدالدولہ سے لڑا دیا۔ عزالدولہ جب بھائی سے شکست کھا گیا۔ تو اسکو ابن بقیۃ سے نفرت ہو گئی اور اسنے اسکو گرفتار کر کے عضدالدولہ شاہ اہواز کے پاس بھیجدیا وہ اس کی حرکتوں سے واقف تھا۔ اس نے اسے پہلے تمام شہر میں تشہیر کرایا اور پھر مست ہاتھی کے پاؤں میں ڈالکر کچلوا دیا اور پھر شہر کے بیرونی دروازہ کے سامنے پھانسی وانسی پر لٹکوا دیا۔ یہ واقعہ ۳۶۷ھ کا ہے۔ ابو الحسن محمد انباری اس کے دربار کا شاعر تھا۔ اس نے اپنے آقا کی لاش پھانسی پر لٹکی دیکھی تو۔ مدح کے پیرایہ میں مرثیہ لکھا جس کے دو شعر تحریر ہیں۔

علوٌ[۱] فی الحیوٰۃ وفی الممات بحق انت احدی المعجزات
کانّ[۲] الناس حولک حین قاموا وفودنداک ایام الصلات
کانک[۳] قایم فیہم خطیباً وکلہم قیام للصلوٰۃ
لعظمک[۴] فی النفوس تبیت ترعی بحفاظ وحراس ثقات[۱]

---

[۱] زندگی میں بھی تو بلند تھا اور مرنے کے بعد بھی بلند رہا حق تو یہ ہے کہ تو بھی گویا ایک معجزہ ہے۔
[۲] لوگ جو تیرے گرد اگرد کھڑے ہیں۔ ایسے معلوم دیتے ہیں کہ تجھ سے انعامات وعطیات لینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔
[۳] تو درمیان میں استادہ ہے اور لوگ بھی کھڑے ہوئے ہیں اس سے ایسا نظر آتا ہے کہ تو خطیب ہے اور لوگ نماز کے لئے کھڑے ہیں۔
[۴] چونکہ آپ کی عظمت دلوں میں جمی ہوئی ہے، اس لئے آپ سو رہے ہیں اور معتبر چوکیدار ودربان پہرہ دے رہے ہیں۔

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۲۹

طائع للہ

نام ولقب ابوالفضل عبدالکریم طائع للہ[1] بن الفضل مطیع بن جعفر مقتدر باللہ اسکی پیدائش ۳۱۷ھ میں ہوئی، اسکی ماں کا نام "ہزار" تھا جو ام ولد تھی۔ خطیب کا بیان ہے، امہ ام ولد اسمہا عتب[2]۔

خلافت ۴۳ سال کی عمر میں تختِ خلافت پر بیٹھا (۳۶۳ھ) میں اراکین سلطنت نے بیعت کی، اسنے پہلا کام یہ کیا کہ امیر سبکتگین کو نیابت کا خلعت عطا فرمایا اور نصر الدولہ کا خطاب اور پرچم مرحمت کیا[3]۔

سبکتگین اور عزالدولہ سبکتگین کے اعزاز سے عزالدولہ بگڑ گیا سبکتگین کا عزالدولہ پر غلبہ تھا اسلیئے وہ خود تو مقابلہ پر نہ آیا البتہ اپنے چچا زاد بھائی عضدالدولہ کو بغداد پر حملہ کرنیکے لئے آمادہ کرلیا۔

بغداد پر حملہ عضدالدولہ ۳۶۳ھ میں بغداد پر حملہ آور ہوا، اس اثناء میں سبکتگیں نے اس دارفانی سے کوچ کیا۔ ترکوں نے امیر افتگین کو اس کا جانشین اور تاج وتخت کا وارث قرار دیا۔ امیر افتگین نے عضدالدولہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، دونوں طرف کے بہادروں نے اپنے جوہر مردانگی دکھائے، مگر افتگین کو خونریز جنگ کے بعد شکست اٹھانا پڑی اور مع اپنی ترکی فوج کے

---

[1] دائرہ المعارف البستانی ج ۱۱ ص ۱۸۹ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۸۲ [3] تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۷۹

تکریت کیطرف ہٹ گیا، بغداد پر عضد الدولہ کا قبضہ ہو گیا، حسن نے عز الدولہ بختیار کو گرفتار کر لیا۔ بختیار کا لڑکا عضد الدولہ سے بگڑ بیٹھا، اور اسنے عمران بن شاہین کو ساتھ لے کر عضد الدولہ کے خلاف بغداد پر حملہ کر دیا، عضد الدولہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ اپنے مستقر چلا گیا، اور بختیار منصب امارت پر دوبارہ فائز ہو گیا۔ مگر ابھی زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ ۳۶۷ھ میں عضد الدولہ کی فتح و نصرت کا بغداد میں دوبارہ ڈنکا بجا۔ خلیفہ نے عضد الدولہ کو نائب سلطنت بنایا، مگر اس نے خلیفہ کا نام خطبوں سے نکلوا دیا۔ چند ماہ بعد بغداد میں یہی رنگ رہا۔ اسکے عہد میں رقص کا چرچا بڑھ گیا، نماز تراویح بند کر دی گئی، عضد الدولہ کی ڈیوڑھی پر فجر، مغرب، عشاء کے وقت نوبت بجا کرتی[1] بختیار نے بغداد سے راہ فرار اختیار کی، اسکے محبوب غلام کو عضد الدولہ نے پکڑ لیا، عز الدولہ غلام کیلئے بے چین رہتا تھا، اس نے دو کنیزیں ایک لاکھ میں خرید کر غلام کے بدلے میں عضد الدولہ کو دیں جب غلام بختیار کے پاس پہنچا[2] بختیار ایک درجہ خبیث باطن تھا تو عضد الدولہ اس سے بڑھا ہوا نکلا، آخر کار بختیار عضد الدولہ کے قبضہ میں آگیا اور اسنے اسے موت کے ٹھکانے لگا دیا۔

اس کے بعد عضد الدولہ بنی حمدان کی سرکوبی کے لئے موصل پر حملہ آور ہوا ابو تغلب تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ شام میں چلا گیا اور وہیں قتل کر دیا گیا اس کے بیٹوں ابراہیم و حسین نے ۳۸۰ھ میں داد شجاعت دیکر عضد الدولہ سے موصل پھر واپس لے لیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۳ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۱۲ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۴

بغداد میں عضدالدولہ کا دور دورہ تھا۔ خلیفہ نے اس کو سات خلعتیں عطا کیں۔ جواہرات سے جڑا ہوا تاج عضدالدولہ کو پہنایا۔ طوق و کنگن پہنائے اور ایک ہدایت نامہ اس کے حق میں خلیفہ نے لکھا۔ جب یہ رنگ عضدالدولہ نے دیکھا تو اب خلیفہ پر زور ڈالا کہ میرے لئے اسی طرح سے تفویض و قائم المقامی کی رسم ادا کی جائے جس طرح خود مختار گورنروں کے لئے خلفائے سابق کا دستور تھا۔ غرضکہ اس نے خلافت کی روایات کے خلاف تفویض کی تحریر کو لوگوں کے سامنے سنانے کے لئے خلیفہ کو امادہ کر لیا۔ ورنہ خلیفہ کا قاعدہ تھا کہ اپنے خود مختار گورنروں کے لئے ایک تحریر لکھتا تھا اور بغیر دکھائے ہوئے سربمہر کر دیتا تھا۔ اور اس سے کہتا تھا۔ یہ تفویض ہے جو کچھ اس میں ہے، اس پر تمہیں عمل کرنا ہوگا۔ مگر عضدالدولہ نے جبر یہ اس کے خلاف عمل کرایا۔

خلیفہ کی زبوں حالی

عضدالدولہ نے خلیفہ کو اس حیثیت کا بنا دیا تھا کہ جب کبھی عضدالدولہ سفر سے آتا تو استقبال کیلئے خلیفہ کا باہر آنا ضروری تھا[۲] البتہ ظاہری طور پر عام مجالس میں عضدالدولہ خلیفہ سے نہایت عزت و احترام سے پیش آیا کرتا تھا[۱] عضدالدولہ ۳۷۲ھ میں مرگیا۔ اس کا لڑکا صمصام الدولہ اس کا جانشین ہوا جسکو خلیفہ نے شمس الملت کا خطاب عطا کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد اسکے بھائی شرف الدولہ نے اس پر چڑھائی کر دی اور اسکو گرفتار کر کے اندھا کر دیا۔ خلیفہ نے شرف الدولہ کو نائب سلطنت

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۷۴ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴ ۔

شرف الدولہ کے ۳۷۹ھ میں فوت ہوجانے پر ابونصر اس کا بھائی جانشین بنالیا۔ شرفِ الدولہ کے خطاب عطا ہوئے مقرر ہوا۔ دربارِ خلافت سے بہاء الدولہ اور ضیاء الملۃ کے خطاب عطا ہوئے اور اعیان حکومت کے سامنے سات خلعتیں مرحمت ہوئیں، سیاہ عمامہ طوق وکنگن عنایت کیے گئے، دربار میں حاجیوں کی تلوار کے سایہ میں خلیفہ کے حضور لایا گیا۔ بہاء الدولہ نے زمین بوسی کی اور کرسی پر بیٹھا، اور تفویض کی تحریر خلیفہ سے پڑھوائی۔

بہاء الدولہ

بہاء الدولہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی شرف الدولہ کے لڑکے ابو علی کو دھوکے سے بلاکر قتل کرادیا اور صمصام الدولہ سے لڑ پڑا ۳۸۹ھ میں فارس کے میدان میں خوب جنگ ہوئی مگر صلح پر فیصلہ ہوا۔ عراق و خوزستان بہاء الدولہ کے قبضہ میں رہے، فارس اور ارجان صمصام الدولہ کے قبضہ و تصرف میں آئے [۱]

موصل کی حمدانی حکومت کا خاتمہ عضد الدولہ نے کردیا تھا، مگر ناصر الدولہ حمدانی کے لڑکے ابو طاہر، ابراہیم، ابو عبداللہ حسین جو شرف الدولہ کے پاس بغداد میں رہتے تھے۔ تینوں بہاء الدولہ سے اجازت لے کر موصل چلے گئے اہل موصل اپنے آقازادوں کو دیکھ کر انکے ہمنوا ہو گئے۔ خواشناذہ والی موصل فرار ہوکر بغداد چلا گیا۔ تینوں بھائی موصل پر قابض ہو گئے باز کردی والی دیار بکر نے موصل لینا چاہا، مگر وہ جنگ میں گھوڑے سے گر کر مر گیا اس کے بھانجے ابو علی حسن بن مروان نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کرلیا اسوقت

---

[۱] دائرہ المعارف البستانی ج ۱۱ ص ۶۶۔

سے دیار بکر میں مروانی حکومت قایم ہوئی۔

امرائے دولت مروانیہ ابو علی حسن بن مروان (۳۸۰ھ-۳۸۷ھ) مہد الدولہ ابو نصر احمد بن مروان (۴۰۲ھ) نصر الدولہ ابو نصر احمد بن مروان (۴۵۳ھ) نظام الدولہ نصر بن احمد (۴۷۲ھ) منصور بن نصر (۴۸۹ھ) ابو علی کے بعد نصر الدولہ اس خاندان میں جلیل القدر حکمران تھا۔ علماء کا مربی و سرپرست، امام عبداللہ گازرونی اس کے دربار علمی کے رکن اعلیٰ تھے۔ ان ہی نے دیار بکر میں شافعی مذہب کی اشاعت کی۔ نصر الدولہ کے عہد میں دیار بکر کی پست قوموں میں تعلیم کی طرف رجوع ہوئیں اور ان کی تمدنی حالت درست ہوئی۔ ۴۸۹ھ میں یہ دولت بھی بنی بویہ کے ملک کے ساتھ سلاجقہ کے قبضہ میں چلی گئی۔

بغداد کی مرمت طائع کے عہد میں مسلسل خونریزیوں اور پیہم معرکہ آرائیوں نے بغداد کو ویران کردیا تھا۔ بختیار کی نیابت میں حالت اور بھی خراب ہوگئی تھی۔ عضد الدولہ نے ۳۶۹ھ میں فصیل بغداد کی مرمت کرائی۔ مسجد اور بازاروں کو درست کرایا۔ طائع کے مشورے سے آئمہ علماء فقراء میں مال و زر تقسیم کیا، نہروں کو جاری کرایا گیا۔

شفاخانہ ۳۷۱ھ میں شفاخانہ عضدی کھولا گیا۔

عضد الدولہ کی نظر خلافت پر عضد الدولہ کا شوق سیادت اس درجہ بلند مرتبہ ہونے کے باوجود تشنہ تھا اس کی تمنا

تھی کہ خلافت بھی اسکے خاندان میں منتقل ہو جائے، چنانچہ اس نے اپنی لڑکی کا طائع کے ساتھ صرف اس امید پر عقد کر دیا کہ اگر اس سے کوئی بیٹا پیدا ہوگا وہ خلافت کا وارث ہوگا، مگر یہ امید بر نہ آئی۔

ذکر آل حمدان آل حمدان نے باز کردی کے مرنے کے بعد دیار بکر پر فوج کشی کی مگر اسکے بھابنجے ابو علی نے انکو گرفتار کرلیا مگر والی مصر کی سفارش سے ابو عبداللہ چھوٹ کر مصر چلے گئے، انکو والی مصر نے حلب کا حاکم بنا دیا، ابو طاہر نصیبین گیا تو وہاں کے والی محمد بن مسیب عقیلی نے اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور موصل پر حکمرانی کرنے لگا، پھر اسکی اولاد میں عقیلی حکومت ایک عرصہ تک قایم رہی جسکا ذکر قادر کے حالات میں آئے گا۔

دولت غزنویہ

طائع کے عہد میں افغانستان کی غزنوی حکومت قایم ہوئی یہ حکومت ماوراالنہر کی سامانی حکومت سے پیدا ہوئی۔ یہاں کا فرمانروا امیر نوح بن منصور سامانی تھا، اس کی حکومت کی بنیاد کمزور ہو چکی تھی، اور اس کے پہلو میں ایک جدید قوت شہاب الدین بغرا خاں کی پیدا ہوگئی وہ سامانیوں کے مقابل طاقت ور تھی۔ ادھر سبکتگین کے اقبال کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا۔ یہ حکومت رفتہ رفتہ وسط ایشیا سے لے کر ہندوستان تک پھیل گئی، اس حکومت کا بانی امیر سبکتگین ماوراالنہر کی سامانی حکومت کے خراسانی صوبہ دار امیر الپتگین کا غلام تھا۔ مگر تھا سامانیوں کی نسل سے اس کے بزرگ ایک عرصہ

تک حکمرانی کر چکے تھے۔ زمانہ کے ہاتھوں سبکتگین کو غلامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔
سبکتگین کو شجاعت اور دور بینی ورثہ میں ملی تھی۔ اس کے بشرے سے آثار ترقی ظاہر ہوتے تھے، ترقی کرتے ہوئے غزنی کی فوج کا سپہ سالار ہو گیا۔ ادہر ۳۸۳ھ میں بغرا خان تذکورا نے آل سامان کے نائب ابو الحسن سمجور والی خراسان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور بخارا پر حملہ کر دیا۔ نوح بن سامان مغلوب ہو کر آمد چلا گیا۔ بغرا خاں حسن اتفاق سے بیمار ہو گیا تو نوح نے پھر اپنے ملک پر قبضہ کر لیا۔ بغرا خاں اس مرض میں جان بحق ہوا۔
اس کا بیٹا ایلک خاں اس کا جانشین ہوا۔ اس نے ۳۸۷ھ میں امیر نوح کے مرنے کے بعد اپنے سپہ سالار فائق کو بخارا پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا، فائق نے بخارا فتح کر لیا۔ منصور بن نوح نے صلح کر لی کہ ملک ایلک خاں کا رہے اور حکومت فائق کی ہو۔ مگر فائق اور سامانی سپہ سالار بکتوزون نے سازش کر کے منصور کو قتل کرا دیا اور اس کے بیٹے عبد الملک کو تخت نشین کیا۔ ۳۸۹ھ میں خود ایلک خاں بخارا گیا۔ اس نے بکتوزون کو گرفتار کر لیا۔ عبد الملک بھاگ گیا۔ مگر وہ گرفتار ہو کر اخکند میں قید کر دیا گیا، اور وہیں مر گیا۔ اس کے بعد سے سامانی دولت کا چراغ گل ہو گیا جس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ سامانی حکومت حلوان سے حدود چین تک تھی۔

امیر سبکتگین آل سامان کی طرف سے غزنی میں اسحاق بن الپتگین امیر تھا سبکتگین اس کا غلام تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے،

اسحاق کی فوج نے اسکے مرنے کے بعد سبکتگین کو اپنا سردار بنالیا وہ
ہر سپاہی سے برادرانہ سلوک کرتا تھا سبکتگین نے ہندوستان کی سرحد
پر مختلف جنگیں کیں۔ راجہ جے پال سے مقابلہ رہا۔ اس کے تفصیلی حالات
تاریخ ملت حصہ نہم میں تحریر کئے جائیں گے۔

غرضکہ ۳۸۴ھ میں خراسان میں فائق اور ابو علی سیمجور نے بغاوت
کی۔ اس وقت امیر نوح سامانی نے سبکتگین کو ان کے مقابلہ کے لئے
بھیجا۔ ان دونوں نے فخر الدولہ بنی بُوَیہ اور امیر جرجان سے مدد مانگی
اس نے لشکر روانہ کیا۔ امیر سبکتگین نے نواحی جرأت پر ان سب کو شکست دی
جس سے کچھ عرصہ کے لئے خراسان آل سامان کے پاس رہ گیا امیر نوح
نے سبکتگین کو ناصر الدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بیٹے محمود کو جس نے
اس جنگ میں کارہائے نمایاں کئے تھے سیف الدولہ کا خطاب عطا کر کے
خراسان کا والی مقرر کیا، اس نے نیشاپور میں قیام کیا اور سبکتگین غزنی کی
طرف واپس آگیا۔ ابو علی سیمجور نے موقع پاکر پھر یورش کی۔ محمود تاب مقابلہ
نہ لاسکا، غزنی روانہ ہونے کو تھا کہ سبکتگین نے خبر پاکر طوس کے متصل
ابو علی کو جالیا، اور اس کی ایسی مزاج پرسی کی کہ پھر سر اٹھانے کی امید تک
نہ رہی۔ ۳۸۷ھ میں امیر سبکتگین کا انتقال ہو گیا۔ یہ نہایت عادل، دیندار
مجاہد۔ پابند عہد تھا، اس کی جگہ اس کا بیٹا اسمٰعیل امیر ہوا جو امیر محمود سے
چھوٹا تھا، امیر محمود نے اس کو لکھا کہ امارت میرا حق ہے تم اپنے درجہ پر رہو
مگر وہ راضی نہ ہوا تو امیر محمود نے نیشاپور سے غزنی پر فوج کشی کر دی۔

اور اسمٰعیل کو گرفتار کر لیا، محمود نے اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا اور تمام سامانی سرداروں کو زیر کر کے مستقل سلطان بن گیا۔

عباسی خلیفہ قادر باللہ نے اس کو یمین الدولہ کا خطاب عطا فرمایا ولایت کا خلعت بھیجا اطراف ممالک کے بادشاہوں نے سلطان محمود کی قوت کو دیکھ کر دربار میں اطاعت نامے ارسال کئے۔ ہندوستان میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور بڑے حصہ پر قبضہ کیا نیز رے اور جبال وغیرہ بھی اسکی حکومت میں آ گئے، جرجان اور طبرستان کے ملوک نے بھی اطاعت قبول کی، مزید حالات قادر باللہ کے تحت آ گئے آ رہے ہیں۔

دولت زیاریہ

اس دولت کا حال پہلے کچھ آ چکا ہے جرجان میں مرداویج بن زیار نے سلطنت قایم کی تھی۔

امرائے دولت زیاریہ

مرداویج بن زیار (۳۱۶ - ۳۲۳ھ) وشمگیر (۳۵۷ھ)۔ ظہر الدولہ بے ستون پسر وشمگیر (۳۶۶ھ) شمس المعالی قابوس پسر وشمگیر ۴۰۳ھ) شمس المعالی کے ہاتھ میں جرجان اور طبرستان کی آزاد حکومت تھی، یہ ۳۶۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۳۷۱ھ میں دیلمیوں نے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ شمس المعالی نے سامانیوں کے یہاں پناہ لی، پھر ۳۸۸ھ میں دوبارہ حکومت حاصل کر لی اور ۴۰۳ھ میں ایک بلوے میں قتل ہو گیا۔

شمس المعالی علم دوست حکمراں تھا، شیخ الرئیس ابو علی سینا اس کے دربار علمی میں اس وقت پہنچا۔ جب وہ انتقال کر چکا تھا۔ شمس المعالی

نے البیرونی کو طلب کیا اور اپنے پاس ایک عرصہ تک رکھا۔ البیرونی کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اس نے تجرید الشفاعات اور کتاب آثار الباقیہ لکھ کر شمس المعالی کی خدمت میں ۳۹۰ھ میں پیش کی۔

شمس المعالی کے قتل کے بعد، فلک المعالی منوچہر پسر بے ستون تخت نشین ہوا۔ ۴۲۰ھ تک حکمراں رہا۔ اس کے بعد ابو شروال بن قابوس ہوا اسکے وارث شاہانِ غزنویہ ہوئے۔

طائع کی گرفتاری

بہاء الدولہ دیلمی حکمرانوں میں منحوس تھا اسکے عہد میں خزانہ خالی تھا، فوج کو تنخواہ وقت پر نہ ملتی تھی، چنانچہ ۳۸۱ھ میں فوج میں روپے کے لئے شورش پیدا ہوگئی امیر ابوالحسن بن معلم فتنہ پرداز نے بہاء الدین سے کہا کہ طائع کے خزانہ میں کافی دولت ہے اگر طائع کو گرفتار کر لیا جائے تو اسکی دولت ہاتھ آجائے گی، بہاء الدولہ نے تجدید عہد کے بہانہ طائع سے باریابی کی اجازت چاہی اس نے اجازت دیدی تو بہاء الدولہ چند دیلمیوں کو ساتھ لیکر پہنچا پہلو زمین بوس ہوا اور کرسی پر بیٹھا، دیلمی بھی دست بوسی کے بہانہ سے آگے بڑھے اور طائع کو تخت سے کھینچ کر نیچے اتار لیا اور گرفتار کر لیا۔ بہاء الدولہ نے محلات کا تمام سامان لوٹ لیا، پھر طائع کو بہاء الدولہ کے محل میں لاکر خلافت سے معزول کر کے قاہر باللہ کے محل میں نظر بند کر دیا۔ مگر قاہر نے دورانِ نظر بندی میں طائع کی عزت و حرمت کا پورا لحاظ رکھا اور حتی الوسع آرام و آسائش کا پورا انتظام کیا۔

[۱] آثار الباقیہ ص ۶۸۔

انتقال یہیں طائع کا عید الفطر ۳۹۳ھ کی شب میں انتقال ہوگیا و صافہ میں دفن کیا گیا[1]۔ اس کی مدتِ خلافت سترہ سال آٹھ مہینے اور عمر ۶۴ سال تھی۔ نماز جنازہ قادر باللہ نے پڑھائی۔ شریف رضی نے اسکے لئے مرثیہ لکھا۔

اوصاف طائع شجاع تھا۔ خلیق و متواضع، حتی المقدور انعام و اکرام سے نوازتا تھا۔ دماغی قوت اور اوصاف جہانبانی سے محروم تھا، اسنے اپنے ہاتھوں عضد الدولہ کے اقتدار کو بڑھایا۔ مگر اس کیساتھ قوی بڑا تھا۔ اس کی بہادری کا واقعہ الفخری میں ہے کہ

"اس کے قصر بستان میں ایک پہاڑی مینڈھا مست ہوگیا کوئی شخص اس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا تھا طائع خود اس کو قابو میں لانے کے لئے گیا، مینڈھے نے اسپر حملہ کر دیا۔ طائع نے بڑھ کر اس کے دونوں سینگ پکڑ لئے اور بڑھئی کو بلا کر آری سے سینگ کٹوا دئے جب تک سینگ نہ کٹ گئے خود طائع پکڑے رہا[2]۔ طائع کی جسمانی طاقت بہت تھی۔ مگر دماغی حالت کمزور تھی جسکا نتیجہ اس کی معزولی کی صورت میں رونما ہوا۔

خطبہ طائع کی کمزوری اور ضعف سلطنت کا نتیجہ تھا کہ حرمین میں خلفائے عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ فاطمیہ مصر معز الدولہ کے نام کا خطبہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۴۰۵ [2] تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۷۹۔ [3] الفخری ص ۲۵۹

پڑھا جانے لگا۔[1]

طائع کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا۔

ابن السنی الحافظ ابن عدی، ققال کبیر حسن السرانی نحوی قاضی بغداد متوفی ۳۶۸ھ ابو سہل الصعلوکی۔ احمد بن علی بن الحسین ابو بکر الرازی الحنفی محدث متوفی ۳۷۰ھ صاحب احکام القرآن۔ ابن خالویہ۔ ازہری امام اللغۃ ابو ابراہیم فارابی صاحب دیوان الادب۔ رفاء شاعر۔ ابو زید المروزی الشافعی دارکی، ابو بکر الابہری شیخ المالکیہ، نصر بن محمد بن احمد ابو اللیث السمرقندی محدث امام الحنفیہ۔ ابو علی فارسی النحوی۔ ابن الحلاب المالکی[2] علی بن الطحاوی محدث متوفی ۳۵۱ھ احمد بن محمد نیشاپوری معروف بقاضی الحرمین متوفی ۳۵۱ھ ابن ابی یعقوب الندیم الوراق علمائے اسلام سے تھا۔ فہرست العلوم مشہور و معروف اس کی تصنیف سے ہے ۳۸۵ھ/۹۹۵ء میں یہ جلیل القدر عالم فوت ہوا۔

ابو بکر احمد بن محمد بن موسیٰ بن رجاء الارجنی فقیہ و محدث تھے ۳۶۹ھ میں انتقال کیا۔[3]

ابو بکر محمد بن حسن معروف نقاش موصلی معتزلی شفاء الصدور کے مصنف ہیں۔ ۳۵۱ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲ [2،3] معجم البلدان ج ۱ ص ۱۷۶۔

قادر باللہ

نام ولقب ابو العباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر باللہ اس کی والدہ دمنہ نامی تھی یہ ۳۳۶ھ میں اس کے بطن سے پیدا ہوا[۱]

تعلیم و تربیت شاہی گھرانے کا فرد ہوتے ہوئے آبا و اجداد سے ورثہ میں علم و فضل عطا ہوا تھا۔ وہ بڑا فقیہ تھا یہانتک کہ اسکو تفقہ میں علامہ ابی بشر الہروی الشافعی پر ترجیح دیجاتی تھی[۲]

خلافت طائع کی گرفتاری کے بعد ۳۸۱ھ میں باتفاق آراء قادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحق بن مقتدر کے ہاتھ پر اراکین سلطنت نے بیعت کی۔

وقائع طائع کی زندگی میں قادر نے اس کو ایک مرتبہ خلافت سے معزول کرانے کی کوشش کی تھی اس وجہ سے طائع نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا وہ بغداد سے بطیحہ میں مہذب الدولہ ابو الحسن کے پاس چلا گیا۔ اس نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور تعظیم و تکریم سے پیش آیا طائع کی معزولی کے بعد امرائے بغداد نے قادر کو خلافت کے لئے نامزد کیا

بہار الدولہ نے اپنی خواص کو قادر کے لینے کے لئے بھیجا مہذب الدولہ نے شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ قادر کو بغداد روانہ کیا اور بہت بڑی رقم بھی ساتھ کر دی ۱۳ رمضان ۳۸۱ھ کو بغداد میں قادر رونق افروز ہوا۔ بہار الدولہ [1] اور تمام امرائے سلطنت استقبال کے لئے نکلے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ دربار میں لائے اور اس وقت خلافت کی بیعت ہوئی۔

نائب سلطنت بہار الدولہ بویہ نائب السلطنت بنے ہوئے تھے نام کے لئے قادر خلیفہ تھے امور مملکت میں ان کا کوئی دخل نہ تھا۔ مگر قادر ذی علم اور ذی لیاقت تھا اسنے علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی اور رعایا کا خبر گیراں رہتا تھا۔ بہار الدولہ سے کہہ سنکر رعایا کی فلاح و بہبود کے کام کراتا۔ اس لئے رعایا میں بہت ہر دلعزیز ہوگیا، امراء اور حکام پر بھی اس کا اثر ہونے لگا۔

مورخین کہتے ہیں کہ قادر نے اپنے حسن تدبیر و سیاست دانی سے خلافت میں ایک تازہ روح پھونک دی اور حکام و عمال نے بھی اس کی اطاعت کی، آہستہ آہستہ بہار الدولہ سے قادر اختیار لینے لگا۔

رومیوں سے صلح رومیوں نے آرمینیہ کے علاقہ پر حملہ کر دیا بلاد خلاط بلاد کرد، دارجیش کا محاصرہ کر لیا امیر ابو علی حسن بن مروان نے جو بنو مروان میں حاکم تھا۔ انکے پریشان کن حملوں سے محفوظ رہنے

---

[1] دیار بکر پر باذ کرد کا قبضہ تھا اسکے بھانجے ابو علی حسن نے ۳۸۰ھ میں دولت مروانیہ قایم کی، ابو علی نہایت فرزانہ مدبر اور کریم الطبع تھا، سیف الدولہ کی بیٹی ست الناس اسکو منسوب تھی

کے لئے ان سے دس سال کے لئے مصالحت کرلی۔

نئی حکومتوں کا قیام | حکومت بنی عباس کی کمزوری سے آئے دن نئی حکمرانیاں قایم ہورہی تھیں چنانچہ یمن کی دولت زیادیہ پر آل زیاد کے ایک حبشی غلام موید نجاح نے ۴۱۲ھ میں قبضہ کرکے اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا تھا۔[۱]

بنی حمدان | موصل میں بنی حمدان حکمران تھے ان میں حکومت کرنے کی صلاحیت نہ رہی تو ان کے کھنڈروں پر دولت عقیلی[۲] کی تعمیر ہوئی۔ یہ بنی بویہ کے ماتحت تھے۔ قرداش نے خلیفہ عباسی کا خطبہ ترک کرکے فاطمی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا قادر نے قاضی ابوبکر باقلانی شیخ اشعریہ کو بہاء الدولہ کے پاس بھیجا اس نے موصل پر فوج سرکوبی قرداش کے لئے روانہ کی۔ قرداش نے خوف کھاکر پھر عباسی خطبہ جاری کردیا۔

---

[۱] یہ دولت ۵۵۴ھ تک اس کی نسل میں رہی جسکے امراء کے نام یہ ہیں۔
موید نجاح (۴۱۲-۴۵۴ھ) سعید احوال بن نجاح (۴۸۲ھ) جیاش بن نجاح (۴۹۸ھ) فاتک بن جیاش (۵۰۳ھ) منصور بن فاتک (۵۱۷ھ) ۵۵۴ھ میں یہ دولت ختم ہوگئی اور دولت مہدیہ کے قبضہ میں چلی گئی۔ [۲] (۱) دولت عقیلی۔ حسام الدولہ مقلد بن مسیب (۳۸۶-۳۹۱ھ) (۲) معتمد الدولہ قرداش بن مقلد (۴۴۲ھ) (۳) زعیم الدولہ ابو کامل برکت بن مقلد (۴۴۳ھ) علم الدولہ ابو المعالی قرداش بن بدران بن مقلد (۴۵۳ھ) شرف الدولہ ابو المکارم مسلم بن قرداش (۴۷۸ھ) ابراہیم بن قرداش (۴۸۶ھ) علی بن مسلم قرداش (۴۸۹ھ)۔

دولت مرواسیہ

حلب کے علاقہ پر خلفائے فاطمین کے پے درپے حملے ہوتے رہے اور آخر کار ان کا یہاں اقتدار ہو گیا۔ انکا خطبہ بھی یہاں جاری ہوا۔ اس علاقے کے امرائے عرب حسان امیر بنی طے صالح بن مرداس امیر بنی کلاب اور سنان بن علیان "شجاع" اور بہادر تھے اسلامی دردان کے دل میں تھا یہ خلفائے بنی فاطمین کی غلط روش اور ان کی ترویج بدعات سے متاثر ہو کر انکے مقابل آگئے اور فاطمین کی فوج سے دو دو ہاتھ کئے۔ ان کو حلب بلکہ شام سے بھی بے دخل کر دیا۔ حلب سے عانہ تک صالح نے قبضہ کیا، رملہ سے مصر کے حدود تک حسان کے تصرف میں آیا، دمشق پر سنان حکمران ہوا۔

سنہ ۴۲۰ھ میں فاطمی خلیفہ الظاہر نے انوسگین بربری کے ہمراہ ایک فوج ان امرا سے مقابلہ کے لئے بھیجی۔ صالح اس جنگ میں کام آیا، لیکن اسکے بیٹے نصر نے مصریوں کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا اور ان کو مار بھگایا پھر بلا شرکت غیرے نصر[1] حلب پر حکمرانی کرنے لگا، اس کی اولاد میں سنہ ۴۸۲ھ تک حکمرانی رہی۔

---

[1] امرائے حلب:۔ صالح بن مرداس (۴۱۴ - ۴۲۰ھ) شبل الدولہ ابو کامل نصر (۴۲۹ھ) معز الدولہ ابو علوان ثمال بن صالح (۴۴۹ھ) ابو ذوابہ عطیہ بن صالح (۴۵۴ھ) رشید الدولہ دوبارہ (۴۶۸) جلال الدولہ نصر بن رشید الدولہ (۴۸۲) ابو الفضل سابق بن رشید الدولہ (۴۸۲) اس سے بنی عقیل نے حکومت چھین لی۔

دیالمہ | عراق کے حکمران قادر کے عہد میں دیالمہ میں سے چار تھے۔

(۱) بہار الدولہ ابو نصر بن عضد الدولہ۔ اس کی حکمرانی عراق فارس، اہواز اور کرمان پر تھی۔ اس نے ۴۰۳ھ میں انتقال کیا۔

(۲) سلطان الدولہ ابو شجاع بن بہار الدین باپ کا جانشین ہوا۔

(۳) شرف الدولہ ابو علی بن بہار الدولہ اس نے ۴۱۲ھ میں سلطان الدولہ سے سلطنت چھین لی اور اس نے فارس اور کرمان جاکر اپنی حکومت نئی قایم کی۔ ۴۱۶ھ میں شیراز میں انتقال کیا، اسکا بیٹا کالیجار اس کا جانشین ہوا۔

(۴) جلال الدولہ ابو طاہر بن بہار الدولہ، شرف الدولہ کے بعد خطبہ میں اس کا نام پڑھا گیا۔ یہ بصرہ میں مقیم تھا، اس کو بلایا گیا۔ مگر وہ نہیں آیا۔ تو اس کے نام کے بجائے ابو کالیجار والی فارس کا نام خطبہ میں لیا گیا وہ اپنے چچا ابو الفوارس حکمران کرمان کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ اس وجہ سے بغداد آنے میں دیر لگی۔ یہاں بادشاہ نہ ہونے کی وجہ سے ترکوں نے شورش برپا کردی۔ امرائے بغداد نے .... جلال الدولہ کو لکھا تب اس نے ۴۱۸ھ میں بغداد آکر حکومت کو سنبھالا۔

علوئین | ۳۸۱ھ میں علوئین کی مکہ میں حکمرانی کی لہر اٹھی چنانچہ ابو الفتوح الحسن جعفر علوی نے اہل مکہ سے بیعت لی اور

الراشد باللہ اپنا لقب اختیار کیا اور عبیدین مصر کا اقتدار مکہ سے اٹھ گیا
ابوالفتوح کا نام خطبہ میں پڑھا جانے لگا۔ خلافت میں مقابلہ کا دم نہ تھا اسلئے
اقتدار حکمرانی الحسن نہ سنبھال سکا اور کنارہ کشی اختیار کرلی تو پھر خطبہ عبیدین
(فاطمین مصر) کا جاری ہوگیا[1]

کتب خانہ کرخ میں ۳۸۲ھ میں وزیر ابونصر سابور اردشیر نے عظیم الشان کتب خانہ کی عمارت تعمیر کی، اس کا نام دارالعلم رکھا اس میں جملہ علوم وفنون کی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور اس کے انتظام کے لئے علماء کی مجلس بنائی اور وقف کیا۔

قاضی القضاۃ ۳۹۴ھ میں بہاء الدولہ نے شریف ابواحمد الحسین بن موسیٰ الموسوی کو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا، مگر خلیفہ قادر باللہ نے منظور نہیں کیا[2]

۳۹۵ھ میں مصر کے خلیفہ حاکم نے بہت سے علماء کو قتل کرادیا
اور مساجد کے دروازوں پر تبرا لکھوایا اور یہ حکم دیا کہ جہاں میرا نام لیا جائے
تعظیم کی جائے۔

۳۹۸ھ میں بغداد میں شیعہ سنی فساد ہوگیا۔ شیخ ابوحامد الغزاینی
قتل ہوتے ہوتے بچ گئے۔ شیعہ یا حاکم یا منصور کے نعرے لگاتے تھے۔
القادر باللہ نے اس فتنہ کو بقوت ختم کیا۔ کثیر التعداد شیعہ قتل
کئے گئے[3]

---

[1] تاریخ الخلفاء ۲۸۷ [2] تاریخ الخلفاء ۲۸۸ [3] تاریخ الخلفاء ۲۸۷۔

وفات ۴۲۲ھ میں قادر باللہ اکتالیس سال تین ماہ سلطنت کر کے شب دوشنبہ ۱۱ ذی الحجہ ۴۲۲ھ کو جان بحق تسلیم ہوا۔[1]

اوصاف قادر باللہ عقیل و دانا خلیفہ تھا۔ بقول علامہ ابن خلدون "دیلم اور ترک کے دلوں پر اس کے رعب کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔"[2]

علامہ سیوطی کا بیان ہے۔

"قادر صاحب دیانت و سیاست تھا، تہجد اس نے کبھی قضا نہیں کی۔ خیرات بہت کرتا تھا حسن طریقت میں یکتا تھا ایک کتاب فضائل صحابہ اور تکفیر معتزلہ اور قائلین خلق قرآن پر لکھی۔ یہ کتاب جامع مسجد مہدی میں ہر جمعہ کے دن اصحاب حدیث کے حلقہ میں پڑھی جاتی۔"[3]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

"علم کے ساتھ وہ با عمل بھی تھا۔ اس کی سعادت زدینداری، تہجد گزاری، نیکیاں، اور صدقات و خیرات کی کثرت اس قدر مشہور تھیں جس سے ہر شخص واقف تھا۔"

خطیب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"قادر باللہ حکومت کی صلاحیت رکھتا تھا، حسن سیرت اور حسن اطوار میں ممتاز تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مذہبی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۶ [2] تاریخ ابن خلدون جلد سیزدہم ص ۲۰۰ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵

عقاید نہایت اچھے تھے[1]

اخلاق | ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حلیم الطبع، کریم النفس تھا بھلائی اور نیکیوں کو محبوب رکھتا تھا، نیکی کا حکم دیتا تھا اور برائی سے روکتا تھا۔[2]

سخاوت | سخاوت میں قادر بہت بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ اپنے افطاری تک کے تین حصہ کرتا۔ دو حصہ جامع رصافہ اور بغداد کے مساکین کو بھیج دیا تھا۔[3]

علمی ترقی | قادر باللہ کے عہد میں علمی ترقی بے پایاں تھی، باوجودیکہ خلافت بنی عباس کا دائرہ محدود تھا مگر جس قدر اس کے عہد کے امرا تھے علمار کی قدر دانی کرتے، دولت سے نوازتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قادر باللہ کے عہد میں کثرت سے قلمرو اسلامی میں علمار اور فضلا پیدا ہوئے، چند نام درج ذیل ہیں۔ (تاریخ الخلفار)

ابو احمد عسکری الادیب، رمانی نحوی۔ ابو الحسن ماسرجسی شیخ الشافعیہ ابو عبداللہ المرزبانی، دارقطنی، الحافظ، ابن شاہین، ابو بکر اودنی الشافعی یوسف ابن السیرانی، ابن رواق مصری، ابن ابی زید مالکی، ابو طالب مکی صاحب قوت القلوب، ابن بطۃ الحنبلی، ابن شمعون الواعظ خطابی خاتمی اللغوی، اودنی ابو بکر، زاہر السرخی شافعی، ابن غلبون المقری معانی بن زکریا النہروانی۔

---

[1] خطیب ج ۳ ص ۳۷ [2] تاریخ بغداد ج ۴ ص ۳۷ [3] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۴۴

تذکرۂ علماء قاضی ابوطاہر زید بن عبدالوہاب بن محمد الاردستانی الادیب الشاعر نیشاپور میں آکر رہے۔ ذیقعدہ ۴۱۵ھ میں وفات ہوئی۔ معجم البلدان ج ۱ ص ۱۸۴۔

قاضی ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن خلیل الاسدابادی فروع میں پابند مذہب شافعی تھے۔ اصول میں معتزلہ کے ہمخیال تھے، تصانیف کثیرہ ان کی یادگار سے ہیں، رے کے قاضی تھے پھر بغداد آگئے کچھ عرصہ بعد خراسان چلے گئے وہیں ۴۱۵ھ کے بعد وفات پائی (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۱۰)۔

دولت غزنویہ امیر سبکتگین سے ۳۶۶ھ میں غزنوی حکومت کی بنیاد پڑی، اس خاندان[1] میں بڑی شخصیت سلطان محمود کی تھی جو دنیائے اسلام کا مجاہد اعظم مانا گیا ہے۔

سلطان محمود غزنوی سلطان نے سامانیہ حکومت کے خاتمہ کے بعد ان کے مقبوضات پر قبضہ کیا۔ ماوراالنہر پر ایلک خاں کا قبضہ تھا، محمود سے اسکی صلح ہوگئی۔ دریائے جیحون دونوں کی سرحد قرار پایا۔ ۳۹۶ھ میں محمود ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا ماوراالنہر

[1] امیر سبکتگین۔ امیر اسمٰعیل، سلطان محمود۔ امیر محمد بن محمود، مسعود بن محمود، مودود بن مسعود۔ علی بن مسعود، عبدالرشید بن محمود، فرخزاد بن مسعود، ابراہیم بن مسعود مسعود بن ابراہیم۔ ارسلان شاہ بن مسعود۔ بہرام شاہ بن مسعود شاہ، خسرو شاہ بن بہرام شاہ، ملک شاہ بن خسرو، ۵۷۹ھ میں شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔

کے ترکمانوں نے حملہ کر کے نیشاپور اور ہرات پر قبضہ کر لیا۔ محمود یہ خبر سنکر ہندوستان سے واپس آیا۔ ترکمانوں نے بچکر نکل جانا چاہا۔ غزنوی حاکم ارسلان حاذب نے ناکہ بندی کر کے سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ باقی ماندہ لوگ ایلک خاں کے پاس چلے گئے وہ چالیس ہزار فوج لے کر محمود کے مقابل آیا اور شکست کھائی، پھر محمود نے غور کے علاقہ پر قبضہ کیا۔ ۴۰۳ھ میں گرجستان فتح کیا۔

۴۰۷ھ میں اہل خوارزم نے اپنے فرمانروا ابو العباس مامون کو جو محمود کا حقیقی بہنوئی تھا قتل کر دیا۔ محمود انتقاماً خوارزم پر حملہ آور ہوا سپہ سالار الپتگین بخاری کو گرفتار کر لیا اور خوارزم پر قابض ہوکر اپنے حاجب التونتاش کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد رے پر قابض ہوا۔ مجدالدولہ گرفتار ہوا، دیلمی خاندان کی بے اندازہ دولت محمود کے ہاتھ لگی، قرب وجوار کے جس قدر حکمراں تھے وہ سب یکے بعد دیگرے اس کے مطیع ہو گئے۔ یوسف قدر خاں فرمانروائے ختن جو ترکستان کے حکمرانوں میں سب سے بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ کاشغر سے محمود سے ملنے سمرقند آیا، دونوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہوئے

ہندوستان سلطان محمود نے ہندوستان پر سولہ یا سترہ حملے کئے راجہ انندپال والی پنجاب اور قنوج، کالنجر، متھرا، مالوہ اجمیر، گوالیار، گجرات کی متحدہ افواج کو شکست دی۔ پنجاب پر اپنے غلام ایاز کو حاکم بنایا۔ سندھ و نیشاپور سے لے کر پنجاب تک زیر نگیں کر لیا۔"

علمی ترقی

سلطان محمود جہانگیر و کشور کشا تھا اسنے علم و تمدن کی بھی گراں قدر خدمات انجام دیں، جامع کمالات فرمانروا تھا اس کے لئے مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی گئیں، وہ علماء کا قدردان اور ان کے اعزاز و اکرام کا خیال رکھتا وہ عدل پرور اور رعایا کیساتھ شفیق تھا[1]

محمود خود بڑا صاحبِ علم تھا۔ ممتاز فقیہ فصاحت و بلاغت میں یگانہ، فقہ حدیث، خطبات میں اس کی تصانیف ہیں۔ کتاب التفرید کثرتِ مسائل میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔

اس کے دربار کے علماء میں البرونی، ابوالحسن خمار، ابونصر جیسے لوگ تھے، محمود خود شاعر تھا، اس نے شاعری کا ایک محکمہ قایم کر رکھا تھا، عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب دیکر شعبۂ شاعری کا افسر مقرر کیا۔ چارسو شعراء اس سے منسلک تھے، ابوالقاسم حسن بن احمد عنصری، ابوالحسن علی بن قلوع حرنی حسن بن اسحٰق فردوسی، ابونصر علی بن احمد اسد طوسی وغیرہ مشہور درباری شعراء تھے۔ حمداللہ مستوفی کا بیان ہے کہ محمود علماء اور شعراء کا قدردان تھا، انپر چار لاکھ دینار سالانہ صرف کرتا تھا[2] علوم و فنون کے باب میں بڑا فیاض تھا اسنے غزنی میں ایک عظیم الشان دارالعلم بنایا اس کے متصل عجائب خانہ تھا ایک لاکھ سالانہ محض علماء کے وظائف مقرر کئے۔ یہ نامور مجاہد ربیع الثانی ۴۲۱ھ میں بعمر ۶۴ سال فوت ہوا مدت حکومت تیس سال ہے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۹ ص ۲۳۹ [2] تاریخ گزیدہ ج ۱ ص ۳۹۵۔

قائم بامر اللہ

نام و لقب ابوجعفر عبداللہ بن قادر باللہ بدر الدجی کے بطن سے تھا جو ارمنی کنیز تھی[۱] قائم کے متعلق ابن کثیر کا بیان ہے

"وہ خوبصورت۔ عابد، زاہد عالم، خدا پر بھروسہ رکھنے والا، صدقہ دینے والا۔ صابر، ادیب، خوشخط، عادل احسان کرنے والا تھا۔

خلافت قادر کی وصیت کے مطابق ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں اس کے ہاتھ پر اراکین سلطنت نے بیعت کی۔ تخت نشینی کے وقت ۳۱ سال کی عمر تھی

وقائع نظام حکومت جلال الدولہ کے ہاتھ میں تھا، یہ غیر منتظم حکمراں تھا، فوج کو تنخواہ نہ ملتی وہ اس سے باغی ہوگئی بمشکل یہ فتنہ ختم ہوا۔ جلال الدولہ فرار ہو کر عکبرا میں مقیم ہوگیا، فوجی ترکوں نے اس کے برادرزادہ صمصام الدولہ ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کو بلا بھیجا وہ متوجہ نہ ہوا۔ تو جلال الدولہ کو ترک افسران منالائے۔ مگر اب اس کا رعب و دبدبہ رخصت ہو چکا تھا۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۔

جلال الدولہ نے باوجود اپنی کمزوری کے ۴۳۲ھ میں خلافت مآب سے ملک الملوک کے خطاب کی خواہش کی، خلیفہ نے انکار کیا اور کہا اسلام میں اس قسم کا خطاب ممنوع ہے۔ مگر جلال الدولہ مصر ہوا اسلئے علمائے بغداد سے فتویٰ طلب کیا۔ قاضی ابوطیب طبری ابوعبداللہ صیرنی، ابوالقاسم کرخی وغیرہ نے سلطان جلال الدولہ کے دباؤ سے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ مجبوراً خلیفہ نے یہ خطاب عطا کیا۔ لیکن قاضی القضاۃ ابوالحسن ماوردی نے جو جلال الدولہ کے ندیم تھے اور وہ انکی بہت تعظیم کیا کرتا تھا، اس فتویٰ کی مخالفت کی اور علماء سے بحث کی۔ سلطانی دربار کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہے۔ ایک دن جلال الدولہ نے ان کو طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ تو وہ بولا میرے دل میں آپکی قدر پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ آپ حق گو عالم ہیں اور تمام اہلِ علم سے فائق ہیں، اسلئے کمال علمی کے ساتھ تمہاری حق گوئی اور حق پرستی اور غیرتِ دینی کا نقش میرے قلب پر ثبت ہو گیا۔ انہوں نے الطافِ شاہانہ کا شکریہ ادا کیا۔ جلال الدولہ نے ان کا رتبہ اور بڑھایا[1]

شہنشاہ جلال الدولہ

آخرکار جلال الدولہ نے بغداد کی حکومت سنبھالی۔ شہنشاہ کا خطاب اپنے لیے مقرر کیا۔ مگر خلافت اور سلطنت پر ضعف طاری ہو چکا تھا۔ اردگرد کے امراء نے غارت گری شروع کر دی۔ جلال الدولہ سے انتظام سنبھل نہ سکا

[1] ابن خلدون جلد سیزدہم۔

اور ۴۳۵ھ میں انتقال کرگیا ۲ سال ۱۱ ماہ اس نے سلطنت کی، اسکے مرنے کے بعد ابو کالیجار بن سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ اسکا جانشین ہوا۔ خلیفہ نے اس کو محی الدولہ خطاب دیا۔ اس سے بھی سلطنت کا انتظام نہ سنبھل سکا۔ اس زمانہ میں ترکوں کی ایک جماعت نے دولتِ سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی۔ ان میں پہلا بادشاہ طغرل بک تھا۔

۴۴۰ھ میں بہرام کرجی عامل کرمان، نے بغاوت کردی

عبدالرحیم

اس کی سرکوبی کے لئے ابو کالیجار نے لشکر کشی کی مگر اس اثنا میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کا بیٹا عبدالرحیم جانشین ہوا۔ اس نے عراق، بصرہ، خوزستان پر قبضہ کرلیا۔

ارسلان بساسیری

بہاؤالدولہ کا ایک مملوک تھا جس کا نام بساسیری تھا اس نے اپنی لیاقت اور حسن تدبیر سے بڑی ترقی کی، یہاں تک کہ امیر العسکر ہوگیا۔ اور آخر میں انبار کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ فرقِ باطلہ سے تھا، خلیفہ کے خلاف خوب سازشیں کیں۔

دیالمہ کا خاتمہ سلاجقہ کا عروج

طغرل بک نے ۴۴۲ھ میں اصفہان پر قبضہ کیا پھر آذر بائیجان فتح کیا۔

طغرل کی بغداد میں آمد

۴۴۷ھ میں خلیفہ کی طلبی پر بغداد آیا پہلے اس نے عبدالرحیم دیلمی کو آکر قید کیا اور خود شہنشاہ بن بیٹھا۔ عبدالرحیم بحالتِ قید ۴۵۰ھ میں مرگیا، بغداد میں بنی بویہ نے ۱۱۳ سال فرمانروائی کی تفصیلات دولت دیالمہ میں تحریر ہیں۔ خلیفہ نے ۴۴۹ھ میں طغرل بک کے سر پر تاج رکھا اور عمامہ باندھا اور سات خلعت دیئے ملک المشرق والمغرب خطاب دیا۔ طغرل بک نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔

حادثہ بساسیری

بساسیری نے دعوت و تبلیغ بنو فاطمہ سے ایک کثیر جماعت ہمنوا بنائی، حتیٰ کہ طغرل کے بھائی ابراہیم حاکم جبل و حمدان پر بھی اسکا اثر پڑا، طغرل کو خبر لگی وہ اسکی سرکوبی کو گیا بساسیری کو بڑا موقع ہاتھ آیا۔ اسنے ۴۵۰ھ میں قائم کے نام کو خطبہ سے نکالکر بغداد کی تمام مساجد میں مستنصر فاطمی کا خطبہ پڑھوایا اور اسکی خلافت کا اعلان کردیا طغرل اپنے بھائی کی گوشمالی کرچکا تو بغداد پھر آیا۔ خلیفہ بساسیری کی حرکات ناشائستہ سے قریش بن مدران کے یہاں روپوش تھے بساسیری طغرل کی فوج کے حملہ کی تاب مقابلہ نہ لاسکا آخر کار اس معرکہ میں بساسیری قتل ہوا۔ ۴۵۱ھ میں اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا۔ بغداد آتے ہوئے طغرل نے امام اہل سنت ابوبکر احمد بن محمد کو جو ابن فورک کے نام سے مشہور تھے امیر قریش

بن بدران کے پاس بھیجا کہ خلافت مآب کو ہمراہ لیکر بغداد آئیں، چنانچہ ۴۵۲ھ میں سلطان طغرل اور خلیفہ دونوں بغداد میں داخل ہوئے، طغرل نے بعزت و احترام خلیفہ کو تختِ خلافت پر متمکن کیا، خلیفہ مصلے پر ہی سونے لگا، دن بھر روزے سے رہتا، رات کو اکثر نمازیں پڑھا کرتا، جس جس نے اسکو اذیت دی تھی ان سب کو معاف کر دیا۔

۴۷۱ھ میں سلطان ابراہیم بن مسعود بن سلطان محمود یا شاہ غزنی اور سلطان جعفری بک بن سلجوق (طغرل بک) والی خراسان کی آپس میں جنگ ہوئی فیصلہ صلح پر ہوا۔ اس کے بعد جعفر مر گیا۔"

واقعاتِ طغرل بک و الپ ارسلان

۴۵۵ھ میں طغرل بک تیسری بار بغداد آیا، بغداد پر ڈیڑھ لاکھ ٹیکس لگا کر جبل کی طرف چلا گیا۔ لیکن منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پیشتر قافلہ عمر کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ رمضان ۴۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اسکا وارث الپ ارسلان بن سلطان ہوا۔ قائم نے خلعتِ سلطنت عطا کیا۔

سلطان الپ ارسلان نے نصارا کے ملک فتح کئے، نظام الملک طوسی اسکا وزیر تھا۔ ۴۵۹ھ میں نظام الملک نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں قائم کیا۔

۴۶۳ھ میں اہل روم اور مسلمانوں سے جنگ عظیم ہوئی الپ ارسلان اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے تھا۔ شاہ روم رومانوس گرفتار ہوا۔ مگر بعد کو پچاس سال کی صلح پر رہا کر دیا گیا۔ ۴۶۵ھ میں الپ ارسلان قتل ہوا اس کا بیٹا ملک شاہ بلقب جلال الدولہ سلطان بنا۔ سلاجقہ کے تفصیلی

حالات دولت سلاجقہ میں تحریر کئے ہیں۔

قائم کی وفات ۱۳ر شعبان ۴۶۰ھ میں قائم نے فصد کھلوائی۔ اس میں اسکا انتقال ہوگیا، اسنے اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو ولی عہد و جانشین کیا قائم باللہ نے ۴۵ سال خلافت کی [۱]

اوصاف قائم اوصاف جہانبانی میں اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا اسنے باپ سے زیادہ خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی سعی کی۔ ابن طقطقی مورخ لکھتا ہے۔

"فاضل اور صالح خلیفہ تھا، اسنے عباسی خلافت کے وقار و قوت میں اضافہ کیا۔ علمی حیثیت سے ممتاز تھا۔ [۲] ادب خطاطی سے زیادہ دلچسپی تھی۔"

قائم کے عہد کے علماء عبداللہ بن حسین ناصحی فقیہ ثقہ جید شاگرد قاضی ابو الہیثم بعہد سلطان محمد سبکتگین قاضی بخارا رہے۔ ۴۴۷ھ میں فوت ہوئے۔

اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن جعفر بن محمد فقیہ محدث خطیب نے بیان کیا کہ میں نے کچھ علم ان سے سیکھا ہے فقہ میں محمد بن جریر طبری کے مذہب پر تھے۔ ۴۲۹ھ میں انتقال ہوا۔

ابو القاسم عبداللہ بن حسین عکبری محدث نحوی ادیب، جن کی مولف اعراب القرآن ہے ۴۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

یحییٰ بن علی بن عبداللہ بخاری زندویسی، فقیہ زاہد شاگرد ابو حفص سنفکدری و محمد بن ابراہیم میدانی روضۃ العلماء آپ کی تصنیف ہے۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ۲۹ [۲] الفخری ص ۲۶۰۔

محمد بن موسیٰ خوارزمی ابوبکر جامع مسند الامام فقیہ و محدث قاری نے ابن الاثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ پانچویں صدی کے اول میں جو لوگ مجددین امت میں شمار ہیں انمیں یک آپ بھی ہیں۔

حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی۔ کنیت ابو علی، فقیہ، محدث ابوبکر بن الفضل سے، فقہ حاصل کی حدیث کی سماعت عبداللہ بن عبدالرحمن الزہری بغدادی سے کی۔ آپ سے جم غفیر نے فقہ اور حدیث حاصل کی شعبان ۴۲۴ھ میں انتقال ہوا۔

خلافت عباسیہ کی سیاسی حالت سلاطین دیالمہ کے اقتدار کے زمانہ میں خلافت عباسیہ کا نظم و نسق خلفاء کے ہاتھ میں نہ تھا، بلکہ وہ صرف مذہبی اجارہ دار بن کے رہ گئے تھے صرف خطبہ میں ان کا نام لیا جاتا اور سکہ ان کے نام کا جاری رہتا، یا وہ امراء یا جدید فرمانرواؤں کو خطاب اور خلعت عطا کیا کرتے۔ آل بویہ ظاہرہ طور پر محفلوں اور اجتماعات میں خلیفہ کا ادب احترام کرتے[1] ورنہ خلیفہ کی یہ قدر و منزلت رہگئی تھی کہ وہ ان سلاطین کا استقبال کرتا، انکے سفراء کی تعظیم کرتا[2] غرض کہ انکے عہد میں عباسی خلیفہ کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی بلکہ انکی سیاسی حیثیت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ مگر سلجوقی اقتدار سے قائم نے نئے سرے سے خلافت کے وقار کو قائم کرنے کی سعی کی۔

وزراء خلیفہ فخر الدولہ بن جہیر خلیفہ کا وزیر اعظم تھا ۴۶۰ھ میں خلافت

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۹۱ [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۷۴۔

مآب نے معزول کر دیا۔ اس کے بجائے ابوالعلی والد وزیر ابوالشجاع کو عہدہ وزارت پر مامور کیا، مگر وہ جلد مر گیا پھر فخرالدولہ کو دوبارہ قلمدان وزارت سپرد کیا

مکہ میں خطبہ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والئ مکہ نے خلیفہ قائم، اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ حرم میں پڑھا خلیفہ عبیدی مصری کا خطبہ موقوف ہوا۔ خلیفہ کے دربار میں شیخ ابواسحاق[1] شیرازی، علامہ ابونصر شریک ہوا کرتے۔

سلجوقی فرمانروا اور خلافت مآب آل بویہ سے بہتر طغرل سلجوقی نے خلافت مآب کی عظمت و بزرگی کا خیال کیا ۴۴۹ھ میں طغرل بک موصل پر قبضہ کر کے اور دبیس بن فریدا ور قریش بن بدران کی شورشوں کو دبا کر بغداد آیا تو خلیفہ قائم بامراللہ کے ساتھ جو طریقہ عمل اختیار کیا وہ خلیفہ کے شایان شان تھا۔[2] جب یہاں سے واپس جانے لگا تو بہت سے ہدایا خلیفہ کی خدمت میں بھیجے تھے جس میں پچاس ہزار دینار، پچاس ہزار ترک غلام اور بہت سے گھوڑے اور اسلحہ وغیرہ شامل تھے، خلافتِ مآب نے سلجوقیوں کی اس روش سے بہت اثر لیا اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت پھر بحال کرنے میں قائم سرگرم سعی کرتا رہا۔

---

[1] شیخ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی ملقب بہ جمال الدین علم زہد و ورع تقوی میں بڑھے ہوئے تھے مہذب، فی المذہب، لمع، وغیرہ انکی تصانیف سی ہیں ۴۷۶ھ میں انتقال ہوا (ابن خلکان جلد ا ص ۴) ابونصر عبدالسلام بن محمد بن عبدالواحد معروف ابن صباغ فقیہ کتاب، شامل، کے مصنف ہیں ۴۷۷ھ میں وفات پائی۔ [2] ابن خلکان ج ا ص ۳۰۳

سلاطین سلاجقہ

بیغوشاہ ترکستان کے دربار میں ایک شخص سلجوق نامی تھا جو بیغو سے خفا ہوکر مسلمانوں کی سرحد دیار سمرقند میں چلا آیا تھا۔ نواحی جندر میں آکر ٹھیرا یہاں کے مسلمانوں کے اخلاق اور تمدن و معاشرت کے اثر نے اس کی طبیعت کو اسلام کی طرف مائل کیا حتی کہ وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوگیا۔ جندر اس زمانہ میں بیغوشاہ ترکستان کا باج گذار تھا۔ ترک سالانہ خراج لینے آئے تو سلجوق مزاحم ہوا۔ اس نے کہا کفار مسلمانوں سے خراج لیں میں اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ جندر کے مسلمان سلجوق کی مدد سے غالب آئے اور یہی سلجوق کی شہرت کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد جب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی مدد سے ایلک خاں پر فتح پائی تو سلجوق کا نام اور بلند ہوا۔ سلجوق کا بیٹا میکائیل ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کے دو بیٹے طغرل بیگ اور چغر بیگ اپنے دادا سلجوق کے ظلِ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ سلجوق کے دونوں بیٹے میکائیل اور دادو اپنے باپ کے طرز پر تھے اور دونوں پوتے طغرل بیگ اور چغر بیگ تو بڑے ہی زبردست نکلے۔ سلجوقیوں سے حاکم ماوراء النہر علی تگین معروف ایلک خاں

ؔ ابن اثیر ج ۹ ص ۱۶۳۔

اور ترکستان کے سلاطین دبنے لگے۔ ایلک خان نے تمام سلاطین ...
گرد ونواح کو جمع کر کے سلجوقیوں کا استیلا کرنا چاہا اسپر جغر بیگ خراسان سے
ہوتا ہوا آیا۔ آرمینیہ کی طرف نواح سلطنت روم میں عیسائیوں سے
مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ سلطان محمود سبکتگین کا تھا۔ سلجوقیوں کو
والی طوس نے اپنے ملک سے گذرنے دیا۔ اس وہ سلطان محمود کے
عتاب کا مستوجب ہوا۔

چغر بیگ نے وہاں کئی قلعے فتح کئے اور بہت سا مال غنیمت لیکر آیا
پھر یہ دونوں بھائی ایک جا ہو کر اپنی قوت منفقہ طور پر فتح میں لگانے لگے
خان کا شغر اور سلطان محمود نے باہم مل کر ایلک خان کو جب سمرقند سے بھگایا
تھا۔ اس وقت سلجوقیوں کا زور گھٹ گیا تھا۔ لیکن محمود کے مرنے پر مسعود
کے زمانہ میں مرو اور ہرات پر جغر بیگ قابض ہو گیا اور خراسان میں بمقام
نیشاپور طغرل بیگ نے اپنا تخت حکومت رکھا، اسکے بعد مسعود نے چڑھائی
کی اور دونوں بھائیوں نے ملکر مسعود کا سخت مقابلہ کیا اس لڑائی میں
اتنی خونریزی ہوئی کہ ہزار دو برس سے نہیں ہوئی تھی مسعود کو ہزیمت ہوئی
اور سلجوقیوں کی سلطنت خراسان میں قایم ہو گئی [1]

طغرل بیگ

خوارزم شاہ سے اسکے سپہ سالار نے سرتابی کی تھی اس لئے
طغرل بیگ کو خوارزم شاہ کی مدد کیلئے خوارزم جانا پڑا،
وہاں سے منصورہ واپس آیا، پھر غزوہ روم کے لئے روانہ ہوا، اور وہاں سے
بھی کامیاب واپس آیا۔ اس زمانہ میں طغرل بیگ دو مرتبہ بغداد گیا۔ ایکمرتبہ

[1] ابن خلدون جلد نہم۔

تو ملک رحیم دیلمی کا استیصال کیا، اور دوسری مرتبہ قائم باللہ خلیفہ بغداد کو بساسیری کے پنجہ سے چھڑا کر پھر تخت پر بٹھایا اور مستنصر فاطمی کا نام خطبہ سے نکال کر پھر قایم باللہ کا نام خطبہ میں داخل کیا۔ اس سال اہواز اور بصرہ میں طغرل کا نام خطبہ میں پڑھا گیا، تیسری مرتبہ ۴۵۴ھ میں طغرل بیگ پھر بغداد گیا اور قایم باللہ کی لڑکی سے عقد کیا لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی تھی کہ طغرل بیگ نے دنیا سے رحلت کی چغر بیگ اس سے پہلے مر چکا تھا۔

چغر بیگ، طغرل بیگ | یہ دونوں بادشاہ ساتھ حکمراں تھے، باہم بہت رسم تھا، ایک دل ہو کر سب کام کرتے تھے صرف کہنے کو چغر بیگ کا آخیر میں دارالحکومت مرو، اور طغرل بیگ کا نیشاپور تھا، ورنہ مرتے دم تک ایک دل رہے [1]

الپ ارسلان بن چغر بیگ | یہ بڑا نیک نام اور نیک نیت بادشاہ تھا ڈاڑھی اسکی بہت بڑی تھی اور ٹوپی بہت اونچی رکھتا تھا۔ عباد ان سے سواحل بحر تک اور جیحوں سے دجلہ تک اس کے قبضے میں تھا کئی سلاطین اس کے باج گذار تھے۔ خان ترکستان کی لڑکی سے اس نے اپنے بیٹے ملک شاہ کی شادی کی اور سلطان ابن مسعود کی لڑکی سے اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کا بیاہ کیا۔

قیصر روم | اسکے وقت میں قیصر روم نے تین لاکھ فوج لیکر اور بہت سے

[1] ابن خلدون ج ۹

عیسائی سلاطین کو ساتھ ملاکر بلادِ اسلام پر چڑھائی کی اور نیت یہ کی کہ بغداد کو ویران کر دے اور تمام مسجدیں کھدوا دے، الپ ارسلان نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ عیسائی پسپا ہوئے اور قیصرِ روم گرفتار ہوا، لیکن پھر قیصر کو رہائی دیگئی۔ اور قیصر نے اپنی بیٹی الپ ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے عقد میں دے دی۔

ارسلان شاہ کے لئے خاقان چین کی دختر بھی لیگئی اور خاقانِ چین بھی مطیعان کے زمرہ میں داخل ہوا، اس کے وقت میں نیشاپور رشکِ بغداد بن گیا۔ تمام سلاطین اس کے دربار میں آتے تھے اور آستانہ شاہی پر جبہ سائی کرتے تھے۔ موت اس کی عجیب طور پر ہوئی، اتفاق سے ایک قلعہ دار اسیر ہو کر آیا اور گفتگو میں مشتعل ہو کر اس کی طرف لپکا۔ لوگوں نے روکنا چاہا۔ لیکن اسنے اپنی شان کیخلاف سمجھا کہ کوئی غیر اسے بچائے اس نے لوگوں کو باز رکھ کر خود کمان سیدھی کی، تیر خالی گیا اور قلعہ دار نے پہنچکر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بادشاہ کے دربار میں علما بہت رہتے تھے خود نظام الملک طوسی اس کا وزیر ایک زبردست عالم اور بڑا مدبر شخص تھا سلجوقین نے جوز و ریکڑا۔ اس میں شمشیر ترکی کے ساتھ حکمت نظام الملکی ایک قابل لحاظ شے تھی۔

جلال الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان

نظام الملک طوسی کی سعی سے جلال الدین تخت پر بیٹھا، نظام الملک اس کے باپ کے وقت سے وزیر تھا۔ آپ تو بالکل ہی سیاہ سپید کا مالک

مالک ہوگیا۔ نظام الملک بڑا مشہور شخص ہوا ہے عباسیوں کے زمانہ میں برامکہ کا خاندان تھا، اسیطرح کچھ دنوں کے لئے سلجوقیوں کے وقت میں نظام الملک کا خاندان عروج پر تھا، بغداد اور بصرہ میں مدرسہ نظامیہ اسیکا بنوایا ہوا ہے اسکی یونیورسٹی کی کتابوں کا پڑھنا اس زمانہ تک طریقہ نظامیہ کا درس کہلاتا ہے طوس مردم خیز جگہ ہے، یہاں نظام الملک۔ غزالی۔ فردوسی تین بڑے مشہور شخص گذرے ہیں۔

کسی کا شعر ہے۔

ہر دبیرو شاعرو مفتی کہ او طوسی بود
چوں نظام الملک غزالی و فردوسی بود[1]

ملک شاہ کی گرفتاری

یہ بادشاہ ایک مرتبہ شکار کو نکلا راہ میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار رہوا۔ حالت گرفتاری میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری عزت نہ کرنا ورنہ دشمن مجھے معزز سمجھ کر ذلیل کریں گے۔ یہاں نظام الملک نے مصالحت کا ڈھنگ ڈالا اور شرائط طے کرنے کو خود گیا۔ قیصر روم نے ان قیدیوں کا ذکر کیا تو نظام الملک نے بڑی بے پرواہی سے سُنا، بلکہ ملک شاہ جب نظام الملک کے سامنے لایا گیا تو اسنے کچھ التفات نہ کیا۔ نظام الملک لوٹا تو قیصر روم نے ملک شاہ کو مع اور قیدیوں کے اس کے ساتھ کر دیا۔ کیونکہ مصالحت ہوجانے پر اسیران سلطنت کی رہائی لازمی تھی۔ جب ملک شاہ رومیوں

---

[1] تاریخ اسلام ص ۲۸۹ -

کی حدِ نظر سے باہر ہوا تو نظام الملک نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا۔

قیصرِ روم کی گرفتاری

اس کے بعد ملک شاہ نے رومیوں پر چڑھائی کی اور کسی حکمت سے قیصرِ روم کو گرفتار کر کے ملک شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصرِ روم نے ملک شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ تاجر ہو تو بیچ ڈالو اور قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو، ملک شاہ نے نہایت عزت سے قیصرِ روم کو رخصت کیا اور کہا کہ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں تم پر ثابت کر دوں کہ میری سابق گرفتاری اتفاقی تھی، میری قوم کسی طرح کمزور نہیں ہے ملک شام بھی اس بادشاہ کے قبضہ میں آگیا تھا۔ شکار کا اس کو بہت شوق تھا جب بادشاہ بغداد گیا تو خلیفہ مقتدی باللہ نے اس کی بڑی تواضع کی، اس نے خلیفہ کا ہاتھ چومنا چاہا لیکن خلیفہ نے (غالباً براہِ تواضع) گوارا نہ کیا۔ تب ملک شاہ نے بادشاہ کی انگوٹھی لی اور اسی کے بوسہ پر اکتفا کیا۔ مقتدی نے اپنی بیٹی ملک شاہ کے عقد میں دی اور تمام بلادِ اسلام کی زمام امارت ملک شاہ کے سپرد کی

جلال الدین خلیفہ ہی کا عطیہ خطاب ہے، آخر میں بادشاہ ناخوش ہو گیا تھا۔ ناخوشی کے نتائج پورے طور پر ظاہر نہیں ہوئے تھے کہ ایک فدائی نے نظام الملک کو قتل کیا اور ملک شاہ نے بھی ایک مہینہ کے اندر ہی اپنی موت سے وفات پائی۔

مدرسہ نظامیہ

مدرسہ نظامیہ کے دو مدرس بڑے مشہور ہیں امام ابو اسحٰق شیرازی اور امام غزالی۔ نظام الملک نے یہ چاہا کہ اپنے

طرز زندگی پر علمائے وقت کی رائیں لکھوا کر اپنے ساتھ قبر میں بطور نیک نامی کے لیتا جائے۔ تمام علماء نے آنکھ بند کر کے نظام الملک کی خوبیوں کا قصیدہ نثر میں لکھ دیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نظام الملک طوسی ایسا ہی شخص تھا بیخوفی اور پھر حدود شرع کا لحاظ آسان امر نہیں ہوتا۔ لیکن جب ابو اسحٰق کی باری آئی تو انہوں نے لکھا "خَیرُ الظَلَمَۃِ حسن۔ کتبہ ابو اسحٰق" یعنی ظالموں میں حسن اچھا ہے۔ راقم ابو اسحٰق" نظام الملک کا نام حسن تھا۔ نظام الملک یہ تحریر دیکھ کر بہت رویا اور بولا کہ ابو اسحٰق سے زیادہ کوئی دوسرا سچا نہیں ہے۔

(۴۸۵ھ) نظام الملک کے بیٹے موید الملک

برکیارق بن ملک شاہ و فخر الملک اس کے وزیر تھے۔ تیرہ برس سلطنت کر کے اس کا انتقال ہوا۔ اس کے وقت میں تخت اور حکومت کیلئے سلجوقیوں میں باہمی نزاع رہا۔ مقتدی اور مستظہر باللہ کے تذکرہ میں اسکے کچھ حالات بیان کئے گئے ہیں۔

محمد بن ملک شاہ (۴۹۲ھ) تیرہ برس سلطنت کر کے یہ بھی انتقال کر گیا۔

سلطان السلاطین سنجر بن ملک شاہ: ۵۱۱ھ یہ بادشاہ بڑا نیکنام خدا ترس اور بیدار مغز تھا۔ اسکے وقت میں بہت سی لڑائیاں اور بہت سے غزوات ہوئے، بہرام شاہ غزنی اس کا باج گذار ہوا۔ گور خان ترکی سے مقابلہ میں سلطان سنجر مغلوب ہو گیا تھا۔ اس سے ذرا رنگ کچھ پھیکا ہو چلا تھا لیکن اس کے بعد بہرام غزنوی کو جب علاء الدین جہاں سوز غوری نے آ دبایا اور سلطان سنجر نے پہنچکر علاء الدین کو گرفتار کر لیا تب پھر اس کا طنطنہ

کامرانی اصلی حالت پر آگیا۔ نواحی بلخ میں ایک مرتبہ ترکمان غزنی کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ اور چار برس تک گرفتار رہا، پھر حکمت عملی سے نکلکر اپنے ملک میں آیا۔ یہ پہلے بھی آسکتا تھا لیکن معہ بیوی کے گرفتار تھا۔ بیوی کے ساتھ بھاگ نکلنا آسان نہ تھا اور بیوی کو چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہ تھا۔ جب بی۔بی مری تو یہ کسی حکمت سے نکل بھاگا۔ اس اثناء میں غزوں نے تمام ملک ویران کردیا تھا، اسکے وقت میں حاکم خوارزم نے بغاوت کرکے ایک جدا سلطنت قائم کی یہ حکمراں آگے چل کر خوارزم شاہیوں کے نام سے مشہور ہوئے، اس بغاوت نے سلطان سنجر کو بہت زیادہ کمزور کردیا تھا۔ ۵۵۲ھ میں سلطان سنجر نے ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

محمود خاں جواہر زادہ ۵۵۲ھ بغراخاں کی نسل میں تھا سلطان سنجر کے بعد ہی تخت نیشاپور پر بیٹھا۔ اس کے وقت میں خوارزم شاہیوں اور غوریوں کا دور ہوا۔ محمود کو اندھا کرکے کچھ ملک خوارزم شاہوں نے لے لیا اور کچھ غوریوں نے لے لیا، اس طرح سلجوقیوں کی سلطنت کا خراسان میں خاتمہ ہوگیا۔

اب کچھ ان سلجوقیوں کا حال لکھا جاتا ہے جو عراق اور عرب میں حکمران تھے۔

محمد بن محمد بن ملک شاہ د ۵۰۹ھ اپنے باپ ملک شاہ کے مرنے پر یہ عراق پر حکمراں ہوا، اور سلطان سنجر نے کچھ زیادہ اس کی فکر نہیں کی..... مسترشد باللہ خلیفہ بغداد سے یہ رنجیدہ ہوگیا تھا اور اس نے بغداد کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ لیکن پھر مصالحت ہوگئی۔

طغرل بن محمد بن ملک شاہ ۵۲۵ھ بھائی کے مرنے پر سلطان سنجر

کے اشارے سے یہ عراق کی ریاست پر قابض ہوگیا۔

مسعود بن سلطان ملک شاہ (۵۲۹ھ) اس کے وقت میں چند سلجوقیوں نے خلیفہ مسترشد کو ملک گیری کے لئے ابھارا۔ مسعود سے لڑائی ہوئی۔ خلیفہ گرفتار ہوا اور ایک فدائی نے اس کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد راشد اپنے باپ کا خون بہا لینے نکلا اور اصفہان تک پہنچتے پہنچتے مارا گیا، پھر مسترشد کے دوسرے بیٹے مقتفی باللہ کو مسعود نے تختِ خلافت پر بٹھایا۔

ملک شاہ بن محمود بن محمد بن سلطان ملک شاہ (۵۴۷ھ) تین مہینہ تک یہ بادشاہ رہا۔ اس کے مزاج میں عیاشی تھی۔ لوگوں نے اسے قید کرکے اس کے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا۔

محمد بن محمود (۵۴۷ھ) سلیمان شاہ سے جو اس کے بعد تخت پر بیٹھا برابر لڑتا رہا۔ آل سلجوق کے ضعف کا زمانہ تھا۔ اسی لئے خلفائے بغداد نے بھی کچھ قوت پکڑ لی تھی سات برس تک سلطنت کرکے مر گیا۔

سلیمان بن ملک شاہ (۵۵۱ھ) ارسلان کے ساتھ اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کیا گیا۔ آٹھ مہینہ تک اس کی سلطنت رہی۔

ارسلان بن طغرل (۵۵۵ھ) الموت کے فدائیوں سے یہ لڑتا رہا اور غالب رہا۔ اس کے وقت میں خوارزم شاہیوں کا زور شروع ہوا۔

طغرل بن ارسلان (۵۷۱ھ) خلیفہ مستضی باللہ کے وقت میں یہ تخت نشین ہوا۔ رکن الدین قسیم امیر المومنین کا لقب تھا۔ اس کے وزیر

قزل ارسلان نے اس سے سرتابی کی اور عرصہ تک لڑتا رہا درمیان میں
طغرل کے قید ہو جانے سے یہی بادشاہ بن گیا تھا خلیفہ ناصر دین اللہ بھی
طغرل سے ناخوش ہوا تکش سلطان شاہ خوارزم کے مقابلہ میں یہ مارا
گیا اور اسکا سر بغداد گیا۔ اور اس کے مرنے پر عراق میں سلجوقیوں کی
حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلطان سنجر کے ایک بھائی کی نسل میں سلطان[۱] شاہ طوران[۲] شاہ
ایران[۳] شاہ ارسلان[۴] شاہ، محمد[۵] شاہ بن ارسلان شاہ طغرل[۶] شاہ ارسلان[۷]
شاہ طغرل شاہ بہرام[۸] شاہ توران[۹] شاہ، محمد شاہ بن بہرام شاہ یہ
دس خود مختار بادشاہ کرمان میں یکے بعد دیگرے خوارزم شاہیوں
کے عروج تک حکمران رہے اور کرمان اس کا پایۂ تخت تھا۔ اس کے بعد
تمام سلجوقیوں کی طرح یہ لوگ بھی مٹ گئے۔

سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق کو الپ ارسلان نے روم
کی طرف بھیجا تھا۔ اس کی نسل سے ایک جدا بادشاہت قائم ہو گئی جس میں
چودہ بادشاہ اس کے بعد تخت پر بیٹھے اور قونیہ یا قونیہ دارالحکومت قرار
پایا۔ سلیمان[۱] بن قتلمش، داؤد[۲] بن سلیمان قلج ارسلان[۳] بن سلیمان مسعود[۴] بن قلج
ارسلان قلج ارسلان[۵] بن مسعود بن غیاث الدین کیخسرو[۷] بن قلج ارسلان
رکن الدین سلیمان[۸] بن قلج ارسلان بن سلیمان، عز الدین[۹] کیکاؤس
بن غیاث الدین، علاء الدین[۱۰] کیقباد بن غیاث الدین، غیاث الدین[۱۱] کیخسرو
بن علاء الدین۔ رکن الدین سلیمان[۱۲] بن غیاث الدین کیخسرو۔ کیخسرو بن رکن الدین

مسعود بن کیکاؤس. کیقباد[۱۵] بن فرامرز

اس خاندان کے بادشاہ رومیوں سے لڑتے رہے خوارزم شاہیوں سے بھی لڑے، عراق کے سلجوقیوں سے بھی کبھی مقابل ہو گئے۔ لیکن برابر اپنی حالت پر قائم رہے، ساتویں صدی ہجری کے اخیر میں سیغ غازان نے جس کے مطیع یہ سلطنت ہو گئی تھی کسی قصور پر کیقباد کو تخت سے اتار کر روم سے سلجوقیوں کا نام مٹا دیا[۱]

طغرل بک بانی خاندان سلجوقیہ

سلاطین سلجوقیہ میں طغرل کا حال بیان کر آئے ہیں اس جگہ اسکی زندگی کے چند روشن پہلو پیش کرتے ہیں۔

سلطان طغرل اولوالعزم بادشاہ گزرا ہے[۲]۔ وہ ہمیشہ افرادِ قوم کو عدل و تقوی، رفق و احسان کی تاکید کرتا تھا اور خود بھی ان اوصاف سے محلی تھا۔

مذہب طغرل پنجگانہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتا۔ ہفتہ میں دوشنبہ پنجشنبہ کو روزہ رکھا کرتا، صدقات و خیرات بکثرت کرتا جگہ جگہ مسجدیں تعمیر کرائیں وہ کہا کرتا تھا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے لئے تو مکان تعمیر کراؤں اور خدا کے لئے اسکے پہلو میں گھر نہ بنواؤں۔

طغرل نے قسطنطنیہ میں جو ہنوز یونانیوں کے قبضہ میں تھا نماز باجماعت اور جمعہ کی اجازت مسلمان کے لئے ملکۂ قسطنطنیہ سے حاصل کر لی اور جمعہ کے دن خطبہ میں خلیفہ قائم باللہ کا نام پڑھا گیا۔

---

[۱] تاریخ اسلام ص ۲۹۴ از علامہ ابوالفضل احسان اللہ عباسی [۲] دائرۃ المعارف بستانی ج ۱۱ ص ۴۱۲ - ۴۱۴

طغرل شہزادی بغداد سے عقد کے لئے بغداد آیا تو نکاح کے بعد شہزادی کے حضور میں گیا۔ شہزادی سنہرے تخت پر جلوہ فرما تھی طغرل بک نے پہلی ملاقات میں سامنے جاکر نہایت ادب سے شہزادی کو سلام کیا۔ اور قیمتی تحفے پیش کئے۔ اس کے بعد مودبانہ سلام کرکے چلا آیا اور شہزادی کے منہ سے نقاب تک نہ اٹھائی۔ طغرل کو اس رشتہ سے فخر تھا عقد کے چھ ماہ بعد ماہ ربیع الاول ۴۵۵ھ میں بعمر ۷۰ سال انتقال کر گیا۔[۱]

طغرل بک نے ایک ایسے خاندان کی بنا ڈالی جو عظمت و ہیبت کے علاوہ علم دوستی اور عمدہ اوصاف کے لئے آج تک چار دانگ عالم میں مشہور رہے۔

طغرل بک کا فرزند نرینہ کوئی نہ تھا۔ الپ ارسلان بن داؤد جو اس کا بھتیجا تھا۔ اس کو اپنا جانشین کیا جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ الپ ارسلان کا خلف الرشید سلطان ملک شاہ تھا۔ اس کا ہی وزیر نظام الملک تھا اسکے پورے حالات سلاطین سلجوقیہ میں لکھ چکے ہیں۔

یہی ملک شاہ تھا جس کے حکم سے رے (نیشاپور) میں ایک رصدگاہ بنائی گئی۔ جس کا اہتمام عمر خیام (۱۰۳۸-۱۱۲۳ء) کے سپرد تھا عمر خیام جو رباعیات کی وجہ سے مشہور ہے۔ مگر نجوم و ہیئت کا بڑا ماہر تھا۔ اسنے تاریخ جلالی ملک شاہ کے نام سے مرتب کی اس تاریخ میں یہ خوبی ہے کہ پانچ سال میں صرف ایک دن کی غلطی پیدا ہوتی ہے۔ ان کی

---

[۱] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۷

ایک کتاب جبر مقابلہ پر ہے اس میں ثنائی مساواتوں کا جبری و ترسیمی حل معہ ترتیب و تحلیل مساوات کعبی سمجھایا گیا ہے۔

سلجوقیوں کے عہد میں علمی ترقی کمال پر تھی سلجوقی خاندانوں نے علماً کو بہت کچھ نوازا۔ جس کی تفصیل نظام الملک طوسی کے حالات میں ملیگی۔

ملک شاہ کی اولاد میں سے سلجوقی سلطان ابوالفتح ملک شاہ بن محمد تھا جس کے دربار میں ابوالروح محمد بن منصور بن عبداللہ بن منظور الجرجانی المقلب بہ زریں دست نے نور العیون کتاب لکھکر دربار میں ۱۰۷۸ء میں پیش کی۔

نظام الملک طوسی

حسن ابن علی بن اسحاق بن عباس کنیت ابو علی لقب نظام الملک قوام الدین تھا، بروز جمعہ ۲۱ ذیقعدہ ۴۰۸ھ کو نوقان ضلع طوس میں پیدا ہوا۔

اس کا باپ معمولی زمیندار تھا۔ اس نے حدیث و فقہ کی تعلیم حسن ابن علی کو دلوائی۔ حسن بن صباح اور عمر خیام ہم سبق تھے۔ نظام الملک سن بلوغ کو پہنچا تو علی بن شاقون کے پاس جاکر نوکر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت ترک کرکے داؤد بن میکائیل سلجوقی کے پاس چلا گیا، داؤد کو اس میں جوہر قابلیت نظر آیا۔ اس نے نظام کو اپنے بیٹے الپ ارسلان کا اتالیق بنا دیا اور شہزادے کو ہدایت کی کہ نظام کو میرے برابر سمجھنا اور اس کے بلا مشورہ کوئی کام نہ کرنا۔ جب ارسلان نے سر پر تاج رکھا تو تدبیر مہام اور مہار انتظام نظام الملک کے ہاتھ میں دیدی۔ دہ سالہ حکومت کے بعد

الپ ارسلان مرگیا تو ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اسکے ہاتھ میں حکومت میں سے صرف تخت تھا اور شکار کے لئے جنگل، باقی سیاہ وسپید کا مالک نظام الملک تھا۔ اس جاہ و جلال کے ساتھ نظام الملک نے اپنی عمر کے بیس سال پورے کئے۔ نظام الملک کی مجلس ہر وقت علمائے کبار اور صوفیائے نامدار سے بھری رہتی تھی۔ ابو القاسم قشیری اور امام الحرمین ابوالمعالی کی تعظیم و توقیر میں نہایت غلو رکھتا تھا۔

جامعہ نظامیہ نظامیہ یونیورسٹی کی ۴۵۷ھ میں بنیاد رکھی۔ عمارت کی تکمیل ۴۵۹ھ میں ہوئی۔ شیخ ابو نصر صباغ صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر شیخ ابو اسحاق شیرازی کو پرنسپل مقرر کیا۔

حدیث شریف کے درس میں طالب علمانہ طور سے حاضر ہوتا۔ گاہے خود بھی روایت کیا کرتا۔ اور کہا کرتا۔ میرا شمار راویان حدیث میں تو ہو گا تین کروڑ سالانہ کی جاگیر جامع نظامیہ کے لئے وقف کی۔

نظام الملک وزیر سلطنت اور عالم دین تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مدارس اور سرائیں اور پل تعمیر کرائے۔ ۱۰/ رمضان ۴۸۵ھ میں ایک باطنی نے قتل کر دیا۔ تاج الملک ابو الغنائم خسرو بھی اس سازش میں شریک تھا۔

ابو الہیجا مقاتل بن عطیہ نے مرثیہ میں یہ قطعہ لکھا۔

کان الوزیر نظام الملک لؤلؤۃ یتیمۃ صاغہا الرحمٰن من شرف

نظام الملک ایک نفیس موتی تھا جسے رحمٰن نے دریائے شرف سے نکالا تھا۔

عرت فلم تعرف الایام قیمتہا　　فردھا غیرۃ منہ الی الصدف

اس نے دنیا کو اپنی آب و تاب دکھلائی۔ مگر دنیا نے اس کی قدر و قیمت نہ پہچانی۔ اس لئے غیرت الٰہیہ نے اسکو پھر صدف میں ہی رکھدیا۔

نظام الملک کی علمی یادگار سیاست نامہ ہے جو اپنے موضوع پر لاجواب تصنیف ہے [1]

---

[1] ابن خلکان ذکر نظام الملک طوسی۔

مقتدی بامراللہ

نام ولقب مقتدی بامراللہ بن ذخیرۃ الدین محمد بن قائم بامراللہ اس کے والد محمد بن قائم اس کو حمل میں چھوڑ کر قائم کی حیات میں مر گئے تھے، اپنے باپ کے چھ ماہ بعد ارجوان کے بطن سے پیدا ہوئے اپنے دادا کے مرنے کے بعد بعمر ۱۹ سال و چھ ماہ تختِ خلافت پر بیٹھے

خلافت وقت بیعت خلافت موید الملک ابن نظام الملک وزیر فخر الدولہ ابن جہیر۔ عمید الدولہ شیخ ابو اسحاق شیرازی۔ ابن الصباغ نقیب النقباء طراد۔ نقیب الطاہر معمر بن محمد اور قاضی القضات ابو عبداللہ دامغانی وغیرہ علماء و اراکین سلطنت نے ۴۶۷ھ میں بیعت کی[1]

ابن عمید الدولہ کو ملک شاہ سے بیعت لینے بھیجا۔ سعد الدولہ کو ملک شاہ نے شحنہ کر کے بغداد کو بھیجا۔ خلیفہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تمام لہو لعب کے انسداد کا حکم دیا۔ خلاف شرع جس قدر امور تھے ان کو سختی سے بند کیا، تھوڑے عرصہ میں نیکیاں اور حسنات ظاہر ہونے لگے۔

۴۶۸ھ دمشق میں بھی مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا،

وزارت وزارت پر فخر الدولہ بن جہیر ممتاز تھا کچھ عرصہ کے لئے معطل

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۹

کر دیا گیا پھر اس کو ہی قلمدانِ وزارت سپرد ہوئی۔ درمیان میں کچھ روز کے لئے
ابو شجاع محمد بن حسن مخاطب بہ ظہیر الدین وزارت پر سرفراز رہا۔

وقائع

تاج الملک ملک شاہ کا بھائی مقتدی کا ہوا خواہ تھا۔ اسنے بھی دمشق کو تسخیر کر کے وہاں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھوایا پھر ملک شاہ سے بھڑ پڑا مگر جلد صلح ہو گئی۔ خراسان ترمذ وغیرہ جن پر قبضہ کر چکا تھا چھوڑ دیا۔
۴۷۳ھ میں ملک شاہ نے اپنی لڑکی مقتدی کی کنیزی میں پیش کی خلیفہ نے اپنے نکاح سے مشرف فرمایا[1]

خطاب امیر المومنین

۴۷۹ھ یوسف بن تاشقین والی سبتہ ومراکش جس کے حالات خلافت ہسپانیہ میں لکھے جا چکے ہیں یوسف نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو شہر اس کے قبضہ میں ہیں وہ اس کو دے کر سلطان کا لقب عطا کر دیا جائے، چنانچہ مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی، اس کے پاس خلعت وعلم بھیجا اور اس کو امیر المومنین کا عظیم ترین خطاب عطا کیا[2]

دار العلم

۴۸۳ھ میں بغداد میں مستوفی دولت تاج الملک نے ایک مدرسہ باب البرز کے پاس بنایا۔ اس مدرسہ کے صدر مدرس ابو بکر شاشی تھے۔

کوائف صقلیہ

۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کر لیا یہ جزیرہ ۲۰۰ھ سے مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

---

[1] دروس التاریخ علامہ محی الدین الخیاط مصری جزء ۴ ص ۱۳۴ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۵

صقلیہ کا آخری بادشاہ عبیدی معزولی تھا۔

جامع مسجد اس سال ملک شاہ بغداد آیا۔ ایک جامع مسجد بنوائی اور اس کے گرد امرائے نے مکانات تعمیر کرائے پھر ملک شاہ اصفہان چلا گیا۔ مگر ۴۸۵ھ میں بغداد لوٹا اور خلیفہ سے کہلا بھیجا۔ بغداد خالی کر دو۔ خلیفہ نے ایک ماہ کی مہلت مانگی۔ مگر دس دن کی مہلت ملک شاہ نے دی، خلیفہ نے روزے رکھنے شروع کئے اور افطار زمین پر بیٹھ کر کرتا تھا۔ نہایت عجز کے ساتھ ملک شاہ کے لئے دعا مانگی۔ خدا نے قبول کی کہ ملک شاہ بیمار پڑا اور بعمر ۳۸ سال ۴۸۵ھ میں مر گیا۔[۱]

ملک شاہ کے آثار خیر ملک شاہ کے زمانہ میں اس کے نام کا خطبہ حدود چین سے شام تک اور شمال سے یمن تک پڑھا جاتا تھا، سارے قلمرو میں عدل و انصاف کی وجہ سے امن و خوشحالی تھی، نہریں نکالی گئیں، پل بنائے گئے۔ مساجد آباد کی گئیں، مدرسے تعمیر ہوئے مکہ معظمہ کے راستہ میں جابجا رباط اور لنگر خانے قایم کئے۔ اسکی شوکت ہمسایہ سلطنتوں پر غالب تھی۔ ملک شاہ کے چار بیٹے تھے۔ محمود چھوٹا تھا اسکی والدہ ترکان خاتون نے جس کی بیٹی مقتدی کو منسوب تھی، خلیفہ کے مشورہ سے محمود کو ولی عہد کر دیا۔ برکیارق کو نظام الملک ولی عہد کر گیا تھا۔ چنانچہ برکیارق نے محمود کو معزول کر دیا۔

قبضہ بغداد برکیارق ابن ملک شاہ نے ۴۸۶ھ میں بغداد پر قبضہ کیا

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶۔

اور خطبہ میں اپنی شہنشاہی کا اعلان کیا اور رکن الدولہ لقب اختیار کیا۔

مقتدی کی وفات ۵ محرم ۴۸۷ھ میں مقتدی نے برکیارق کے نامۂ تخت نشینی پر دستخط کرنے کے بعد اچانک بعمر ۳۰ سال وفات پائی۔ کل مدتِ خلافت ۱۹ سال ہے عمائد سلطنت نے اسی وقت مستظہر باللہ کی بیعت لی، اس سے فراغت پاکر تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

اوصاف مورخین کا بیان ہے کہ مقتدی اجامع اوصاف فرمانروا تھا مقتدی میں دین و سیاست دونوں جمع تھے۔ گو ملک شاہ خلافت پر حاوی ہو گیا تھا۔ مگر مقتدی نے خلافت کے وقار کو قائم رکھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے۔

"مقتدی قوی دل اور عالی ہمت خلیفہ تھا اسکا عہد بڑی خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ خیر کی کثرت، اور رزق میں کشادگی و وسعت تھی[۱]

معاصر علما عبد القادر جرجانی ابو الولید الباجی شیخ ابو اسحاق شیرازی اعلم النحوی، ابن الصباغ صاحب الشامل، امام الحرمین والدامغانی حنفی۔ ابن فضال المحاشی[۲]

محدث و فقہا محمد بن عبد اللہ ناصحی عہد سلطان الپ ارسلان میں نیشاپور کے قاضی رہے۔ شیخ ابو المعالی بن ابو محمد جوینی شافعی بڑے مناظرے ہوئے۔ ۴۷۸ھ میں خراسان میں انتقال کیا

۱۔ ابن اثیر ج ۱ ص ۷۹ ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۱۔

ابو الحسن علی بن الحسین بن علی نیشاپوری مولف تفسیر نیشاپوری فقیہ مفسر تھے
حسین بن علی حمیری کے شاگرد نیشاپور میں زہد اختیار کیا۔ سلاطین سے اعراض
کرتے تھے۔ ایک روز ملک شاہ سلجوقی نے کہا کہ آپ نے ہمارے پاس
کیوں آنا ترک کر دیا۔ کہا اس لئے کہ تو عالموں کی زیارت سے بہتر بادشاہ
ہوا ہیں بادشاہوں کی زیارت سے بدتر عالم نہ ہوں سنہ ۴۸۴ھ میں انتقال کیا۔

عبد العزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری شمس الائمہ حلوائی۔ فقیہ محدث
شاگرد شیخ ابو علی النسفی آپ کی تالیفات سے مبسوط و نوادر وغیرہ مشہور ہیں
سنہ ۴۴۸ھ میں وفات پائی

عبد الواحد بن علی بن برہان الدین عکبری فقیہ نحوی، متکلم، لغوی، مورخ
اور ادیب تھے ابو القاسم کنیت تھی حنبلی سے حنفی ہو گئے، قدوری کے
شاگرد ہیں، حدیث ابن بطہ سے سماعت کی سنہ ۴۵۶ھ میں انتقال ہوا۔

علی بن محمد بن الحسین فخر الاسلام ابو الحسن البزدوی سنہ ۴۰۰ھ میں
پیدا ہوئے، فقیہ ماہر اصول و فروع مرجع انام مفتی حنفیہ تھے، متعدد
تصانیف یادگار ہیں۔ جیسے اصول میں "متن معتمد" معروف با صول ....
فخر الاسلام بزدوی و مبسوط گیارہ مجلدات میں تفسیر قرآن
شرح جامعین صغیر و کبیر سنہ ۴۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

احمد بن محمد بن صاعد بن محمد استوائی شیخ الاسلام ابو منصور قاضی
القضاۃ فقیہ و محدث شاگرد صاعد بن محمد و محدث ابو سعید صیرفی۔ یہ
سنہ ۴۸۲ھ میں فوت ہوئے۔

باطنیہ اور ان کی حکمرانی

باطنیہ کا کچھ تذکرہ آچکا ہے کہ یہ اسمٰعیلی شیعی فرقہ ہے۔ امام جعفر صادق کے صاحب زادہ امام اسمٰعیل کی طرف منسوب ہے، امام جعفر صادق تک اثنا عشری اور اسمٰعیلی دونوں متفق ہیں، امام جعفر صادق کے امام اسمٰعیل اور امام موسیٰ کاظم دو صاحب زادہ تھے، اسمٰعیل باپ کے جانشین تھے۔ مگر ان کا انتقال امام جعفر کی زندگی میں ہوگیا تھا۔ اثنا عشری فرقہ کے لوگ امامت کو منجانب اللہ سمجھتے ہیں اس لئے اسمٰعیلی یہ رائے رکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی امام کی نامزدگی کے بعد پھر اس کا اخراج نہیں ہوسکتا اسلئے وہ ان کو ہی امام مانتے ہیں، لیکن شیعوں کے نزدیک متوفی کو امام نہیں کہہ سکتے اور اپنے عقیدہ بدار کی وجہ سے امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کو مانتے ہیں۔ اسمٰعیلیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اسمٰعیل نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے، ان کے نزدیک آئمہ طاہرین کی دو قسمیں ہیں، ظاہر اور مستور اور ان میں ہر ایک کا ساتساتا دور رہتا ہے۔ اس لحاظ سے اسمٰعیل ساتویں امام ہیں۔ اسلئے اُن پر آئمہ ظاہر کا دور ختم ہوا۔ انکے لڑکے محمد سے آئمہ مستور کا دور شروع ہوا۔ گو یہ آئمہ مخفی رہتے ہیں۔ لیکن انکے دُعاۃ علانیہ ان کی دعوت کرتے رہتے ہیں۔ عبید اللہ المہدی

مغربی یانیِ دولت فاطمیہ سے پھر آئمۂ ظاہر کا دور شروع کرتے ہیں اس فرقے کے نزدیک ہر ظاہر کا ایک باطن ہے، اس لیئے جماعت کو باطنی کہا گیا[۵۱]

تحریک آلِ محمد اور اسمٰعیلی

تحریک آلِ محمد ہی نے حکومت بنوامیہ کا تختہ الٹا اور حکومت بنو عباس اسی دعوت کی بنا پر قائم ہوئی، مگر بنی عباس نے اہلِ بیت کو نظر انداز کر دیا تو یہ لوگ بنی عباس کے خلاف ہو گئے اور اپنی خلافت کے لیئے کوشاں رہے۔ اہلِ بیت میں سے اکثر کو قربان ہونا پڑا۔ مگر بعض حضرات کو یمن، افریقہ وغیرہ میں کامیابی ہوئی۔ مگر وہ حکمرانیاں دولت بنی عباس کے مقابلہ کی نہ تھیں۔ البتہ عبید اللہ المہدی فاطمی نے دولت بنی عباس کی کمزوری اور خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر مغرب میں اپنی عظیم الشان حکومت قائم کرلی۔ اب ان کی نگاہیں مشرق کی طرف اٹھنے لگیں تو انہوں نے اپنا پرانا طریقہ دعوت و تبلیغ کا پھر شروع کر دیا مگر اس میں کچھ اصول نئے اور نکالے، اور اس تحریک کے داعی عموماً سفاک اور ظالم تھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس تحریک کا صدر دفتر مصر قرار دیا۔ وہاں باقاعدہ نظام تھا۔ مریدین کو یہاں خاص تعلیم دیجاتی۔ جن میں امامت کی دعوت سب سے مقدم تھی اور هدایت تھی جن ملکوں میں داعی پہنچیں، خفیہ تعلیم دیں۔ یہ لوگ فدائی کہلاتے تھے ان کا سرغنہ داعی الدعاۃ تھا، اس کا درجہ قاضی القضات کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

خلفائے فاطمین مصر کی نگاہیں خراسان اور ایران پر زیادہ تھیں جو

---

[۵۱] کتاب الملل والنحل شہرستانی ج ۲ ص ۲۷۔

شیعیت کے گہوارہ تھے۔ مصر پر اپنی حکمرانی قائم کرنے کے بعد اپنے دُعاۃ انہیں ممالک میں بھیجے۔ یہاں بنی بُوَیہ کے عہد تک جا بجا صاحب برید و اخبار متعین تھے جو ہر قسم کی اطلاعیں دیا کرتے اس پر طرہ یہ کہ گو بویہ شیعی عقیدہ رکھتے تھے، مگر اہلِ بیت کے حامی نہ تھے۔ البتہ شیعیت میں غلو اس قدر رکھتے تھے کہ نجف اشرف تک ننگے سر پیر بنی بویہ حکمراں زیارت کو پہونچتے۔ مگر اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے خلفائے فاطمی کو نظر انداز کرجاتے۔ بلکہ کوئی داعی ہتھے چڑھ جاتا۔ اس کو سخت سزا دیتے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ باطنی تحریک خراسان وغیرہ میں عہد بویہ تک دبی رہی۔ سلجوقی دور آیا۔ الپ ارسلان نے جاسوسی کا محکمہ توڑ دیا۔ نظام الملک نے اس سے کہا کہ اس صیغہ کا رہنا ضروری ہے، مگر اس نے جواب دیا کہ ہر شہر میں ہمارے دشمن بھی ہیں اور دوست بھی بہت ممکن ہے کہ اربابِ غرض دوست کو دشمن یا دشمن کو دوست کی شکل میں دکھلائیں۔ اس لئے میں اس بات کو جائز نہیں رکھتا۔"

چنانچہ سلجوقیوں کے عہد میں باطنیہ پھلے پھولے اور ان کی تبلیغ کا جال دور دور تک پھیل گیا۔

اولاً ان کا ظہور سادہ میں ہوا۔ جو رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے وہاں کے شحنہ نے دو باطنیوں کو گرفتار کیا۔ مگر لوگوں کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ ان لوگوں نے ایک مؤذن کو اپنے مقصد کے لئے کپانا۔ مگر وہ ہاتھ سے نکل گیا تو اس کو قتل کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو مشرق میں گروہ باطنیہ کے ہاتھ سے ہوا۔

حسن بن صباح

اصفہان اور نیشاپور کے وسط میں قصبہ قائن کا رئیس باطنیوں کے دام میں گرفتار ہو گیا۔ اسنے ایک جماعت بنائی جو قافلوں کو لوٹا کرتی۔ ان کی مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا اصفہان تک ان کی غارت گری کا دائرہ بڑھ گیا، پھر تو باطنیوں نے ملک شاہ کے تعمیر کردہ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس جماعت کا داعی اعظم احمد بن عبدالملک بن عطاش تھا جماعت باطنیہ نے عطاش کے سر پہ تاج شاہی رکھا اور اس کے پاس چاروں طرف سے لوٹ کا مال لاکر جمع کیا جاتا۔

حسن اتفاق سے ایک فاضل جلیل شخص حسن بن صباح جسکا وطن رے تھا جو امام موفق نیشاپوری کے حلقۂ درس میں شریک ہو چکا تھا نظام الملک اور حکیم عمر خیام کا ہم سبق بھی تھا، ہندسہ، حساب، نجوم وغیرہ علوم ریاضیہ کا بڑا ماہر فاطمی داعی احمد بن عطاش کے اثر سے فاطمی تحریک میں شامل ہو گیا اس کے یہاں فاطمی دعاۃ کی آمد و رفت شروع ہو گئی، نظام الملک کے خسر ابو مسلم نے جو "رے" کے رئیس تھے اس کو نظر میں رکھا۔ وہ گرفتاری کے خوف سے بھاگ کر مصر پہنچا۔ خلیفہ مستنصر علوی نے اپنے گون کا سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور مشرق میں فاطمی دعوت کی تبلیغ پر اسکو مامور کر دیا۔

حسن بن صباح مصر سے لوٹ کر شام آیا پھر جزیرۂ دیار بکر، خراسان، کاشغر، اور ماوراء النہر کا دورہ کر کے اپنے ملحدانہ خیالات ان علاقوں میں پھیلائے اور "قزوین" کے قریب دیالمہ کا بنایا ہوا ایک سنگین قلعہ "الموت" جو ایک علوی کی ملکیت تھا اسکو اپنے مقصد کیلئے موزوں خیال کر کے حسن بن صباح

نے یہاں قیام کیا، اپنے ظاہری زہد و ورع سے چند دنوں میں اس نے نواح میں کافی اثر پیدا کرلیا۔ قلعہ الموت کا علوی بھی اسکے ظاہری زہد و ورع سے متاثر ہوا۔ مگر کچھ دن بعد حسن بن صباح نے اسکے ساتھ دغا کر کے قلعہ الموت پر قبضہ کرلیا اور علوی کو نکال باہر کیا[۱]

قلعہ الموت قلعہ الموت پر قبضہ جمانے کے بعد حسن بن صباح کھل کر میدان میں آگیا اور دلیرانہ قتل و غارت کرنے لگا۔ اسکے داعیوں کے ہاتھ سے صدہا اکابر علما قتل ہوئے، اس کے داعی کسی کی جان لینا اور اپنی جان دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔

ملک شاہ کو باطنیوں کے حالات معلوم ہوئے، نظام الملک نے حسن بن صباح کے پاس سفارت بھیجکر افہام و تفہیم کے ذریعہ اسے روکنے کی سعی کی لیکن وہ اپنی خود سری سے باز نہ آیا تو پھر الموت پر فوج کشی کر کے اس کا نہایت سخت محاصرہ کرایا۔ سلجوقی اقوام کا مقابلہ ابن صباح کے بس کی بات نہ تھی، جب اس نے دیکھا کہ اس کے لئے کوئی مفر نہیں ہے۔ تو ایک فدائی کو بھیجکر نظام الملک کو قتل کرا دیا۔ ملک شاہ کی فوجیں اپنے مستقر کو لوٹ گئیں۔ ابن صباح کی جان اسطرح بچگئی۔ باطنیوں کو اب زیادہ آزادی ملگئی۔ انہوں نے قہستان اور طبس وغیرہ پر بھی تسلط جمالیا اور ابہر کے متصل ستم کوہ نامی اور محفوظ قلعہ کو قبضہ میں لاکر اپنا ماویٰ اور ملجا بنایا۔ اردگرد کے تمام قلعے بھی باطنیوں نے لے لئے۔

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۱۰ -

ان کی دست درازیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ سلطان برکیارق کے بہت سے امراء کو مار ڈالا، اس نے صدہا باطنیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ مگر باطنیہ تحریک گھٹنے کے بجائے روزافزوں ترقی پر تھی، غرضکہ باطنیوں کی دراز دستی سے خراسان میں اضطراب عظیم پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے ۴۹۴ھ میں سلطان سنجر کے سپہ سالار امیر برغش نے ان پر حملہ کر دیا اور بہت سے ملحدوں کو قتل کر کے طبس کا محاصرہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو فتح کر کے باطنیوں کا استیصال کئے بغیر صلح کر کے لوٹ آیا۔ ۵۰۰ھ میں سلطان محمد نے اصفہان کے قلعہ پر جہاں ابن عطاش رئیس رہتا تھا۔ محاصرہ کر لیا۔ آخر میں ابن عطاش گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اس کی بیوی نے قلعہ سے گر کر جان دے دی، یہاں سے فارغ ہو کر سلطان محمد نے قلعہ الموت پر لشکر کشی کی جہاں ابن صباح ۲۶ سال سے حکمراں تھا اور قرب وجوار میں لوٹ مار اور غارت گری کر رہا تھا مگر راہ میں بیمار پڑ کر فوت ہو گیا۔ امیر شتگین شیر گیر والی ساوہ نے بھی باطنیوں کی سرکوبی کی۔ آخر ش ظلم وجور کے بعد حسن بن صباح ۵۱۸ھ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا کیا بزرگ تھا جو حسن بن صباح کا جانشین ہوا۔

اُمرائے حکومت باطنیہ

کیا بزرگ بن حسن | ۵۱۸ھ اپنے باپ کے مرنے پر تخت الموت پر بیٹھا۔ اسکے وقت میں باطنیوں نے کچھ اور زور پکڑا

گو محمود سلجوقی کے وقت میں بہت سے باطنی مارے گئے لیکن اسکی خودمختاری میں کوئی فرق نہیں آیا، اسکے بعد اسکا بیٹا محمد جانشین ہوا۔

محمد ابن کیا عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی راشد باللہ پر نگاہ رکھی چنانچہ کچھ عرصہ بعد چار فدائیوں نے خلیفہ عباسی راشد باللہ کو راہ میں موقع پاکر قتل کیا۔ مگر اس واقعہ سے ریاست اسمٰعیلیہ کو کچھ فائدہ نہیں پہونچا لیکن عام طور پر الموت میں خوشی منائی گئی۔ محمد سلطان سنجر نے محمد ابن کیا کا عقیدہ دریافت کیا، غرض اسکی یہ تھی کہ بے دین ہو تو مجاہدین اسلام بھیجے جائیں، لیکن محمد ابن کیا نے جواب میں وہ باتیں لکھیں جن سے محمد سلطان سنجر بھی ساکت ہو رہا اور معلوم ہوا کہ صرف جزئیات میں اختلاف ہے، رکن مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے، محمد بن کیا ۲۵ برس تک حکمراں رہا، اس کی ذات سے اسلام کو بڑا نقصان پہونچا۔

حسن بن محمد کیا اس کو لوگ علی بذکرہ السلام کہتے ہیں اس کو علمائے اسلام ملحد اور زندیق لکھتے ہیں، اسکے معتقدات اسلام کے خلاف تھے یہ دہریہ مذہب رکھتا تھا اور بے تکلف لوگوں کو اغوا کرتا تاکہ وہ مذہب کو کوئی چیز نہ سمجھیں۔

محمد بن حسن بن محمد بن کیا ۵۶۱ھ الحاد میں یہ اپنے باپ سے بھی بڑھا تھا۔ امام فخر الدین رازی اس زمانہ میں تھے، آذر بائیجان سے "رے" میں آکر درس جاری کیا۔ مذہبی درس میں وہ مثالاً اسماعیلیوں کا نام لیتے تھے اور حسن بن محمد اور محمد بن حسن کو برا بھلا

کہتے تھے۔ تاکہ لوگ ادہر مائل نہ ہوں، فدائیوں نے الموت سے پہنچکر امام فخرالدین رازی کو بہت دق کیا جس سے وہ غیاث الدین بادشاہ کے پاس غور چلے گئے اور پھر وہاں سے سلطان خوارزم کے پاس خوارزم میں جاکر زندگی بسر کی،

جلال الدین حسن بن محمد بن حسن۔ باپ کے اعتقادات سے اس نے توبہ کی۔ اور اپنی توبہ کی خبر تمام سلاطینِ مصر کے پاس بھیجی جس سے یہ جلال الدین حسن نومسلم مشہور ہوا۔ مذہبِ اسلام کو اسکے وقت میں رونق ہوئی اس کی ماں ایک مرتبہ حج کرنے گئی تو اسکے ساتھ ایک سلطان بھی تھا ناصر خلیفۂ بغداد کے حکم سے سلطان محمد خوارزم شاہ کے جھنڈے سے جلال الدین کا جھنڈا آگے رکھا گیا۔ سلطان محمد کو جہاں ناصر سے اور رنج تھے وہاں یہ بھی خیال تھا کہ خلیفہ نے مجھکو جلال الدین سے کم سمجھا۔

علاء الدین محمد بن جلال الدین بن حسن۔ نو برس کے سن میں یہ تخت پر بیٹھا، یہ جو کچھ الٹا سیدھا حکم دیتا تھا لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کیمطابق اس کو واجب التعمیل مانتے تھے کہ امام معصوم ہوتا ہے، اس کے وقت میں مذہب کھیل ہوگیا۔ ایلان ناصری" کا مصنف ناصرالدین اسیوقت میں تھا۔

رکن الدین خور شاہ بن علاء الدین: ۶۵۳ھ چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو نے اسے گرفتار کرکے ہزاروں اسماعیلیوں کو تہ تیغ کیا اور رکن الدین کو قتل کرا دیا اور پھر اس کے بعد بغداد کی طرف توجہ کی۔ خلفائے بغداد اور شاہان الموت کی بربادی کا ایک ہی زمانہ ہے۔

مستظہر باللہ

نام ولقب

مستظہر باللہ ابوالعباس احمد بن المقتدی باللہ، ماہ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا۔

خلافت

بعمر ۱۶ سال ۴۸۷ھ تخت خلافت پر رونق افروز ہوا وزیر عمید الدولہ وغیرہ نے بیعت کی۔ لقب مستظہر باللہ قرار پایا وزیر سلطان برکیارق کے پاس گیا، اس نے بطیب خاطر خلیفہ کی بیعت وزیر کے ہاتھ پر کی۔

مجلس عزا

خلیفہ مقتدی کی موت کے تیسرے دن مجلس عزا منعقد ہوئی، سلطان برکیارق معہ اپنے وزیر عز الملک ابن نظام الملک اور اسکے بھائی بہاء الملک کے مجلس میں حاضر ہوا، ارباب مناصب سے طراد عباسی معمر علوی، اور علمائے کبار سے قاضی القضات، ابو عبداللہ دامغانی، امام غزالی، اور امام شاشی وغیرہم بھی ماتم پرسی کو آئے اور تعزیت کی اور خلیفہ مستظہر کی بیعت کی اور رخصت ہو گئے [1]

تاج الملک برکیارق

تاج الملک، ملک شاہ کا بھائی تھا توسیع مملکت کی ہوس میں ۴۸۸ھ میں فوج کشی کر دی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۶۔

موصل، دیارِ بکر، آذر بائیجان کو زیرِ نگین کر لیا، برکیارق رکن الدولہ اس کے مقابل آیا۔ مگر ناکام ہو کر اصفہان کیطرف چلا گیا، وہاں اسکا بھائی محمود بن ملک شاہ حاکم تھا۔ اس نے اس کو روکا اور پھر قتل کرنے کی نیت سے داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اتفاق قضا و قدر کہ برکیارق کے قتل ہونے سے پہلے موت نے خود سلطان محمود کا خاتمہ کر دیا، اور اہل اصفہان نے متفقہ طور پر برکیارق کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تاج الملک تتش برکیارق سے نبٹنے کو اٹھا، رَے میں میدانِ کارزار گرم ہوا۔ تتش اس معرکہ میں کام آیا۔ برکیارق کے لئے میدان صاف ہو گیا۔

وزارت وزیر عمید الدولہ کو خلیفہ مستظہر نے معزول کر کے سدید الملک ابو المعالی بن عبد الرزاق ملقب عضد الدین کو قلم دانِ وزارت سپرد فرمایا۔ مگر چند سال بعد ۴۹۶ھ میں وہ بھی معہ اہل و عیال کے گرفتار کیا گیا

وزیر موصوف کی گرفتاری کے بعد خلافت مآب نے امین الدولہ ابو سعد بن موصلا کو مجلس مشورہ کا ناظر مقرر کیا اور زعیم الرؤسا ابو القاسم بن جہیر کو حلہ سے طلب کیا۔ اربابِ دولت نے اس کا پرتپاک استقبال کیا دربارِ خلافت سے خلعت وزارت مرحمت ہوئی اور قوام الدولہ کا خطاب عنایت ہوا کچھ عرصہ بعد ان پر بھی نزلہ گرا۔ قاضی ابو الحسن دامغانی قائم مقامی کرتا رہا۔ بعدہ ابو المعالی بن محمد بن مطلب ۵۰۱ھ میں عہدۂ وزارت پر ممتاز ہوا۔ ۵۰۲ھ میں سلطان محمد کے اشارہ سے یہ بھی معزول کیا گیا۔ مگر اس

شرط سے بحال کرنے کا وعدہ کیا کہ۔

"آیندہ عدل وانصاف سے کام لے گا۔ رعایا کے ساتھ ظلم و جبر سے پیش نہ آئے گا اور ذمیوں میں سے کسی کو ذمہ داری کا عہدہ نہ دے گا۔"[1]

ابو المعالی نے جملہ شرائط منظور کر کے وزارت کا کام انجام دینا شروع کیا مگر نباہ نہ سکا تو اسکے بجائے ابو القاسم بن جہیر مقرر ہوا، وہ ۵۰۹ھ تک فرائض وزارت انجام دیتا رہا، پھر ربیع ابو منصور بن وزیر ابو الشجاع محمد بن حسین وزیر سلطان محمد کو قلمدان وزارت عطا کیا۔[2] چند دن بعد پھر برکیارق نے موید الملک بن نظام الملک کو وزارت پر سرفراز کیا۔

زبیدہ خاتون برکیارق کی والدہ زبیدہ خاتون بڑی عقیل و دانا خاتون تھی اس نے امور سیاست میں دخل دینا شروع کر دیا فخر الملک بن نظام الملک نے تحائف بھیجکر زبیدہ کے یہاں رسوخ پیدا کیا اور اسکے ذریعہ برکیارق کو موئد الملک کا مخالف بنا دیا اور برکیارق نے موئد الملک کو قید کر کے فخر الملک کو وزارت عطا کر دی۔ موئد الملک کچھ ہی عرصہ بعد برکیارق کی قید سے نکلکر محمد بن ملک شاہ والی اران کے پاس پہونچا، اس نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور اپنا وزیر بنا لیا۔ موئد الملک نے برکیارق پر حملہ کرا دیا بس ۴۹۱ھ سے ۴۹۷ھ تک باہمی جنگ ہوتی رہی جس سے ملکی نظام کا شیرازہ بکھر گیا۔

رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرمین میں

---

[1] ابن خلدون جلد ۹ ص ۶۷ [2] ابن خلدون جلد ۹ ص ۶۸

برکیارق کے نام کا خطبہ جاری تھا، اور آذر بائیجان، اران، ارمینیہ، اصفہان اور عراق میں سلطان محمد کا علی الاطلاق میں کہیں اس کا اور کہیں اس کا اور جرہ میں دونوں کا، سنجر بن ملک شاہ نے مشرق میں حدّ جرجان سے ماوراالنہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کردیا۔ یہ ابتری دیکھ کر رومی ملک شام پر بیت المقدس کے لئے حملے کرنے لگے، اس وجہ سے بعض امراء و علماء قاضی ابوالمظفر جرجانی حنفی اور ابوالفرح احمد بن عبدالغفار ہمدانی نے برکیارق اور محمد میں صلح کرادی اور دونوں کے حدود قایم کردئے۔

وفات برکیارق

برکیارق اس صلح کے چند دن بعد ۴۹۸ھ میں فوت ہوگیا، اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ ثانی تخت نشین ہوا۔ محمد نے اس پر چڑھائی کردی اور کامیاب ہوگیا۔[1]

حروب صلیبیہ

خلیفہ مستظہر کے زمانہ میں جنگ صلیبی کا آغاز ہوچکا تھا کیونکہ عباسی خلفاء جب سے داخلی مملکت کے جھگڑوں میں الجھ گئے۔ مہدی، ہارون، مامون جیسے جاہ و جلال والے خلفاء کا دور ختم ہوچکا تھا، ان کے اخلاف کی کمزور قوت اور نا اہلی سے اب عباسیہ حکومت کی طاقت بالکل کمزور ہوچکی تھی چنانچہ رومی سلطنت نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا۔ ۹۶۰ء کے درمیان نقفور اور جنازمین کے حملے خصوصی طور پر اہم تھے، جیسا کہ اوپر ذکر (تفصیلی ذکر) آچکا ہے رومیوں کی سرحدات سے متصل اسلامی علاقوں پر خاندان بنی حمدان کا قبضہ تھا۔ پوری جدوجہد کے باوجود

---

[1] ابن خلدون جلد ۹ ص ۶۹۔

وہ رومی فوجوں کے دباؤ کی تاب نہ لاسکے یہ فوجیں شام کے ساحلی علاقہ پر قبضہ کرتے ہوئے دریائے فرات کو عبور کرنے لگیں اور خود دارالخلافہ بغداد ان کے حملوں کی زد میں آگیا۔ عباسی خلیفہ المطیع للہ بہت گھبرایا اور نائب السلطنت کے کہنے پر اپنے محل کے اسباب تک کو بیچ ڈالا اخلافت کی خوش قسمتی سے اس وقت رومی فوجیں پسپا ہوگئیں مگر مقابلہ کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک قائم رہا۔ سلجوقیوں نے اپنے دور میں رومیوں کو بہت کچھ پائمال کیا ان کے علاقے چھین لئے، انکی قوت سے آس پاس کی حکومتیں لرزہ براندام تھیں ملک شاہ سلجوقی نے تمام سرحدی حکومتوں سے اپنے قوت کے بل پر من مانی شرطیں منوالیں۔ مشرقی رومن ایمپائر کا شہنشاہ کسیوس بھی ملک شاہ کے جلال وہیبت سے کانپ رہا تھا۔

ملک شاہ کے مرتے ہی کسیوس نے موقعے سے فائدہ اٹھایا اور مسیحی دنیا کے مشرقی و مغربی حصے کی باہمی رقابت اور مخالفت کو یکسر بھلا کر اپنے قاصد یورپ کے جنگجو اور جنگ آزما بہادروں سے درخواست کی کہ وہ میرا ساتھ دے کر سلطنت کے کھوئے ہوئے وقار اور وسعت کو دوبارہ لوٹادیں۔

سب سے پہلے شہنشاہ کسیوس کی معاونت کے لئے "پیطرس" راہب اٹھ کھڑا ہوا۔ پیطرس فرانس کے شہر ایمیس کا رہنے والا تھا جوانی میں اس نے فوجی نوکری کی۔ مگر بعد میں تارک الدنیا بن گیا اور راہب کا لقب پایا۔ اس نے بیت المقدس آکر زیارت کی تھی، بغداد بھی گیا تھا، کچھ عرصہ عالم اسلامی میں پھرا یہاں سے یہ خیال لے کر گیا کہ خونِ حسین کے نام سے بنی فاطمہ بر سرِ اقتدار ہوگئے

تو اس نے صلیب کو سامنے رکھا اور جس طرح بنی فاطمہ عیوب اور ظلم بنی امیہ و بنی عباس کے بیان کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا رہے تھے اسی طرح اس نے جا کر یورپ میں ہنگامی دورہ کیا اور مسلمانوں کے مفروضہ مظالم بیان کئے اور صلیب کے زیر سایہ آنے کی دعوت دی۔ خلاصہ یہ کہ صلیبی جوش کی آندھی چلی اور بڑی بے ڈھب چلی۔

مشرقی رومی ایمپائر کے شہنشاہ کا ایک قاصد پاپائے روم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس سے درخواست کی کہ وہ فرنیک، جرمن، اور انگریز وغیرہ مغربی اقوام کو دعوت دے کر صلیب کی امداد پر آمادہ کرے اور ارض مقدس کو اس کے دشمنوں سے چھڑائے۔ پاپائے روم نے یہ درخواست منظور کی، اور تمام یورپ کو صلیب کے نام پر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ یہ فتویٰ نائب مسیح بگولہ بن کر سارے مغربی نصرانیوں میں پھیل گیا۔

پھر تو ارض مقدس پر قبضہ کے عزیز مقصد کو حاصل کرنے کے لیئے سارا یورپ تیار ہو گیا۔ اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ۔

"پوپ اربن دوم نے ۴۸۸ھ ۱۰۹۵ء میں فرانس کے شہر کلرمون میں عیسائی دنیا کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی چند فروعی امور کے تصفیہ کے بعد پوپ نے مجمع کو مخاطب ہو کر کہا "مسلمانوں کا ظلم بہت بڑھ گیا ہے۔ ان پر حملہ کرنا ضروری ہے اس وقت جو شخص اپنی صلیب کو نہ اٹھائے گا اور میرے ساتھ نہیں چلے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے[1]"

[1] تاریخ یورپ اے۔ جے۔ گرانٹ ص ۳۵۱۔

پوپ کی تقریر نے حاضرین میں مجنونانہ حالت پیدا کردی، چلاّ
اٹھے۔ خدا کی مرضی یہی ہے، اور سرخ کپڑے کی صلیبیں اپنے
سینوں پر لگا کر اس عظیم الشان مہم کے لیے تیار ہو گئے
مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایک انبوہ کثیر پطرس راہب
کی قیادت میں روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔[1]
فرانسیسی مورخ لیبان نے تمدن عرب میں ان مقدس صلیبوں
کا یہ حال لکھا ہے۔
جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا بھی
ایک ذریعہ نظر آتا تھا، کاشتکار جو زمین کے غلام اور آزادی
پر جان دیتے تھے۔ خاندانوں کی وہ اولاد اصغر جو قانون
وراثت کی رو سے محروم الارث تھی، امراء جنہیں آبادی جائداد
کا حصہ کم ملا تھا اور جنہیں دولت کی خواہش تھی، راہب جو
خانقاہی زندگی کی سختیوں سے عاجز آ گئے تھے غرض کل
مفلوک الحال اور ممنوع الارث اشخاص جن کی تعداد بہت
تھی اس مقدس گروہ میں شریک تھے۔[2]
اے، جے گرانٹ کے بیان سے اس مقدس صلیبی گروہ کے مذہبی
واخلاقی حالت کا یہ نقشہ نظر آتا ہے۔
اس خالص جذبہ مذہبی میں حرص و ہوا اور خود غرضی ظلم و ستم

---

[1] تاریخ یورپ اے۔ جے گرانٹ ص ۳۵۹ [2] تمدن عرب ص ۲۹۵

انتقام ومنافرت اور جنگ وخونریزی کے عناصر شامل ہوگئے
انہیں صرف مسلمانوں ہی سے نفرت نہ تھی بلکہ یہودی
بھی جو مغرب میں آباد تھے، گرفتار مصیبت ہوگئے مالی
نقصان کے علاوہ انہیں سخت جسمانی تکلیفیں پہنچائی گئیں
اور طرفہ تماشا یہ تھا کہ ان بدکرداریوں کے بانی وہ لوگ تھے
جو اس سرزمین کو آزاد کرانے جارہے تھے جہاں مسیح نے تمام
بنی آدم کے لئے اپنی جان دی تھی [۱]

غرض کہ صلیبی مجاہدین کا یہ انبوہ کثیر جسکی تعداد ۳ لاکھ تھی لیطرس
راہب اور مفلس سردار "گوتیر"، کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا، راہ
میں خوب آؤ بھگت ہوئی، مگر بلغاریہ والوں نے ان سے روپیہ لے کر
سودا دیا۔ مجاہدین بگڑ بیٹھے۔ دیہات لوٹ لیئے عیسائی باشندے قتل کئے
اور صدہا کو دریا میں پھینک دیا۔ پھر قسطنطنیہ پہونچے، قیصر الکزس نے
ان کے مظالم سے تنگ آکر انہیں باسفورس پار ایشیائے کوچک روانہ
کردیا پھر تو بلا امتیاز مسلمان وعیسائی جو راہ میں ملتا سب کو قتل کردیتے
بچوں کی بکا بوٹی کر ڈالتے، یہ وحشیانہ افعال روز افزوں ترقی پر تھے
امیر قلیج ارسلان سلجوقی والی قونیہ کے علاقہ میں داخل ہوتے اسنے
انکی اس بربریت کا پورا انتقام لیا، اور جانوروں کی طرح ان کا قتل عام
کیا اور قریب قریب صلیبیوں کی پوری فوج برباد ہوگئی [۲]

---

[۱] تاریخ یورپ اے، جے گرانٹ ص ۳۵۵ (اردو) [۲] تمدن عرب ص ۲۹۶۔

یہاں ان مجاہدین کو اپنے کرتوت کا یہ پھل ملا۔ ادھر یورپ کی حکومتوں نے فوجیں تیار کیں اور اپنے اعزہ و امراء کی قیادت میں ان کو روانہ کیا شمالی فرانس کی فوجیں فلپ اول کے بھائی ہیگو آف وتیڈو اسٹفن کی قیادت میں تھیں۔ جنوبی فرانس کی ایمنڈ کاونٹ ٹولوزنی نارمنوں کی شاہ انگلینڈ کے بھائی رابرٹ کی اراین کے جرمنوں اور فرانسیسیوں کی گارڈ فری رئیس بویلون کی، جنوبی اٹلی و سلی کی بوٹنڈ اور ٹنگر کی سرکردگی میں روانہ ہوئیں۔

ان کے علاوہ یورپ کے چھوٹے موٹے رئیس بھی شریک تھے، ان فوجیوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔ پہلے ان کے آپس میں کچھ اختلاف رہا۔ مگر پھر مصلحت کے تقاضے سے ۴۹۰ھ / ۱۰۹۷ء میں تمام افواج گاڈ فرے کی سرکردگی میں آگئیں اور باسفورس کو عبور کرکے انہوں نے قونیہ کا محاصرہ کرلیا امیر قلیج ارسلان سلجوقی بڑی شجاعت سے مدافعت کرتا رہا، مگر آخر میں اس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا[۱]۔ قونیہ کے بعد صلیبی افواج شام کی طرف بڑھیں اور انطاکیہ کو گھیر لیا یہاں کے سلجوقی والی باغیسان نے پوری مدافعت کی۔ مگر صلیبی ایک قلعہ دار سے سازباز کرکے شہر میں داخل ہوگئے اور پوری مسلمان آبادی کو انہوں نے تہ تیغ کر دیا۔ امیر قوام الدولہ کربوغا والی موصل، انطاکیہ مدد کے لئے آیا۔ مگر ناکام لوٹا، پھر یہ صلیبی مجاہد شمالی شام کی طرف بڑھے معرۃ النعمان کو فتح کر لیا۔ یہاں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان قتل کئے اور اسیقدر

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۵۔

گرفتار کئے گئے۔ معرۃ النعمان کے بعد غزقہ کا محاصرہ کیا، امیر منقذ والی شیزر نے صلح کرلی، پھر صلیبی حمص پہنچے۔ یہاں کے حاکم جناح الدولہ نے بھی صلح کرکے مسلمانوں کی ان ظالموں سے جان بچائی، پھر اس جم غفیر کا رخ، عکا کی طرف ہوا۔ مگر وہاں انکو منہ کی کھانی پڑی [1]

پھر بیت المقدس کا رخ کیا۔ جنگ صلیبی کے آغاز میں سلجوقی نگراں تھے انطاکیہ کے بعد فاطمیہ مصر پر قبضہ کر بیٹھے صلیبیوں کے حملہ کے وقت ان ہی کا یہاں تسلط تھا۔

فتح بیت المقدس

رجب ۴۹۲ھ / ۱۰۹۹ء کو صلیبیوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا، فاطمین مصر میں ان کے سیلاب کو روکنے کی طاقت نہ تھی بیالیس دن محاصرہ کے بعد شعبان ۴۹۲ھ میں صلیبیوں کا بیت المقدس پر قبضہ ہوگیا، کئی ہفتوں تک قتل عام رہا، صرف مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے، مسجد کا تمام طلائی ونقرئی بیش قیمت سامان لوٹ لیا، غرض کہ بیت المقدس اسلام کے آغوش سے نکل کر صلیب کے دامن میں چلا گیا۔

بیت المقدس کے قبضہ کے بعد اس کے آس پاس کے تمام شہروں صور، عکہ، رملہ، اور یافہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا، گاڈ فرے کے پاس تخت و تاج بیت المقدس کا پیش کیا۔ اس نے قبول نہیں کیا، اور محافظ، قبر مسیح ؑ کی حیثیت رکھی، انطاکیہ، بوہمینڈ کو ملا۔ رہا، بوڈوین کے حصہ میں آیا، طرابلس

---

[1] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۸۔

شام زینٹڈ کو دیا گیا۔ اس طرح شام کے حصے ہو کر چار عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں، خلافت عباسیہ کی کمزوری اور امرائے سلاجقہ کی باہمی آویزشوں امرائے اسلام کی ذاتی غرضوں سے یہ روزِ بد مسلمانوں کو دیکھنا پڑا۔ غرضکہ ان درندوں نے تمام مسلم آبادی کو تہ تیغ اور مال و متاع اور کتب خانوں کو نذر آتش کیا۔ تھوڑے عرصہ میں اس وحشت اور سفاکی سے سارا شام ویران ہو گیا۔[1]

وقائع بغداد شام کے علاقہ پر نصرانیوں کا قبضہ ہو گیا، سلطان محمد کو اس طرف توجہ نہ ہوئی، وہ بغداد پر قبضہ و تصرف کرنا چاہتا تھا، چنانچہ ۴۹۶ھ میں سلطان محمد نے بغداد کی طرف کوچ کیا سقمان قطبی (قطب الدولہ اسمٰعیل بن توتی بن داؤد) چکرمش والی موصل سیف الدولہ والی حلہ اور اسکے لڑکے بدران دو بیش ہو کر سلطانی کے ساتھ تھے امیر ایاز جو برکیارق کی طرف سے اس کے بیٹے ملک شاہ ثانی کا ولی تھا وہ اور وزیر ابوالحسن سلطان محمد کی خدمت میں پیش ہوئے، مسجد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان نے ملک شاہ کو گلے سے لگایا، پھر امیر ایاز نے سلطان کی دعوت کی۔ خلیفہ نے بھی نوازشات مبذول فرمائے سلطان محمد نے عنانِ حکومت بغداد سنبھالی۔ عدل و انصاف سے کام لیکر نگا۔ ٹیکس موقوف کئے گئے۔ لشکریوں کو جبر و تعدی سے روک دیا۔ اور ان کو بازاروں میں جانے کی ممانعت کر دی۔[2]

---

[1] خطط الشام کرد علی ج ا ص ۲۵۳ [2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۹۱۔

مگر انتظام ملک نہ چل سکا، شورش پھیل گئی، آخر کار ۵۱۱ھ میں وہ انتقال کر گیا ۱۲ سال سلطان محمد نے حکومت کی۔ خلیق اور شجاع تھا، اس کا بیٹا محمود جانشین ہوا۔

مستظہر کی وفات | ۱۵ ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں ۴۱ سال کی عمر میں مستظہر نے بھی انتقال کیا۔ مدتِ خلافت ۲۵ سال ہے اس کے عہد میں تین بادشاہوں تاج الملک تتش، سلطان برکیارق، سلطان محمد کے نام کے خطبے پڑھے گئے[۱]۔

حادثات | مستظہر کے عہد میں بڑے بڑے حادثات رونما ہوئے مشرق میں فرقہ باطنیہ نے بے حد ظلم ڈھائے سلجوقیوں کی خانہ جنگی اور جنگ صلیبی کی وجہ سے ملک آتش جنگ، بنا ہوا تھا۔

اوصاف | ابن اثیر کا بیان ہے کہ
مستظہر نہایت ملائم طبیعت، کریم اخلاق، نیک کاموں میں جلدی کرنے والا، خوشخط، انشاپرداز تھا فنون میں اپنا کوئی ہمسر نہ رکھتا تھا۔ علم وسیع رکھتا تھا شجاع، سخی، علما و صلحا پر جان دینے والا، اس کا سارا عہد اہلِ بغداد کے لئے آرام و راحت کا زمانہ تھا[۲]۔

علمی ذوق | علمی اعتبار سے مستظہر فاضل تھا، ادب و انشا پر کا بلند

---

[۱] تاریخ الخلفاء، ص ۴۲۶ [۲] دول الاسلام ذہبی ج ۲ ص ۲۷ ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۱۸۹۔

مذاق رکھتا تھا۔ اس کی مختصر توقیعات اس کے ذوقِ ادب کا نمونہ ہیں۔
حسن انتظام اور رعایا کے سکون و راحت و فارغ البالی کے لحاظ سے بھی اس کا دور ممتاز تھا۔ گو اس کے عہد میں امرائے سلجوقی باہمی برسرپیکار تھے باطنی علیحدہ شورش پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ جنگ صلیبی کے بادل لگ منڈلا رہے تھے، مگر مستظہر کی حسنِ قابلیت سے بغداد محفوظ رہا۔

ہمعصر علماء محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی شمس الائمہ ابو بکر امام علامہ فقیہ ابن کمال ساسا روحی نے آپکو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کو بادشاہ وقت نے کلمہ حق کہنے پر کنویں میں قید کر دیا۔ مگر آپ کے شاگرد کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ کر استفادہ حاصل کرتے تھے اس قید کی حالت میں اپنے تلامذہ کو مبسوط اپنی زبانی شرح لکھوائی اور اسی زمانہ کی کتاب العبادات و شرح کتاب ؟ لاقرار ہے۔ مختصر الطحاوی بھی یادگار سے ہے ۔ ۴۸۳ھ میں انتقال کیا۔

وزیر سدید الملک سدید الملک ابو المعالی بن عبد الرزاق ملقب عزیز الدین علم و فضل میں یگانہ روزگار تھا اس نے مقتدی کے عہد میں وزیر ابو الشجاع کی صحبت اٹھائی تھی ابو الشجاع نہایت عادل اور منصف وزیر تھا۔ اس کا معمول تھا کہ نماز ظہر کے بعد عدالت کا اجلاس کرتا تھا۔ اور منادی کرا دیتا تھا، جس کسی کو کوئی شکایت ہو وہ آکر پیش کرے [1]

---

[1] الفخری ص ۲۶۵۔

حج کو گیا اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں مسجد نبوی کی جھاڑو دینا چراغ جلانا خاص طور سے انجام دیتا۔ سدید الملک بھی اولاً ابوالشجاع کے قدم بقدم چلا۔ آخر میں بہک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مستظہر نے ... قید خانہ بھیج دیا۔

مسترشد باللہ

مسترشد باللہ ابو المنصور الفضل مستظہر باللہ ربیع الاول

نام و لقب ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا۔

ابو القاسم بن بیان اور عبدالوہاب بن ہبۃ اللہ البستی

تعلیم و تربیت سے حدیث سنی اور محمد بن عمر بن الملکی الاہوازی اس

کے وزیر علی بن طراد اور اسمٰعیل بن طاہر الموصلی نے اس سے حدیث روایت

کی۔ اسکے علم و فضل کی نسبت اتنا کہدینا کافی ہے کہ ابن صلاح اور ابن سبکی

نے اس کو طبقاتِ شافعیہ میں شمار کیا ہے، ابو بکر شاشی نے ایک کتاب

فقہ میں تصنیف کر کے اس کے نام سے مشہور کی اور عمدۃ الدنیا والدین

خطاب پایا۔[1] نہایت خوشخط تھا اور تمام خلفائے بنی عباس پر اس فن میں

سبقت لے گیا تھا۔ اکثر مشہور کاتبوں کو اصلاحیں دیا کرتا، جرأت، ہیبت و

شجاعت اور مجاہدانہ سرگرمی میں بڑھا ہوا تھا۔[2]

مستظہر کی وفات کے بعد ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں مسترشد باللہ

خلافت تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ تیس برس پیشتر اسکی ولیعہدی کا

اعلان ہو چکا تھا۔ تختِ خلافت پر جلوہ افروز ہونے پر اس کے بھائی ابو عبداللہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۹۔ [2] ایضاً۔

محمد ابو طالب عباس اور اس کے اعمام پسران مقتدی نے بیعت کی بعد ازاں فقہاء، قضاۃ، اراکین دولت اور امرائے سلطنت سے بیعت لی گئی، بیعت لینے پر قاضی ابوالحسن دامغانی مامور ہوئے۔

وزارت قاضی ابوالحسن دامغانی کو ہی خلیفہ نے عہدۂ وزارت پر بحال رکھا، مگر کچھ دن بعد یہ معزول کئے گئے۔ سلطان محمود کے وزیر ابوشجاع محمد بن ربیب ابومنصور کو وزارت پر ممتاز کیا۔ یہ بھی ۵۱۶ھ میں معزول کئے گئے اور ان کے بجائے جلال الدین عمید الدولہ ابوعلی حسن بن علی بن صدقہ کو قلمدانِ وزارت مرحمت کیا۔[۱] یہ وزیر ریاست کے نظم و نسق کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا، اسکو جلال الدین، سید الوزراء، صدر الشرق والغرب اور ظہیر امیر المومنین کے خطابات مسترشد نے دیئے تھے۔

وقائع مسترشد نے اپنے ہوش و گوش سے کام لیکر خلافت بنی عباس میں نئے سرے سے جان ڈالنے کی سعی کی، اسمیں حکمرانی کا مادہ تھا چنانچہ دبیس خلیفہ کے مقابل آیا، مگر اسکو بقوت شکست دیدی سلطان محمد اور سنجر میں لڑائی ہوگئی تو خلیفہ نے اپنی قوت کو بڑھالیا اور مخالفین سے برسر پیکار رہا۔ سلطان محمود سلجوقی کے شحنہ کو بغداد سے نکال دیا اس نے محمود سے شکایت کی وہ بغداد آیا۔ مگر اپنا پہلو کمزور دیکھا تو صلح کرلی، امرائے محمود نے محمود کو مشورہ دیا، بغداد کو آگ سے ..... پھونکدیا جائے اس نے کہا کہ یہ ایسا کام ہے کہ اگر سارے عالم کی سلطنت بھی مجھے ملے تو نہیں کرونگا،[۲]

---

[۱] ابن خلدون ج ۹ کتاب ثانی ص ۸۰ [۲] الفخری ص ۲۶۵

سلطان محمود بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے خلعت اور عربی گھوڑے اس کو عطا فرمائے۔ تقریباً دو ماہ قیام پذیر رہا۔ ۱۴ ربیع الثانی ۵۲۱ھ کو اپنے مستقر چلا گیا۔

باطنیہ اسفہان میں ابن عطاش باطنی کی جماعت کو سلطان محمود نے فنا کر دیا تھا، لیکن پھر بھی بہت سے لوگ قلعہ الموت میں رہ گئے پھر ۵۲۴ھ میں محمود نے ان کا بھی بہت کچھ استیصال کر دیا۔

وفات سلطان محمود اس کے بعد ۵۲۵ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی۔

سلطان مسعود اور طغرل سلطان محمود کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے داود کا نام خطبہ میں لیا گیا۔ سلطان مسعود نے داود سے جنگ کی اور داود کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سلطان سنجر والی رے نے مسعود کی گوشمالی کر دی۔ اور مقام گنجہ میں اس کو مجبور کر کے اس کے بھائی طغرل ثانی کو تخت نشین کیا۔

مسعود نے موقعہ پاکر اپنے ہمنواؤں کی ایک جماعت بنائی اور بغداد آیا خلیفہ کو متفق کر کے ہمدان جاکر طغرل ثانی کو مغلوب کیا، اس کے بعد داود کیساتھ اس کا نام بھی خطبہ میں آنے لگا۔ بارگاہ خلافت سے دونوں سلجوقی امراء کو خلعت نیابت سلطنت عطا ہوئے۔ چند روز بعد خلیفہ کی مسعود سے بگڑ گئی وہ لڑائی کیلئے نکلا۔ خلیفہ اور اس کی فوجوں میں خوب جدال و قتال ہوا لیکن خلیفہ کے لشکر نے نمکحرامی کی جس سے خلیفہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

خلیفہ کی نظربندی

خلیفہ معہ خواص کے ہمدان کے قلعہ میں نظربند کیا گیا جب اہلِ بغداد کو خلیفہ کی گرفتاری کی خبر لگی تو لوگ بازاروں میں اپنے سروں پر خاک ڈالتے، شور کرتے ہوئے نکلے۔ عورتیں سر کے بال کھولے ہوئے خلیفہ کے لئے بین کر رہی تھیں۔ بغداد میں نماز و خطبہ بند رہا[1]

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روز بغداد میں زلزلہ آیا اور کئی دن تک رہا۔ سلطان سنجر کو خبر لگی۔ اس نے اپنے برادرزادہ ملک مسعود کو خط لکھا کہ تم خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین چوم کر معافی مانگو اور اپنے کو گناہگار ظاہر کرو۔ کیونکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے قہرِ الٰہی ہے اور مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے، مسجدوں میں نماز و خطبہ بند ہے، جس سے عذاب آنا یقینی ہے۔ اس کی جلد تلافی کرو۔ خلیفہ کو بعزت بغداد پہونچاؤ جیسا کہ ہمارے آبا کی عادت تھی۔ ان کا غاشیہ خود اٹھا کر لاؤ۔ ملک مسعود نے سلطان سنجر کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی۔ سلطان سنجر کی فوج آئی اس میں چند باطنی بھی تھے۔ خلیفہ خیمہ میں رونق افروز تھے باطنی موقعہ پاکر گھس گئے اور ان کو معہ خواص کے شہید کر دیا۔ سلطان مسعود کو اس واقعہ کا بڑا صدمہ ہوا مثل عزاداروں کے سوگ منایا۔ بغداد میں اس خبر نے حشر بپا کر دیا۔ لوگ سر و پا برہنہ کپڑے پھاڑتے گھروں سے نکل آئے خلیفہ سے اہلِ بغداد کو دلی ہمدردی تھی۔ خلیفہ کی شجاعت و عدل و انصاف نے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۹۔

ہر شخص کو گرویدہ بنا رکھا تھا۔

واقعہ قتل مسترشد

۱۶ ذیقعدہ ۵۲۹ھ کو مسترشد کے قتل کا واقعہ ہوا۔[۱] سترہ سال آٹھ ماہ فرائض خلافت انجام دیئے۔

اوصاف

مسترشد عابد و زاہد صوف کے کپڑے پہنتا۔ اپنے مکان میں عبادت کے لئے ایک جگہ بنا رکھی تھی۔[۲]

وہ ایک عالی ہمت، بہادر، جری، صائب الرائے اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا، اس نے خلافت کے پراگندہ نظام کو از سر نو منظم و مرتب کیا اور ارکان شریعت کو استوار کیا، یہ خلیفہ خود جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔

نظم سلطنت

مسترشد ملک اور رعایا کی حالت کے سدھار نے میں نگا رہتا تھا اور رعایا پر بے حد شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔ ظلم و جور کا انسداد کیا۔ ۵۱۲ھ میں اپنی خاص جاگیر کے علاقہ میں یک قلم ظلم و زیادتی موقوف کرا دی اور حکم جاری کیا کہ کسی کاشتکار و اجارہ دار سے مقررہ محاصل کے علاوہ کوئی شے نہ لی جائے۔

اہل حرفہ پر بھاری بھاری ٹیکس لگے ہوئے تھے ان کو بند کیا۔[۳] بغداد میں بڑھیا قسم کے کارخانے تھے، ان پر جو ٹیکس تھا۔ اس کو سرے سے موقوف کر دیا۔ بڑائیوں میں یہ نفس نفیس نکلتا تھا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے

مسترشد نے بنی عباس کے وقار و عظمت کو زندہ اور امور مملکت کو منظم کیا۔[۴]

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۱ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۲ [۳] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۰ [۴] دول الاسلام ج ۲ ص ۵۰۔

مصرفِ اوقات اس کا زیادہ وقت عبادت اور تلاوتِ قرآنِ پاک میں گذرتا تھا جس روز شہید ہوا اس دن بھی روزہ سے تھا اور تلاوتِ کلامِ پاک میں مشغول تھا۔[1]

شہر پناہ کی درستی اس کے آثار میں سے بغداد کی شہر پناہ کی نئے طور سے تعمیر ہے، جو انقلابات و حوادث سے شکستہ حالت میں تھی اہل شہر کی مالی معاونت سے درست کرائی، مگر پھر خود حکومت کی طرف سے سب کی رقم واپس کردی

علمی ذوق مسترشد کے عہد میں اسکے علمی ذوق کا بغداد پر بڑا اثر پڑا، کیونکہ وہ خود علماء کی جماعت میں ممتاز درجہ رکھتا تھا اس کے ارد گرد اس عہد کے فضلا و علماء رہتے تھے۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ

"وہ فصیح و بلیغ تھا۔ خط اسکا بڑا پاکیزہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ وہ زبان آور خطیب تھا شعر و شاعری میں ستھرا مذاق رکھتا تھا وہ شاعر بھی تھا۔"

کہتا ہے ؎

انا الاشقر المدعوّ بی فی الملاحم ۔۔۔ ومن یملک الدنیا بغیر مزاحم

میں ایسا گھوڑا ہوں کہ جنگوں میں بلایا جاتا ہوں اور جو دنیا کو بغیر مزاحمت قبضہ میں لے آتا ہے۔

---

[1] طبقات الشافعیہ ج ۴ ص ۲۹۱۔

ستبلغ ارض الروم خیلی وینقنی   باقصی بلاد الصین بیض صوارمی

میرا لشکر بہت جلد ارض روم پر قابض ہو جائے گا۔ قریب ہی
کہ میری تلوار کی چمک اہل چین دیکھیں۔

قید کی حالت میں یہ اشعار ورد تھے۔

ولا عجبا للاسد ان ظفرت بہا   کلاب الاعادی من فصیح واعجم

اگر شیر پر گویا گونگے کتے نے فتح پائی تو کچھ عجب نہیں ہے

فحربۃ وحشی سقت حمزۃ الردی   وموت علیؓ من حسام ابن ملجم

وحشی کے ہتھیار نے حمزہ کو شربت شہادت چکھایا اور ابن ملجم نے علی کو۔[1]

ابو علی حسن بن علی

سید الوزراء کو مسترشد باللہ نے ۵۱۳ھ میں وزارت عظمیٰ کے منصب پر مامور کیا تھا اور بڑے بڑے خطاب دیئے۔ سلطان سلجوقی کے وزیر کو ابو علی کی غیر معمولی قابلیت نے اسکا حاسد بنا دیا تھا۔ اس نے خلیفہ کو بھڑکا کر اس کو معزول کرا دیا، کچھ عرصہ بعد مسترشد نے دوبارہ اُسے منصب پر مامور کیا اور خلعت سے نوازا اور ارکان دولت کو حکم تھا کہ جب وہ دیوانِ وزارت کو روانہ ہو تو احترام میں اس کے آگے آگے چلیں۔ یہ پہلا وزیر اعظم تھا جسے یہ اعزاز بخشا گیا تھا، یہ صرف اہل قلم ہی نہ تھا صاحبِ سیف بھی تھا، شجاع تھا، اس کی شجاعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب سلطان سنجر نے بغداد پہونچکر خلیفہ کے خلاف ہنگامہ بپا کرنے کا قصد کیا تھا تو ابو علی نے کہلا بھیجا تھا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۱۔

"اگر تم نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی حرکت کی تو یاد رکھنا اپنی مملکت کے ایک ایک چپہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اگر تم ایک فرسنگ بڑھو گے تو میں دو فرسنگ پیش قدمی کروں گا۔"

"مسترشد کے دل میں ابو علی کی بڑی قدر تھی جب یہ بیمار پڑا تو خلیفہ خود عیادت کو گیا۔"

سیاسی حالت | مسترشد باللہ نے مقتدی باللہ کی احیائے دولت عباسیہ کی پالیسی نئے سرے سے اختیار کی، مسترشد شجاع اور بہادر تھا، وہ سلجوقی سلاطین کو نظر میں نہ لاتا تھا۔ کھل کر میدان میں اترنا، اس کی تمنا تھی کہ پھر یہ دولت عروج حاصل کرے مگر وہ ارادہ میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ سنہ ۵۲۰ھ میں مسترشد نے سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ پر چڑھائی کر دی اور اس کو شکست دی۔ ممکن تھا کہ اس وقت وہ سلجوقیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا۔ لیکن محمود کو حاکم بصرہ زنگی کی کمک پہونچ گئی وہ سنبھل گیا۔ پھر اس نے امرائے سلجوقی کو آپس میں بھڑا دیا۔ پھر زنگی کی بری طرح خبر لی اور موصل تک بھگا دیا۔ مسعود کے مقابلہ میں امیر سلجوق جو خلیفہ کا ہم رکاب تھا اسکی دغابازی کیوجہ سے خلیفہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ غرض کہ مسترشد نے آخری دم تک خلافت عباسیہ کو باوقار اور پرعظمت بنانے میں سعی کی مگر قضا و قدر میں کس کو چارہ ہے کہ باطنیوں کے ہاتھ سے جان بحق تسلیم ہوا دل کی تمنا دل ہی میں لے گیا۔

علمائے عصر | محمد بن ہبتہ اللہ حلبی قاضی حلب فقیہ و زاہد تھے۔ ۵۳۴ھ

میں انتقال ہوا۔

ابراہیم بن اسمٰعیل بن احمد بن اسحاق بن شیدث المعروف بزاہد صفار رکن الاسلام ابو اسحٰق فقیہ و متورع۔ سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی نے شہر مرو میں آپ کو بسایا۔ کتاب تخلیص الزہد و کتاب السنہ و اعمامہ تصنیف ہے۔ ۵۳۴ھ میں انتقال ہوا۔

عبدالغافر فقیہ محدث، اپنے عہد کے علمائے کبار سے تھے مجمع الغرائب فی غریب الحدیث اسکی یادگار ہے۔ ۵۳۷ھ میں انتقال ہوا۔

محمود بن عمر زمخشری ابو القاسم ملقب بفخر خوارزم اور بسبب مجاورت مکہ کے ملقب بجاراللہ معتزلی لغوی ادیب نحوی بلیغ ہیں تفسیر کشاف آپ کی یادگار ہے۔

علی بن عراق بن محمد خوارزمی ابو الحسن فقیہ مؤلف تفسیر خوارزمی ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔
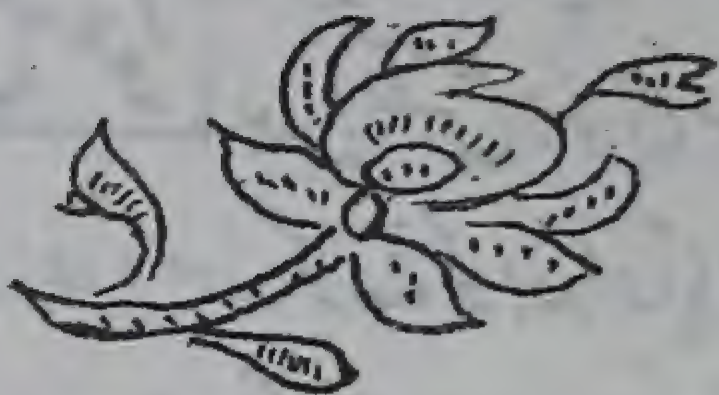
الراشد باللہ

پیدائش راشد باللہ ابوجعفر منصور بن مسترشد سنہ ۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ نے ذیقعدہ ۵۲۹ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا باپ کے مرنے کے بعد تختِ خلافت پر بیٹھا۔

وقائع خلافت مآب کے عہد کا واقعہ دبیس کا قتل ہے کیونکہ یہ امیر اس قسم کا واقع ہوا تھا جس نے خلفاء اور سلاطین سلاجقہ کو بیحد پریشان کر رکھا تھا۔ گو سلطان مسعود سے اور دبیس سے صلح داشتی تھی مگر مسعود باطنی طریق پر اس کو ٹھکانے لگانا چاہتا تھا۔ چنانچہ موقع پاتے ہی دبیس کا کام تمام کرا دیا صدقہ بن دبیس اپنے باپ کے انتقام کے لئے اٹھا۔ مگر مسعود نے رام کر لیا۔

راشد اور سلطان مسعود سریر خلافت پر راشد کے متمکن ہونے کے بعد برتقش زکوئی سلطان مسعود کے پاس سے خلیفہ راشد سے وہ زر نقد وصول کرنے کو بغداد آیا جس کا اقرار اس کے باپ خلیفہ مسترشد نے کیا تھا اور جس کی تعداد چار لاکھ تھی[1] خلیفہ راشد نے جواب دیا۔ "پدر بزرگوار ایک حبۃ خزانہ میں نہیں چھوڑ گئے جو کچھ مال و اسباب اور زر نقد تھا

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۳۔

وہ ان کے ہمراہ تھا وہ سب کا سب لُٹ گیا۔"

برتقش یہ سن کے خاموش ہو رہا۔ لوگوں نے خلیفہ سے کہا۔ برتقش محل پر قابض ہونا چاہتا ہے، خلیفہ یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ فوجیں فراہم کرلیں شہر پناہ کی مرمت کیگئی۔ موقع موقع سے دمدمے اور مدمے بنوائے، برتقش نے رنگ دیکھ کر معہ امرائے بلخ محلسرائے خلافت کے لوٹنے کو نکلا عوام اور لشکر خلیفہ نے مقابلہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر کار خلافت مآب کے لشکر نے برتقش کی فوج کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ برتقش نے ناکامی کے بعد خراسان کا راستہ لیا۔ امیر بک شحنہ بغداد بھی چلا گیا، عوام اور لشکریوں نے سلطان کا مکان لوٹ لیا[۱]۔ ملک داؤد بن سلطان محمود معہ لشکر آذربائیجان سے ۵۳۰ھ میں آیا۔ محلسرائے سلطانی میں مقیم ہوا عماد الدین زنگی موصل سے برتقش بازدار والی قزوین، نفس بکیر والی اصفہان، صدقہ بن دبیس والی حلہ، ابن برسق اور احمد بیلی وغیرہم بھی حضوری خلیفہ میں آپہونچے، ملک داؤد نے برتقش بازدار کو بغداد کا شحنہ بنایا۔ خلیفہ راشد نے ناصح الدولہ ابو عبداللہ حسن بن جہیر استاد دار اور جمال الدین اقبال کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالدیا۔

وزارت

وزیر السلطنت جلال الدین ابوالرضا بن صدقہ کو زنگی کی سفارش سے خلافت مآب نے پھر عہدۂ وزارت پر سرفراز کیا۔

قاضی القضاۃ

قاضی القضات زینبی بھی آگیا تھا۔ مگر زنگی کے ساتھ موصل چلا گیا۔ سلطان مسعود نے پہلے راشد کی خوشامد

---

[۱] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۳ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۴ -

کی، پھر بغداد پر حملہ کے ارادے سے چل کھڑا ہوا۔ جن امرا نے خلیفہ کا ساتھ دیا تھا وہ یہ رنگ دیکھ کر یکے بعد دیگرے کھسکنے لگے، یہاں تک کہ عماد الدین زنگی والی موصل بھی جو امراء میں خلیفہ کا سب سے بڑا معاون تھا وہ بھی بغداد سے نکلنے لگا۔ راشد نے امراء کا یہ رنگ دیکھا تو خود بھی عماد الدین زنگی کے ساتھ موصل چلے گئے۔[1]

راشد کی معزولی

سلطان مسعود کے لئے میدان بالکل صاف تھا اس نے بغداد میں داخل ہو کر تمام فقہاء و قضاۃ کو جمع کیا اور ان کے سامنے راشد کا وہ دستخطی عہد نامہ پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ

"میں اگر فوج جمع کروں یا بغاوت کروں یا سلطان مسعود کے کسی ساتھی کے ساتھ مقابلہ کروں، تو میں خود بخود معزول ہو جاؤں گا۔"

اس عہد نامہ کو پڑھنے کے بعد ابن الکرخی قاضی بلدہ نے تمام فقہا و قضاۃ کی تائید سے اس کی معزولی کا فتویٰ صادر کر دیا[2] اور گیارہ ماہ اٹھارہ دن کے بعد راشد کے عہدِ خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ موصل کے قاضی کمال الدین محمد بن شہرزوری راشد کی خلافت کے سلسلہ سے بغداد آئے مقتفی نے ان کو گانٹھ لیا اس نے بھی ابن الکرخی کی تائید کی۔[3]

راشد کا قتل

راشد کو اپنی علیحدگی خلافت کی خبر لگی تو وہ موصل سے ایک بڑی فوج کے ساتھ آذربائیجان کی طرف گیا، فوج

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۵ [2] تاریخ الخلفاء ۳۰۳ [3] مقدمہ الفخری۔

کو بہت کچھ مال و دولت سے نوازا، وہ کٹ مرنے کو تیار ہو گئی اور آذر بائیجان کے اطراف میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ پھر ان کا رخ ہمدان کی طرف ہوا، وہاں بھی یہی فساد مچایا۔ بہت سے باشندے قتل ہوئے اور سولی پر چڑھائے گئے فوجیوں نے علماء کی تذلیل کی، راشد نے اصفہان پہونچ کر اسکا محاصرہ کر لیا اثنا میں راشد بیمار پڑا۔ ۱۹ رمضان ۵۳۲ھ کو اسکے عجمی غلاموں نے آگھیرا اور چھریوں سے چھید ڈالا۔ جب بغداد میں یہ خبر پہونچی تو صفِ ماتم بچھ گئی [۱] شہرستان میں اصفہان کے باہر دفن کیا گیا۔[۲]

اوصاف

راشد فصیح، ادیب۔ شاعر، شجاع، عقیل، سخی، نیک سیرت اور عادل تھا۔ عماد کاتب کا بیان ہے کہ راشد حسن یوسفی اور سخاوتِ حاتمی کا جامع تھا۔[۳]

سلطان عمادالدین

ملک شاہ سلجوقی کا غلام آق سنقر سپہ سالار مامور تھا وہ برکیاروق کے زمانہ میں تتش ارسلان کے مقابلے میں حلب کے متصل مارا گیا۔ اسکے بیٹے عمادالدین کو برکیاروق نے موصل اولاد

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۱ [۲] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۳۰ [۳] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۱

[۴] عمادالدین نے موصل میں ۵۲۱ھ میں حکومت قائم کی۔ اس کے بعد سیف الدین غازی بن عماد پھر قطب الدین داؤد بن عمادالدین زنگی (۵۶۷ھ) حبیب الدین غازی بن مودود (۵۸۹ھ) عزالدین مسعود بن مودود (۵۸۹ھ) نورالدین ارسلان شاہ بن مسعود (۶۱۶) نصیرالدین بن محمود بن مسعود (۶۳۱) بدرالدین لولو غلام (۶۵۷) اسمٰعیل بن لولو (۶۶۰) اسمٰعیل کے عہد میں تاتاری اس پر قابض ہوئے، حلب کے حکمران نورالدین محمود بن عماد (باقی بر صفحہ آئندہ)

اپنے پاس رکھا اور شاہانہ طور سے اسکی تعلیم و تربیت کی، عماد الدین اپنے باپ سے زیادہ نامور اور صاحب عزت ہوا۔ سلطان محمود نے ۵۲۱ھ میں اس کو موصل کی ولایت پر بھیجا، اس نے یہاں حکمرانی قائم کر کے حما کا قصد کیا۔ اور حمص پر قبضہ کر لیا۔ دمشق پر بھی کئی بار فوج کشی کی مگر ناکامیاب رہا۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) (۵۷۹ھ) اس سے سلطان صلاح الدین نے حلب لے لیا۔
نجار کے حکمراں:۔ قطب الدین مودود نے نجار پر قبضہ جمایا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قطب الدین ثانی (۶۱۶) میں قابض ہوا پھر عماد الدین شاہنشاہ (۶۱۶) حکمراں ہوا، اسکے بعد عمر (۶۱۷) میں ہوا جس سے صلاح الدین نے حکومت لے لی۔
جزیرہ میں عز الدین کے بھائی سنجر (۵۷۶) نے حکمرانی قائم کی بعز الدین محمود بن سنجر شاہ (۶۴۸) مسعود بن محمود (۶۴۸) یہ حکومت بنی ایوبی ممالک میں منسلک ہو گئی۔

عماد الدین کے تین بیٹے تھے، نور الدین، سیف الدین، قطب الدین عماد الدین کے قتل کے وقت نور الدین محمود موجود نہ تھا۔ اس نے اپنے باپ کی انگوٹھی لے لی اور حلب پر قابض ہو گیا۔ اس کے بھائی سیف الدین نے شہر زور پر پہلے ہی سے قبضہ کر لیا تھا۔ باپ کے بعد اسنے موصل پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۵۴۴ھ میں وفات پائی۔ اس کا بھائی قطب الدین اس کا جانشین ہوا۔ نور الدین اور قطب الدین میں یہ طے ہو گیا کہ بلاد شام پر نور الدین کا اور جزیرہ پر قطب الدین کا اقتدار رہے گا۔

۵۳۳ھ میں بعلبک پر قبضہ کیا۔ ۵۳۴ھ میں شہزور فتح کیا، جس کا حاکم قبجق بن الپ ارسلان تھا۔ ۵۳۸ھ میں ترکوں کے سب سے بڑے قلعہ اشب کو فتح کیا۔ ۵۴۰ھ میں قلعہ جعبر کا محاصرہ کیا جس کا حاکم علی بن مالک عقیلی تھا۔ اثنائے محاصرہ ہی میں ممالیک کی ایک جماعت نے اس کو قتل کر دیا۔ ۶۰ سال کی عمر پائی[1]

عماد الدین نے ہی نجم الدین ایوب کو جس کا سلسلۂ نسب راد وی کردوں سے ملتا ہے، بعلبک کا عامل مقرر کیا۔ نجم الدین کا بھائی شیرکوہ وزیر مصر تھا اور نجم الدین کا بیٹا مشہور و معروف سلطان صلاح الدین ایوبی شیرکوہ کو نور الدین نے اپنی طرف سے حمص و رحبہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔

---

[1] دائرۃ المعارف بستانی جلد ۱۱ ص ۴۴۰ و اعلام النبلا تاریخ حلب الشہباء از ہاشم طباخ حلبی ۱۲۰ ص ۴۸۲

المقتفی لامر اللہ

پیدائش المقتفی لامر اللہ ابو عبداللہ محمد بن مستظہر باللہ ربیع الاول ۴۷۹ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت شاہی گھرانہ میں تعلیم پائی۔ دیگر علوم کی تحصیل کے بعد مقتفی نے ابوالبرکات ابن ابوالفرج بن سنی سے حدیث سنی تھی اور کچھ ابوالقاسم بن بیان (استاد مسترشد) سے اس سے ابو منصور الجوالیقی لغوی اور وزیر ابن ہبیرہ نے روایت کی ہے۔

خلافت راشد کی معزولی کے بعد سلطان مسعود دربارِ خلافت میں حاضر ہوا وزیر السلطنت شرف الدین زینبی اور صاحب مخزن ابن عسقلان بھی آ گئے ابو عبداللہ محمد بن مستظہر باللہ کو محلسرائے شاہی سے طلب کر کے سریر خلافت پر متمکن کیا[1] سلطان مسعود اور جدید خلیفہ نے مراسم اتحاد قایم رکھنے کی قسم کھائی، سلطان مسعود نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی اس کے بعد اراکین دولت، ارباب مناصب فقہاء اور قضاۃ نے بیعت کی یہ واقعہ ۱۲ ذی الحجہ ۵۳۰ھ کا ہے مستظہر باللہ المقتفی لامر اللہ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۴ —

وزارت | عہدۂ وزارت پر شرف الدین علی بن طراد زینبی کو ممتاز کیا[۱]۔ اسکے بعد ابن ہبیرہ وزارتِ عظمیٰ کے عہدہ پر سرفراز ہوا سلجوقیوں کا زور توڑنے میں اس وزیر اعظم کا بڑا دخل تھا۔ اسنے ہدایت کی تھی کہ مجھے صرف وزیر کہا جائے کیونکہ خدا[۲] نے حضرت ہارون کو وزیر کے لقب سے خطاب کیا ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو وزیر کے خطاب سے یاد فرمایا تھا۔ یہ بلند پایہ فاضل زبردست سیاستداں اہل قلم اور شاعر تھا[۳]۔

قضاء | ابوالقاسم علی بن حسین کو موصل سے بلاکر قاضی القضاۃ بنایا۔

نائب سلطنت | سلطان سنجر والی خراسان اور سلطان نورالدین والی شام ہردو نائب سلطنت تھے۔

عام وقائع | مقتفی عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی عدل و انصاف سے کام لینے لگا اور تمام رکاوٹوں کو دور کرکے پورے طور پر بغداد پر قابض ہو گیا۔ سلطان مسعود نے یہ خباثت کی کہ جملہ سامانِ محلسرائے خلافت مع گھوڑوں وغیرہ کے قبضہ میں لے کر اپنے مستقر کو چلتا ہوا۔ مگر سلطان سنجر اور سلطان مسعود کے مابین جنگیں ہونے لگیں، انکے ساتھی امرا ان سے کٹ گئے اور حکومت سلجوقیہ نرغہ میں پھنس گئی، خلیفہ نے موقع سے فائدہ اٹھاکر اپنے اثر سے کام لیا۔ جس سے خلافت کی حرمت و توقیر بڑھ گئی، اور دولتِ عباسیہ نے پھر نئے انداز سے اقتدار حاصل کیا۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۷ [۳] الفخری ص ۲۷۹

۵۴۱ھ میں سلطان مسعود بغداد آیا اور ایک دارالضرب بنائی۔ خلیفہ نے سکہ بنانے والے کو گرفتار کرالیا۔ سلطان نے حاجب کو قید کرالیا اس پر خلیفہ بگڑ گیا۔ تین دن تک مسجدیں بند رہیں، تمام رھایا سلطان سے بگڑ گئی اس پر سلطان گھبرا گیا اور اس نے حاجب کو رہا کیا۔

۵۴۴ھ میں والی مصر الحافظ الدین اللہ کا انتقال ہو گیا۔[۱] ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود فوت ہو گیا تو باتفاق لشکر ملک شاہ سلطان بنا۔

، خاص بیگ نے اس پر خروج کیا اور اس کو گرفتار کر لیا، اس کے بھائی محمد کو خوزستان سے بلا بھیجا اور سلطنت سپرد کر دی۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی سے خلاقت مآیب کو آزادی کا موقعہ ہاتھ لگا۔ چنانچہ اب خلیفہ مطلق العنان حکمران ہو گیا تھا۔

حملہ اہل فرنگ

۵۴۳ھ میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کیا نورالدین محمود زنگی والیِ حلب نے ان کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی فتح ہوئی۔

فتوحات

مقتفی بہادر، عالی دماغ اور سیاستِ ملکی سے باخبر تھا نواح بغداد میں کچھ افسروں نے سرکشی کی، خود خلیفہ لشکر لیکر انکی سرکوبی کو پہنچ گیا اور رحلہ اور کوفہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور کامیابی کے بعد بغداد آیا۔ جس کی بغداد میں بڑی خوشی منائی گئی۔

۵۴۸ھ میں سلطان سنجر غزو کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور اس کی تنخواہ

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۵۔

سائیس کے برابر مقرر ہوئی۔

محاصرہ تکریت

۵۴۸ھ میں ہی خلیفہ نے تکریت کے محاصرہ کے لئے پسر وزیر یرغون الدولہ اور ترشاک کو مع لشکر کے بھیجا مگر یہ ناکام لوٹے ۵۴۹ھ میں خود خلیفہ تکریت پہونچا اور مسعود جلال شحنہ نے ارسلان بن طغرل بن سلطان محمد کو ساتھ لے کر مقابلہ کیا، خلیفہ کو فتح ہوئی

علاقہ مصر پر حملہ

غرضکہ مقتفی نے قرب و جوار کے تمام ممالک پر اپنا اقتدار تھوڑے ہی عرصہ میں قائم کر لیا۔ اور اپنی طرف سے نورالدین بن محمود بن زنگی کو حکم دیا کہ فوراً خلفائے فاطمی کے علاقہ شام و مصر پر جا کر قابض ہو جاؤ۔ نورالدین فرنگیوں سے برسرپیکار تھا، اسنے دمشق کے متصل علاقے فتح کر لیے تھے، مگر خلیفہ کے حکم پر وہ مع فوج گراں کے علاقہ مصر پر پہونچا اور قبضہ کر لیا، جس سے بارگاہِ خلافت سے اس کو ملک العادل کا خطاب عطا ہوا۔ اس کے بعد سے دولتِ فاطمیہ کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی۔ اس واقعہ سے مقتفی کی شوکت اور بھی بڑھ گئی اور مخالف امرار خوف کھانے لگے[1]

صلیبیوں کا حملہ

صلیبیوں نے پھر ہاتھ پیر نکالے وہ بیت المقدس لے چکے تھے اب انکی نگاہ دمشق پر تھی چنانچہ صلیبیوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہاں کا والی مجیرالدین آبق[2] تھا۔ اسکی فوج اور اسکے ساتھ رضاکار جہاد کے ذوق و شوق میں شریک ہو کر نصرانیوں کے مقابل آئے

---

[1] تاریخ الخلفار ص ۳۰۶ [2] مجیرالدین آبق بن محمود بن بوری بن طغدکین تابک والی دمشق

اس درمیان میں آبق کی استدعا پر... سیف الدین زنگی اور سلطان نور الدین زنگی فوجیں لئے ہوئے حمص پہونچے۔ فرنگی یہ رنگ دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور محاصرہ اٹھا کر بھاگ گئے۔ ۵۴۹ھ میں سلطان نور الدین نے دمشق پر قبضہ کرلیا اور اپنے علاقہ میں اس کو بھی شامل کرلیا۔

سلطان ملک شاہ ثانی اور سلطان محمد

آل سلجوق میں سے سلطان مسعود کے بعد اس کا بھائی محمد بن محمود تخت نشین ہوا اس نے خلیفہ پر فوج کشی کی اور بغداد کا محاصرہ کرلیا۔ امرانے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ادہر یہ خبر لگی ملک شاہ ایلذکر کی مدد سے ہمدان پر قابض ہوگیا ناچار محاصرہ اٹھا کر چلتا بنا۔ ملک شاہ اس کی آمد کی خبر پاکر ہمدان سے نکل گیا، یہ اپنے مستقر اصفہان میں آیا۔ اور وہیں ۵۵۴ھ میں انتقال کرگیا۔[1] سلطان محمد کی وفات کے بعد بعض امرا نے اس کے بیٹے سلیمان شاہ کو سلطنت کے لئے بلایا اور بعضوں نے ارسلان بن طغرل کو بڑے تفیوں کے بعد ایلذکر نے ارسلان کو جو اس کا ربیب تھا تخت نشین کیا۔

وفات مقتفی

مقتفی چالیس سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا تھا ۲۴ سال دو ماہ کروفر کے ساتھ فرائض سلطنت انجام دے کر روز یکشنبہ ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں انتقال کیا۔

عام اوصاف

ابن سمعانی کا بیان ہے کہ مقتفی پسندیدہ سیرت اور حکومت رانی میں کامیاب تھا اس میں عقل و دانش علم و فضل اور تدبر و

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۲۳۸

سیاست تمام باتیں جمع تھیں۔"
اسی کے ساتھ زاہد متورع بھی تھا، تخت خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے اس کا سارا وقت عبادت وریاضت، تلاوتِ کلام پاک اور علمی مشاغل میں گزرتا تھا[1] طبعاً بڑا نرم خو، حلیم الطبع اور نیک سیرت تھا[2] اس کا دور عدل و انصاف اور نیکیوں سے سرسبز وشاداب تھا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے

"مقتفی سرتاج الخلفا، عالم، ادیب، شجاع، حلیم، خوش اخلاق تھا اور خلافت کی تمام قابلیتیں اس میں جمع تھیں، ایماندار تھا حتیٰ کہ اس کی نظیر ائمہ مجتہدین میں بھی کم ملتی ہے، اس کے عہدِ خلافت میں کوئی بات خلاف دیانت و امانت ظاہر نہیں ہوئی۔"

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

"یہ نیک خصلت مشکورالدولت خلیفہ تھا، دیندار، عقیل، فاضل صاحب الرائے تھا، اسنے معاملات امامت کو درست کیا اور رسومِ خلافت کو قائم کیا۔ بغداد اور عراق پر اسکا کامل تسلط تھا، احکام و فرامین اپنے دستخط سے صادر کرتا تھا ایک فوج مستقل مرتب کی آخر دم تک اسکی فوج کو کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا[3]"

سیاسی قابلیت | مقتفی جامع کمالات خلیفہ تھا اس میں تدبیر سیاست و شجاعت شہامت و جرأت و حوصلہ مندی بہت تھی اسنے سلاجقہ

[1] تاریخ الخلفاء ۲۳۳ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۹۶ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳

کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاکر خلافتِ بغداد کو ان کے اثر سے پاک صاف کیا سلطان مسعود کو اس کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اسکے کسی حکم کو بغداد میں چلنے نہ دیتا تھا، بہ نفس نفیس مخالفین کی سرکوبی کے لئے تیار ہو جاتا اور ان کو مغلوب کر لیتا۔[1] اپنے کھوئے ہوئے علاقے بقوت واپس لے لئے عراق قبضہ میں آیا۔ خبر رسانی کا سلسلہ نئے سرے سے قائم کیا، بیدریغ روپیہ صرف کرتا۔ ملک کے ہر گوشہ سے منقذ کیطرح اسکے مخبر خبریں بھیجا کرتے۔[1]

مورخین نے مقتفی کے اتقا، جرأت وعظمت اور خلافت کے احیاء و تجدید کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ الفخری میں اسکی تفصیل موجود ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"مقتفی نہایت بلند مرتبہ خلیفہ تھا۔ اسنے عباسیہ کے دورِ عروج کی تجدید میں سعی و عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، سلطان مسعود نے اُسے تختِ خلافت پر متمکن کرنے کے بعد خلافت کا تمام زر و مال اور اسباب سمیٹنے اور عراق کے نظم و نسق کے تمام اختیارات اپنے نائبین کے تصرف میں دینے کے بعد مقتفی کے پاس اپنا قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ آپ اور آپ کے متعلقین کے مصارف کے لئے کتنی رقم درکار ہوگی تاکہ میں جاگیر مقرر کر دوں۔ مقتفی نے جواب میں لکھا۔

"میرے اور میرے متعلقین کے پینے کے لئے اتنی خچر

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۹۴ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۹۶۔

دجلہ سے روزانہ پانی لاد کر لاتے ہیں، اس سے اندازہ کیا
جا سکتا ہے کہ مصارف کے لئے کیا درکار ہو گا۔
مسعود نے یہ جواب سنکر کہا۔
,,خدا خیر کرے میں نے بڑے بے ڈھب آدمی کا انتخاب کیا ہے[1]

علمی ترقی مقتفی نے اپنے قلمرو میں دینی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا تھا، خود سخی، کریم، حدیث شریف کا عاشق، عالم اور علماء کا قدردان تھا۔ اس کے عہد میں بہت کچھ شورشیں اٹھیں مگر دب گئیں، بغداد اس کے عہد میں علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا بڑے بڑے اکابر علما اس شہر میں اپنی درسگاہیں قایم کئے ہوئے تھے، اس کے زمانہ میں ابن الابرش نحوی۔ یونس بن مغیث، جمال الاسلام بن سلم الشافعی، ابو القاسم الاصفہانی صاحب الترغیب، ابن برجان مازری المالکی صاحب المعلم اشاطی صاحب الانساب، جوالیقی امام حنیفہ، ابن عطیہ صاحب تفسیر، ابو السعادات بن شجری، امام ابو بکر بن عربی۔ ناصح الدین الارجانی شاعر، قاضی عیاض حافظ ابو الولید بن الدباغ۔ ابو الاسعد القشیری۔ ابن علام الفرش المقری رفاء شاعر، قیسرانی شاعر۔ محمد بن یحییٰ شاگرد امام غزالی، ابو الفضل بن ناصر۔ ابو الکرم الشہرزوری المقری، ابواد شاعر[2] یہ سب عالم اسلامی کے مشہور علماء میں سے تھے۔

اس دور کے بعض مشہور محدثین حسن بن علی بن عبد العزیز مرغیانی فقیہ محدث

---

[1] الفخری ص ۲۷۴ [2] تاریخ الخلفاء ص ۴۳۲۔

شاگرد برہان الدین کبیر ۶۴۲ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن عثمان بن محمد علیابادی سمرقندی لقب حسام الدین تھا عالم فاضل، شاگرد محمد محمود اشروشنی و استاد شیخ عبدالرحیم بن عماد الدین صاحب فصول عمادیہ ہیں، آپ نے فتاوی کامل اور تفسیر مطالح المعانی وغیرہ تصنیف کیں۔

ابوالفتح محمد بن احمد بن محمد بن معاویہ الانذجاہی خطیب امام جامع اذجاہ

کان فقیہا صالحاً عفیفاً مکثراً

حدیث اور فقہ مرویین ابن الفتح الموفق بن عبدالکریم اہری اور ابالفرج عبدالرحمن بن احمد الرازی السرخسی سے حاصل کی، ۵۴۳ھ میں وفات پائی[1]

دولت ارتقیہ ملک شاہ کا غلام ارتق ترکمانی تھا یہ تہور اور شجاعت میں بڑا نامور تھا ترقی کرتے کرتے فوج کا سپہ سالار ہو گیا اسکا لڑکا معین الدین سقمان شجاعت اور مردانگی میں اپنے باپ سے بھی سبقت لیگیا، اس نے سلطان برکیارق کے عہد ۴۹۵ھ میں قلعہ کیفا پر ایک جماعت کو ہمراہ لے کر ہلہ بول دیا، یہاں کا حاکم موسیٰ ترکمانی تھا، اس نے جان توڑ کے مقابلہ کیا۔ مگر سقمان کی قوت کے آگے اس کی ایک نہ چلی جان بچا کے بھاگا۔ سقمان نے قلعہ کیفا پر قبضہ کر لیا اور حکمرانی شروع کر دی، کچھ عرصہ بعد علاقہ اردین پر بھی ہاتھ صاف کیا جس سے اس کے حدود حکمرانی وسیع ہو گئے ۵۰۲ھ میں اس کی حکومت کے دو حصے ہو گئے، ایک کا مرکز قلعہ کیفا تھا دوسرے کا ماردین" امرائے حصن کیفا معین الدولہ سقمانی (۴۹۵ھ تا ۴۹۸ھ) ابراہیم بن سقمان رکن الدین، داؤد بن سقمان۔ قمر الدین قرہ ارسلان بن داؤد

---

[1] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۱۵۔

نورالدین محمد بن ارسلان، قطب الدین سقمان بن محمد ناصر الدین محمود بن محمد، رکن الدین مودود بن محمد ۶۲۰ھ میں ایوبیوں نے اس سے حکومت چھین لی

ماردین کے امرا۔ نجم الدین غازی بن ارتق (۵۰۲ھ) حسام الدین تیمور تاش بن غازی، نجم الدین البہی بن تیمور تاش، قطب الدین غازی بن حسام الدین بولق ارسلان غازی، ناصر الدین ارتق بن ارسلان غازی نجم الدین غازی بن ارتق ارسلان، قرہ ارسلان بن غازی، شمس الدین بن داؤد بن قرہ، نجم الدین بن قرہ، شمس الدین صالح بن نجم الدین غازی منصور احمد بن صالح، صالح محمود بن احمد، منظفر داؤد بن صالح، طاہر مجد الدین عیسی بن داؤد صالح بن داؤد سے ۸۱۱ھ میں ان سے آلِ عثمان نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اتابکیہ دمشق تنش الپ ارسلان سلجوقی کا غلام ظہیر الدین طغتگین تھا، شام کے قبضہ پر یہ شریک جنگ رہا اور بڑے کارہائے نمایاں دکہائے، اس پر تنش نے اسکو سیف الاسلام کا خطاب دیا اور اپنے بیٹے دقاق سلجوقی کا اتالیق مقرر کیا، دقاق باپ کا جانشین ہوا تو سیف الدین نے اس کی بے حد خدمت کی اسکے انتقال کے بعد اسکے چھوٹے لڑکے کو تخت نشین کیا، مگر تنش کا بڑا لڑکا بکتاش مقابلہ کے لئے آیا اور اسکے ساتھ اس نے بیت المقدس کے نصرانیوں سے مدد لی مگر ناکام واپس گیا۔ دقاق کے بعد طغتگین نے اپنی حکومت قائم کرلی، سیف الاسلام (۵۲۲ھ) تاج الملوک سوری۔ شمس الملوک اسمٰعیل، شہاب الدین محمود جمال الدین مجیر الدین ابق

۵۴۹ھ سے زنگیوں نے یہ حکمرانی چھین لی صرف سیف الدولہ کے خاندان میں ۲۰۵ برس حکومت رہی۔

اتابکیہ اربل

عمادالدین زنگی کے غلام زین الدین علی کوچک جو سپہ سالار تھا اس نے سنجار۔ حران، قلعہ عفر حمیدیہ نیز قلعہائے ہکاریہ، تکریت اور شہرزور وغیرہ جو سب کے سب اسکے قبضہ میں تھے، اسنے اپنے آقا کے بیٹے قطب الدین مودود کے سپرد کر دیئے، صرف اربل اپنے پاس رکھا، اس کے بعد زین العابدین ابوالمظفر جانشین ہوا۔ اس کا بڑا بھائی مجاہدالدین قائماز سیف الدین والی موصل سے امداد کا طالب ہوا اسنے اسکو حران عطا کیا۔ پھر سلطان صلاح الدین کے پاس آیا۔ اسنے اسکو رہا جاگیر میں دیا اور اپنی بہن کی شادی کر دی صلیبی جنگوں میں سلطان کے ساتھ ۶۳۰ھ میں اربل میں وفات پائی۔

اتابکیہ آذربائیجان

سلطان محمود سلجوقی کے وزیر اعظم کمال سمیدی کا ایک غلام ایلدکز نامی تھا۔ جس کو سلطان مسعود نے آرمینیہ کا والی مقرر کیا تھا۔ اس نے آذربائیجان پر قبضہ کیا اور پچاس ہزار فوج کا سردار بنکر ہمدان اور تفلیس تک اپنے قبضہ و تصرف میں کیا (۵۳۱ سے ۶۲۲ھ) تک اس کے خاندان میں حکومت رہی۔ شمس الدین ایلدکز (۵۳۱ - ۵۶۱ھ) محمد پہلوان جہاں ابن شمس الدین (۵۸۱ھ) قزل ارسلان عثمان بن شمس الدین (۵۸۷ھ) ابوبکر بن محمد (۶۰۷ھ) مظفر الدین ازبک بن محمد (۶۲۲ھ) آخر میں یہ دولت شاہان خوارزم کے مقبوضات میں شامل ہو گئی۔

اتابکیہ فارس

سلغر مشہور سپہ سالار افواج سلاطین سلاجقہ کے پوتے سلغر نے یہ حکومت قائم کی ۵۴۳ھ سے ۶۸۶ھ تک اس خاندان میں حکومت رہی، تاتاریوں کے ہاتھ یہ حکومت ختم ہوئی نو بادشاہ ہوئے جس میں مشہور زنگی بن سنقر، سعد بن زنگی ابوبکر بن سعد جنکے عہد میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی تھے۔ محمد بن شاہ بن محمد سلجوق شاہ بن سلغر۔ آخری بادشاہ ابیش بن سعد تھا۔

اتابکیہ لورستان۔ (ہزار اسپہ) اتابکیہ فارس کی شاخ ہے۔ سنقر کے فوجی افسر ابوطاہر نے یہ حکومت قائم کی یہ ۵۴۳ھ سے ۸۲۷ھ تک رہی پہلا بادشاہ ابوطاہر بن محمد تھا۔ آخری بادشاہ غیاث الدین تھا۔

شاہان ارمن

امیر سقمان قطبی نے جو قطب الدین اسمٰعیل سلجوقی کا غلام تھا شہر خلاط میں حکمرانی قائم کی (۴۹۳ھ سے ۶۰۴ھ تک امیر سقمان کی اولاد میں حکمرانی رہی۔ آخری حکمران عزیز الدین بلبان تھا، اس حکومت کے وارث سلاطین ایوبی ہوئے۔

دولت غوریہ

ہرات اور غزنی کے درمیان کا علاقہ غوریہ کہلاتا ہے، ۵۴۳ھ میں آل سام یہاں آئے انکے سردار قطب الدین محمد بن حسین غوری نے اس علاقہ پر مالکانہ قبضہ کیا۔ قطب الدین نے یہاں اپنا اقتدار جماکر بہرام شاہ مسعود بن ابراہیم والی غزنی سے رشتہ قائم کیا مگر بہرام شاہ اس کی عظمت سے گھبرا گیا اور اس کو قتل کرادیا۔

آل سام نے اس کے بھائی سیف الدین کو اپنا سردار منتخب کرلیا اور

قصاص میں بہرام شاہ پر چڑھائی کر دی۔ تاب مقابلہ نہ لا کر بہرام ہندوستان بھاگ گیا۔ سیف الدین نے میدان خالی پا کر غزنی پر قبضہ کر لیا۔ بہرام ہندوستان سے ایک لشکر کثیر کے ساتھ غزنی لوٹا اور سیف الدین کو معرکہ میں گرفتار کر کے سولی دے دی اور پھر غزنی پر حکمرانی کرنے لگا۔

قبیلۂ غور نے علاؤ الدین حسین کو اپنا سردار بنایا اور اس کا لقب ... جہاں سوز رکھا۔ ۵۴۳ھ میں اس نے غزنین پر چڑھائی کر دی اور بہرام شاہ کو بے دخل کر کے اپنے بھائی سیف الدین محمد کو غزنین کا والی مقرر کیا۔ علاؤ الدین کا ۵۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ تو اس کا بھائی غیاث الدین محمد بن بہاء الدین، سام بن حسن غزنی کے تخت پر بیٹھا غیاث الدین کا بھائی شہاب الدین غوری تھا، اس نے غزنین سے لیکر ہندوستان تک آلِ سبکتگین کے تمام مقبوضات پر تسلط کر لیا اس طرح شہاب الدین کے ہاتھوں ۲۱۳ سال کے بعد ۵۸۲ھ میں غزنوی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

شہاب الدین نے مہاراجہ پرتھوی رائے کو شکست دے کر دہلی کو فتح کیا اور ۵۸۹ھ میں تخت پر جلوہ فرما ہوا، اس کے بعد اپنے غلام قطب ایبک کو اپنا جانشین کر کے غور واپس ہوا اور راستے میں انتقال کر گیا۔

قطب الدین ایبک کے خاندان میں دہلی کی سلطنت ۶۰۲ھ سے ۶۸۹ھ تک رہی۔ شمس الدین التمش، ناصر الدین محمود جلیل القدر شاہان دہلی تھے۔ معز الدین کیقباد پر اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

المستنجد باللہ

نام ونسب ابوالمظفر مستنجد باللہ بن مقتفی طاؤس نامی ام ولد کے بطن سے ۵۱۰ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم وتربیت شاہانہ طور طریق سے تعلیم و تربیت ہوئی۔ علمی فضیلت حاصل کی۔ ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا اور علم ہیئت سے دلی لگاؤ تھا۔

خلافت مقتفی لامر اللہ کی وفات کے دن ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ کو سریر آرائے خلافت ہوا۔

مستنجد نے بیعت خلافت لینے کے لئے دربار عام منعقد کیا اور اولاً خاندان کے ممبروں نے بیعت کی سب سے پہلے اسکے چچا ابو طالب نے بیعت کی۔ بعد ازاں وزیر سلطنت عون الدین بن ہبیرہ اور قاضی القضاۃ نے بیعت کی، اراکین دولت اور علماء بیعت کرنے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

وزارت عون الدین ابن ہبیرہ کو بدستور عہدۂ وزارت پر سرفراز رکھا گورنران صوبجات اپنے اپنے صوبہ پر بحال رکھے گئے۔

معافی ٹیکس تخت نشینی کی خوشی میں ٹیکس اور محصول معاف کیا گیا۔

رئیس الرؤسا اور استاد دار کو خلعتیں عنایت ہوئیں[۱]۔

قاضی القضاۃ ابو الحسن علی بن احمد دامغانی قاضی القضاۃ کو معزول کر کے ابو جعفر عبد الواحد ثقفی کو عہدۂ قضا پر مامور کیا۔

زمام حکومت علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

خلیفہ مستنجد خلفائے بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ زمام حکومت اپنے قبضۂ اقتدار میں لی شیرازۂ حکومت و خلافت مابین موصل، واسط، بصرہ، حلوان میں منتشر ہو گیا تھا اور حکمرانی کی مشین کے پرزے ڈھیلے ہو گئے تھے[۲]، ان پر اپنی حسن تدبیر سے غلبہ حاصل کیا اور آزادانہ خلافت کے فرائض انجام دینے لگا۔

عام وقائع ۵۵۲ھ میں سلطان سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلان نے ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں نے سر اٹھایا، خلافت مآب نے امیر ترشک کو بلاد نجف سے طلب کیا۔ اس نے عدم حاضری کی معافی چاہی۔ خلیفہ نے فوج بھیجکر اس کا سر اتروالیا۔

۵۵۵ھ میں قلعہ ماہی کو سنقر ہمدانی کے مملوک کے قبضہ سے نکال لیا۔

عربوں کی سرکشی ۵۵۶ھ میں خفاجہ حلہ، اور کوفہ میں عرب بغاوت کر بیٹھے وزیر سلطنت نے خود جا کر انکی سرکوبی کر دی،

---

[۱] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۵۵ [۲] ابن خلدون جلد ۹ ص ۵۴۔

پھر انہوں نے معذرت نامہ لکھ کر دربارِ خلافت میں روانہ کیا، جسکو خلافت مآب نے منظور فرمایا اور ان کے قصور معاف کر دیئے۔

بنی اسد ساکنانِ حلہ اکثر شورش کیا کرتے اور انہوں نے سلطان محمد کا ساتھ بھی دیا تھا، چنانچہ خلیفہ نے ۵۵۸ھ میں امیر یزداں بن قماج کو انکی جلاوطنی اور سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اسنے جاکر ان کو عراق سے مار کے بھگا دیا اور حلہ اور کل بلاد اسد بن معروف کو دیدیئے گئے[1]

واسط میں بغاوت بصرہ امیر منکبرس کی جاگیر میں تھا جو خلیفہ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ ۵۵۹ھ میں قتل ہوا کشتبگین اسکی جگہ مامور کیا گیا۔ ابن سنکا برادرزادہ شملہ والیِ خراسان نے بصرہ پر چڑھائی کر دی اور کامیاب ہوگیا۔ پھر اس نے واسط کی طرف رُخ کیا وہاں خطلو برس سے مقابلہ ہوا۔ اور خطلو گرفتار ہوگیا جو ۵۶۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے ابن سنکا کی ہمت پست ہوگئی اور اپنے مستقر کیطرف لوٹ گیا

۵۶۲ھ میں شملہ والیِ خوزستان نے بقصد عراق کوچ کیا سفر و قیام کرتا ہوا قلعہ ماہکی تک پہنچا۔ خلافت مآب سے صوبہ جات اسلامیہ کی گورنری کی درخواست کی جو نامنظور کی گئی، اور یہ اپنے ملک لوٹ آیا[2]۔ اس پر خلیفہ کی ہیبت طاری تھی، آگے قدم بڑھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

وزارت پر نیا تقرر جمادی الاول ۵۶۰ھ میں ابن ہبیرہ نے انتقال کیا۔ اس کا نائب وزیر کام کرتا رہا ۵۶۳ھ میں

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۵۷ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۵۹۔

شرف الدین ابو جعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن بلدی ناظر واسط کو قلمدانِ وزارت سپرد فرمایا اور حکم دیا کہ عضد الدین ابوالفرج بن دبیس رئیس الرؤسا امورِ سلطنت میں حد سے زیادہ دخیل اور پیش پیش ہے اسکی اور اسکے آورردوں کی دیکھ بھال رکھی جائے اور اگر اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو اسکے کل اختیارات سالب کیئے جائیں، وزیر نے حکم پر عمل کیا جس سے تمام عمال کے کان کھڑے ہو گئے۔ دیانت سے کام انجام دینے لگے بدنظمی اور خودسری جاتی رہی[1]

واقعات سلطان نور الدین

سلطان نور الدین کو مقتفی کے زمانہ سے مصر لینے کی تمنا تھی چنانچہ ۵۶۲ھ میں شاور[1] وزیر عاضد کی استدعا پر امیر اسد الدین شیر کوہ کو دو[2] ہزار سواروں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا، شیر کوہ جزیرہ میں اترا، پھر مصر کا دو ماہ محاصرہ رکھا، اہالی مصر بنو فاطمی نے فرنگیوں سے امداد طلب کی وہ خود ہی مصر لینے کے درپے تھے چنانچہ عاضد کی معاونت کے لئے فرنگی دمیاط سے آئے، مگر امیر اسد الدین نے صعید کا رخ کیا اور وہاں مصریوں سے مقابلہ کیا۔ دشمن پر فتح پائی، ہزاروں فرنگی مارے گئے۔ امیر اسد الدین نے صعید پر قبضہ کر کے اہل شہر کا خراج معاف کر دیا۔

فرنگیوں نے اسکندریہ کا قصد کیا۔ اس پر امیر اسد کا برادر زادہ

---

[1] شاور وزیر عاضد معزول کر دیا گیا تھا۔ مصر سے نور الدین کے پاس آیا اور کہا مجھکو دوبارہ وزارت دلوا دو تو مصر کا تیسرا حصہ دینے کو تیار ہوں۔

امیر صلاح الدین یوسف بن ایوب قابض ہو چکا تھا۔ فرنگیوں نے چار ماہ مسلسل اسکندریہ کو محصور رکھا۔ آخر امیر اسد الدین اس طرف بڑھا۔ فرنگیوں سے مقابلہ ہوا وہ شکست کھا کر راہِ فرار پر مجبور ہوئے، یہاں سے فراغت پاکر امیر اسد شام لوٹ آیا۔ ۵۶۴ھ میں فرنگیوں نے ایک فوج گراں لیکر جس میں ممالک مغرب کے ہزار ہا صلیبی جنگجو تھے۔ دیارِ مصر پر حملہ کیا اور بلبیس پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد قاہرہ کو محصور کر لیا۔ شاور وزیر مصر نے صلیبیوں کے خوف سے خود فسطاس میں آگ لگوادی، اور بدرجہ مجبوری عاضد خلیفہ فاطمی نے سلطان نور الدین سے اعانت کی استدعا کی۔ چنانچہ اسد الدین اپنی فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ فرنگیوں کو اس کی آمد کی خبر لگی تو بھاگ گئے۔ وزیر شاور نے جو وعدے اسد الدین سے کئے تھے اس سے منحرف ہوگیا۔ عاضد نے اس کو قتل کرادیا۔ عاضد الدین اللہ نے اسد الدین کو وزارت پر سرفراز کیا اور خلعت عطا کیا، اسد الدین شیرکوہ مرتے وقت ۵۶۵ھ تک وزیر مصر رہا۔ اس کے بعد عاضد نے اس کے برادر زادہ صلاح الدین یوسف کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا اور ملک ناصر کا خطاب عطا کیا۔ صلاح الدین اس کے آخر وقت تک وزارت کے عہدہ پر قائم رہا۔ صلاح الدین کے حسن اخلاق اور خوبیٔ انتظام نے مصریوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔[1]

وفات مستنجد | رئیس الرؤسا کا ہمنوا قطب الدین قائماز منظفری تھا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۵۔

عضد الدین کو خلیفہ سے کچھ مخاصمت ہوگئی۔ اتفاقاً ۵۶۶ھ میں خلافت مآب بیمار پڑے، رفتہ رفتہ مرض میں اشتداد پیدا ہوا۔ عضد الدین اور قطب الدین خلافت مآب کی بیدار مغزی سے تنگ آ گئے تھے انہوں نے شاہی طبیب سے ساز باز کرلی۔ اس نے ان لوگوں کی سازش سے خلافت مآب کی موت کی یہ تدبیر نکالی کہ خلیفہ کو حمام میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔ خلیفہ کا دم گھٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں جان بحق تسلیم ہوئے یہ واقعہ ۹ ربیع الآخر ۵۶۶ھ کا ہے۔[1]

جس وقت خلیفہ کی موت کی ہولناک خبر مشہور ہوئی وزیر السلطنت اُمرا لشکر کل فوجیں مسلح کر کے محلسرائے خلافت کے دروازے پر جمع ہوگئیں۔ عضد الدین نے یہ رنگ دیکھ کر بلند آواز سے کہا امیر المومنین کو غش آگیا تھا اب افاقہ ہے اور خلیفہ کے بیٹے ابو محمد حسن کو بلا کر بیعت خلافت کر لی۔[2] مستنجد نے دس سال خلافت کی ۶۵ برس کی عمر پائی،

اوصاف مستنجد، مقتفی سے بھی زیادہ عادل اور فیاض تھا اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے لئے نہایت سخت، ایک بار کسی باغی کو گرفتار کیا۔ ایک امیر نے اس کی سفارش کی اور دس درہم اسکی طرف سے بطور جرمانہ کے پیش کئے، مستنجد نے کہا، میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں کہ اس قسم کا کوئی دوسرا مفسد پکڑ لاؤ، تاکہ میں اس کو قید کروں اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں[3]

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۳۵ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۶۱ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۴

ابن جوزی کا بیان ہے۔

"مستنجد صائب رائے رکھتا تھا۔ ذکائے غالب اور فضیلت باہرہ رکھتا تھا۔ نظم بدیع اور نثر بلیغ لکھتا تھا علم ہیئت میں دستگاہ کامل تھی، اسطرلاب کا استعمال بہت صحیح کرتا تھا۔[1]

علمی ترقی مستنجد نے اکابر علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی، نظام الملک کے مدرسہ کو ترقی دی، اس مدرسہ کے صدر المدرس امام عبدالقادر سہروردی تھے۔ مستنجد نے دس سال حکمرانی کی اس کے عہد میں اکابر صوفیہ کا بغداد میں قیام تھا۔ ان کے علمی فیض سے ان دنوں بغداد فضل و کمال کا مرکز بن گیا تھا۔ خانقاہیں تشنگان علم سے بھری ہوئی تھیں اس کے زمانہ میں اشاعت اسلام بھی خوب ہوئی۔

ہمعصر علما دیلمی صاحب مسند الفردوس، عمرانی صاحب البیان ابن بزری شافعی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، امام ابوسعید سمعانی، ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی۔ ابوالحسن بن ہزیل المقری، جیسے جلیل القدر علماء و صوفیا نے مستنجد کے عہد میں وصال فرمایا۔[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۳۴ [2] ایضاً۔

المستضئ بامر اللہ
سہ ۵۶۶ھ

نام ولقب ابو محمد حسن بن مستنجد باللہ ارمن کنیز مسماۃ غضّہ کے بطن سے ۵۳۶ھ میں پیدا ہوا [۱]

خلافت مستنجد کے انتقال کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے کہ امیر عضدالدین و قطب الدین نے اپنی وزارت اور اپنے بیٹے کے لئے استاد دار اور قطب الدین کے لئے سپہ سالاری کا عہد طے کر کے ابو محمد حسن کو تختِ خلافت پر بٹھایا۔ المستضی بامر اللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ بعد ازاں خاندانِ خلافت سے بیعتِ خاصہ لی گئی۔ اگلے دن دربار عام میں بیعتِ عامہ ہوئی۔

وزارت قلمدانِ وزارت عضدالدین کے سپرد ہوا۔ اس کا بیٹا کمال الدین استاد دار مقرر ہوا۔

امیر العسکر عساکر اسلامیہ کی سرداری قطب الدین قائماز کو دی گئی۔

وزیر خزانہ ابو بکر بن نصر بن عطار کو وزیر خزانہ مقرر کیا اور اسکو خطاب ظہیر الدین عطا فرمایا [۲]

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۵ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۶۲۔

عتابِ شاہی وزیر سلطنت قدیم ابو جعفر جو خود سر تھا، اسکو بلاکر قتل کرادیا اور قاضی ابن مزاحم کو گرفتار کرا کے جیلخانہ بھیجدیا یہ بڑا ظالم، خود سر اور غاصب تھا، اس واقعہ سے تمام عمال کی آنکھیں کھل گئیں۔ تمام عراق پر کامل سکون ہوگیا۔ تھوڑے عرصہ میں تمام قلمرو میں خوشحالی کے اثرات پھیلنے لگے، عام باشندے امن وامان سے زندگی کے دن گذارنے لگے اور اہلِ بغداد کو زمانۂ دراز کے بعد امن وچین نصیب ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے۔

"مستضئ نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی منادی کرادی کہ آج سے تمام ٹیکس معاف کئے گئے، پھر ردِ مظالم کیطرف توجہ کی اور ایسا عدل وکرم پھیلایا جس کی مثال کم ملتی ہے۔ ہاشمیوں اور علویوں کو دولت سے مالامال کردیا۔ علمائے مدارس کو بیش قرار وظائف عطا کئے، سرائیں بنوائیں"[1]

سخاوت مستضئ کی طبیعت میں فطری طور سے سخاوت تھی، وہ ہمیشہ ہر شخص پر احسان کرتا۔ حتی کہ اربابِ دولت و ارکین سلطنت کو بھی انعام عطا کئے، چنانچہ مخزن وزری کا بیان ہے کہ ایک ہزار تین سو قبار ابریشمی لوگوں کو عطا کیں۔

جب اس کے نام کا خطبہ بغداد کے ممبروں پر چڑھایا گیا تو حسب رسم قدیم دینار تصدق کئے گئے۔

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۲۶۱ [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۰۸۔

قاضی روم بن حدیثی کو قاضی کے عہدہ پر سرفراز کیا، قاضی صاحب کو سترہ غلام عطا کئے کہ محکمۂ قضا تک آنے کے لئے جلو میں رہیں اور اردلی کا کام دیں۔ ابن جوزی نے لکھا ہے مستضی نے یہ انتظام کیا تھا کہ وہ حجاب میں رہے، اس کے پاس سوائے خدام کے کوئی جا نہیں سکتا تھا جب کہیں جاتا تو خدم وحشم ساتھ ہوتا اور عام لوگ اسکی زیارت کے مشتاق رہا کرتے۔

وقائع مصر مصر میں امیر صلاح الدین یوسف نے جامع مسجد مصر عباد و زہاد کیواسطے کھول دی جو عہد بنو فاطمی میں بند پڑی تھی، اسنے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مستضیٔ بامر اللہ کے نام کا خطبہ مصر کی جامع مسجد میں پڑھوایا اور سلطان نورالدین کو اس کی اطلاع کی سلطان نے شہاب الدین المظفر بن العلامہ شرف الدین کو یہ خوشخبری لیکر خلیفہ کے پاس بھیجا اور عماد کاتب کو حکم دیا کہ ایک تہنیت نامہ لکھو جو تمام ممالک اسلامیہ میں پڑھا جائے۔

کاتب کا بیان ہے کہ میں نے اس تہنیت نامہ کو اس طرح شروع کیا

"خدا واحد حق کے بلند کرنے والے اور باطل کو نابود کرنے والے کا احسان ہے۔ اور آگے بڑھ کر لکھا کہ ان شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر مولانا امام مستضی بامر اللہ امیر المومنین کا خطبہ نہ پڑھایا گیا ہو"

جب یہ تہنیت نامہ خلافت مآب کے حضور میں پیش کیا گیا تو خلیفہ معظم نے سلطان نورالدین کو خلعت و تشریفات امیر صلاح الدین یوسف کو

عَلَم عباسیہ اور حکومت کا فرمان اور خطیبوں کو انعام اور عماد کاتب کو ایک سو دینار اور خلعت عطا فرمایا۔[۱]

چراغاں بغداد میں اس خبر سے خوشی کی عام لہر دوڑ گئی۔ بازار سجائے گئے اور چراغاں کیا گیا۔[۲]

سندِ حکومت نورالدین محمود نے قاضی کمال الدین ابوالفضل محمد بن عبداللہ شہرزوری کو دربارِ خلافت میں بھیجا اور خلیفہ سے یہ استدعا کی کہ مصر، شام، جزیرہ موصل جو اس کے قبضۂ تصرف میں تھے اور دیار بکر، خلاط، بلادِ روم۔ قلیج۔ ارسلان جو اسکے مطیع تھے ان کی سندِ حکومت عطا ہو اور داب ہارون اور بلادِ سواد، عراق کو بطور جاگیر طلب کیا۔ جیساکہ اس کے باپ کے لئے شاہی عطیہ تھا۔ خلافت مآب نے سلطان نورالدین کے سفیر کو ہمکلامی سے عزت بخشی اور تطبیب خاطر نورالدین کی درخواستیں منظوری سے مشرف ہوئیں۔[۳]

دولتِ فاطمیہ کا خاتمہ اور دولت ایوبیہ کا ظہور مستضی کے عہد میں بڑا حادثہ دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہے۔ آخری فاطمی خلیفہ عاضد باللہ کے سارے نظم ونسق کی باگ امیر صلاح الدین کے ہاتھ میں آ چکی تھی عاضد بالکل بے دست و پا ہو گیا تھا۔ اس نے ۵۶۷ھ میں انتقال کیا ۲۷۲ سال کی باعظمت سلطنت کا اسکے دم کیساتھ خاتمہ ہو گیا اور دولت ایوبیہ کی بنا قایم ہوئی۔ مصر کے جملہ انتظام

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۳ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۶۴-۱۶۵-

کے بعد اس کو یہ خدشہ دامن گیر ہوا کہ سلطان نورالدین شاید مجھے مصر سے ہٹا دے چنانچہ یمن پر اس کی نگاہ گئی اپنے بھائی توران شاہ کو فوج کیساتھ حبش کی طرف روانہ کیا۔ لیکن یہ سرزمین پسند نہ آئی۔ اس لئے یمن کیطرف رخ کرا دیا اور اس کو بقوت زیر نگین کر لیا۔ وہاں مادی اقتدار تو صلاح الدین کا قایم ہو گیا لیکن مستضئی اور نورالدین کی حکمرانی کے اثرات پھر بھی غالب تھے۔

عام وقائع

۵۶۹ھ میں نورالدین محمود زنگی بعمر ۵۸ سال فوت ہوا۔ اسکا بیٹا اسمٰعیل ملک الصالح ۱۱ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا شام کے لوگوں نے اور صلاح الدین نے اسکی تخت نشینی کو قبول کیا۔ مگر سیف الدین زنگی نے بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو نصیبین، خابور، حران، رہا پر قبضہ کر لیا۔ ملک صالح مع فوج کے حلب روانہ ہوا کہ چچا کو آگے نہ بڑھنے دے اسی اثنا میں صلاح الدین نے شام پر حملہ کر دیا اور اسکو ۵۷۰ھ میں زیر نگین کر لیا۔ اس کے بعد حمص، حما بعلبک کو فتح کیا اور حلب ملک صالح کو دیدیا۔

اوصاف مستضئی

مستضئی نیک سیرت، عادل، حلیم اور سخی تھا۔ اس نے نو سال ۶ ماہ فرائض خلافت انجام دیئے، اس مدت میں کسی فرد کو شکایت کا موقعہ نہ دیا، وہ صالح اور کامیاب خلیفہ تھا۔ وسط ایشیا سے لیکر مصر و مغرب تک میں اسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا، رعایا کا خیرخواہ تھا اس کے عہد میں امیر و غریب سب خوش تھے، اسکے حسن سلوک سے اکثر بادشاہ اس کے مطیع ہو گئے [۱]

---

[۱] ابن اثیر جلد ۱۱ ص ۱۷۳۔

مستضئ کی وفات | مستضئ نے ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ کو نو سال چھ ماہ زمانۂ خلافت انجام دیکر وفات پائی۔

ہمعصر علماء | ابن الخشاب نحوی۔ ملک النحات ابو نزار الحسن بن صافی حافظ ابو العلاء الہمدانی، ناصح الدین ابن الدہان نحوی۔ حافظ الکبیر ابو القاسم بن عساکر، حیص بیص شاعر، حافظ ابو بکر بن خیر[۱] جیسے مشاہیر اسکے ہمعصر ہیں۔

محدثین وفقہاء | عثمان بن علی بن محمد بیکندی، بخاری، ابو عمرو، فقیہ، محدث عابد، زاہد شاگرد امام ابو بکر۔ محمد بن ابی سہل سرخسی اور استاد صاحب ہدایہ ۵۵۲ھ میں انتقال ہوا۔

محمد بن مسعود بن الحسین کاشانی، شیخ ابو الفتح فقیہ کے شاگرد تھے ایک عرصہ تک عہدۂ قضا پر ممتاز رہے۔ ۵۵۲ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی صاحب شرح جامع صغیر ۵۵۳ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن یوسف حسینی ابو القاسم ناصر الدین سمرقندی امام جلیل القدر مفسر محدث، فقیہ، مؤلف کتاب نافع وخلاصۃ المفتی کے تھے۔ ۵۵۶ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن ابی بکر المعروف بہ امام زادہ جوغی مفتی بخارا شاگرد مجد الائمہ سرخکتی وشمس الائمہ بکر زنجری ورضی الدین نیشاپوری، تصوف میں اور خواجہ یوسف ہمدانی کے مرید تھے، شرعۃ الاسلام اور ادب الصوفیہ یادگار ہیں۔

محمد بن ابی القاسم خوارزمی ابن المشائخ بقالی فقیہ ومحدث علامہ جار اللہ زمخشری کے شاگرد۔ ۵۶۲ھ میں انتقال کیا۔

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۱۔

سلطان نورالدین زنگی

مجاہد اعظم سلطان نورالدین زنگی اگرچہ ابتدا میں صرف حلب کا حکمران تھا، لیکن جنگ صلیبی میں اسکی شہامت اور شجاعت نے فرنگیوں کو مرعوب کر دیا تھا، آخر میں اس کی سلطنت اسقدر وسیع ہوگئی تھی کہ شام، مصر، یمن، اور حرمین شریفین میں بھی اسکے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، یہ صلاح الدین کا آقا تھا، خلفائے اربعہ اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس سے بہتر کوئی حکمران مسلمانوں میں نہیں ہوا نورالدین بڑا عادل، عابد و زاہد اور متقی تھا۔ شریعتِ مطہرہ کے احکام کے نفاذ و قیام میں غیر معمولی انہماک رکھتا تھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے۔

"وہ زمرۂ سلاطین میں عدل و انصاف کے قیام، محرماتِ شرعیہ کے اجتناب اور اتباعِ سنت کا مجدد تھا، سارے ممالکِ محروسہ میں شراب نوشی اور شراب کی تجارت قانوناً بند کر دی تھی۔"

بہت سے مذہبی اور رفاہِ عام کے کام انجام دیئے، دمشق میں دارالحدیث قائم کیا۔ محدثین اور حدیث کے طلبائے کے لئے بڑی جائداد وقف کی۔ موصل اور حماۃ میں عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی۔ مکاتب قائم کئے، شفاخانے بنوائے وہ صاحبِ علم، متقی و متورع تھا۔ اس کا سارا وقت جہاد کی تیاری میں گذرتا۔ علما و صوفیہ کی قدر و منزلت کرتا خراسان کے مشہور عالم شیخ قطب الدین نیشاپوری

کو دمشق بلایا اور ان کے ساتھ تعظیم و توقیر سے پیش آیا۔"
سیاست ملکی میں بھی اس کا پایہ نہایت بلند تھا۔ شوال ۵۵۹ھ
میں انتقال کیا۔[1]

[1] دولت اتابکیہ ص ۱۳۶

ناصر الدین اللہ

نام لقب ابو العباس احمد ناصر الدین اللہ بن مستضی باللہ اس کی ماں کا نام زمرد تھا۔[1]

تعلیم و تربیت علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی۔ شاہانہ طرز پر تعلیم و تربیت ہوئی۔

خلافت ۲ ذی قعدہ ۵۷۵ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۱۸۰ء کو سریرآرائے تخت خلافت ہوا، اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔

وقائع ۵۷۶ھ میں سیف الدین فرمانروائے موصل فوت ہوا اور اسکا برادر عم زاد عز الدین مسعود بن مودود زنگی جانشین ہوا۔

۵۷۷ھ میں ملک الصالح اسمٰعیل بن نور الدین زنگی فرمانروائے حلب ۱۹ سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ عز الدین جانشین ہوا۔ اس نے اپنے بھائی عماد الدین کو حلب کی حکمرانی دے دی۔

اسی سال یعنی ۵۷۸ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بلاد جزیرہ کو مفتوح کر کے موصل پر لشکر کشی کی۔ مگر کسی مصلحت سے سنجار جا کر اس کو تسخیر کر لیا۔ ۵۷۹ھ میں حلب پہنچا۔ عماد الدین زنگی نے بغیر جنگ کے حلب

---

[1] تاریخ الخلفاء، ص ۳۱۱۔

سلطان صلاح الدین کے سپرد کر دیا۔ سلطان صلاح الدین نے عماد الدین کو سنجار، نصیبین، خابور، رقہ، مسروج کے علاقہ کا حکمران بنا دیا، اس زمانہ میں شاہ ارمن فرمانروائے خلاط فوت ہوا۔ صلاح الدین میافارقین پہنچا وہاں پتہ چلا کہ اُس کا غلام بکتر اس اس کے تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا ہے اس نے صرف میارفارقین پر قبضہ کر لیا۔

طغرل کی فتوحات

۵۸۳ھ سلطان طغرل بن ارسلان شاہ نے بہت سے ملک زیر نگین کر لیئے قزل ارسلان بن الذکر فرمانروائے آذربائیجان۔ ہمدان اور اصفہان نے طغرل کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ خلیفہ سے مدد چاہی۔ یہاں سے لشکر گیا طغرل سے معرکہ رہا۔ شاہی لشکر شکست کھا گیا۔

واقعات سلطان صلاح الدین

عزیز الدین مسعود اور عماد الدین مل کر.... صلاح الدین کیخلاف ہو گئے بلکہ صلاح الدین کو زیر کرنے کیلئے عیسائیوں اور باطنیوں سے باضابطہ عہدنامہ کر لیا۔ باطنیوں سے یہ طے کیا کہ حلب میں ان کا تبلیغی مرکز قایم کر دیا جائے گا۔ اسکی اطلاع صلاح الدین کو ہو گئی مگر عماد الدین سے صلح ہو چکی تھی اس نے سکوت اختیار کیا۔

صلاح الدین مصر سے شام آیا فرنگیوں نے روکا۔ یہ دوسری طرف سے نکل کر طبریہ و بیان وغیرہ فرنگی علاقہ پر حملہ کرتا ہوا عکہ تک پہنچا اور فرنگیوں سے دو دو ہاتھ کر کے دمشق آ گیا۔ اس کے نائب عزالدین فرخ شاہ نے دبوریہ و شقیف کے فرنگی قلعے پر جو اسلامی سرحد پر واقع تھے صلاح الدین

لہ کتاب الروضتین ج ۲ ص ۲۳۔

کے آنے سے پہلے فتح کر لئے تھے، اور چوکیاں قایم کردی تھیں صلاح الدین
دمشق سے بیروت کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور بحری و بری حملہ کیا اس
دوران میں خبر ملی کہ بیت المقدس کے فرنگی زائرین کا ایک جہاز دمیاط آرہا
ہے، چنانچہ سلطان نے بیروت چھوڑ کر جہازوں کو آلیا، اور حملہ کر کے ایک ہزار
چھ سو فرنگی گرفتار کر لیئے [1]

اس کے بعد زنگی خاندان کی چھوٹی چھوٹی سرداریاں جو باہم لڑتی رہتیں
یا دشمنوں سے ساز باز کرتیں پہلے ان کے ختم کرنے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ
امیر مظفر الدین کوکبری والی حران جو عزالدین مسعود کا مخالف تھا اس نے
سلطان کو دعوت دی، چنانچہ وہ بیروت سے واپس ہو کر فرات کو عبور کر کے
جزیرہ کی طرف بڑھا اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو اعلان عام دیا کہ جو اطاعت
کرے گا اس کا علاقہ اس کے لیئے ہے ورنہ بزور شمشیر قبضہ کیا جائیگا سلطان
کی قوت اور سطوت کے آگے سب نے سر جھکا دیا جس نے سرتابی کی بزور
شمشیر اسکو مطیع کیا، اس طرح جزیرہ کا بڑا حصہ سلطان کا زیر نگین ہو گیا سنجار
لیا جا چکا تھا، آمد پر بہاء الدین قابض تھا، سلطان نے اس پر حملہ بول دیا
ابن نیسان نے وزیر قاضی فاضل کے ذریعہ چند شرائط پر شہر حوالہ کر دیا۔ محرم
۵۷۹ھ میں اس پر سلطان کا قبضہ ہو گیا، یہاں عظیم الشان کتب خانہ تھا جس میں
دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں یہ کتابیں سلطان نے قاضی فاضل کو دیدیں
سلطان نے محمد بن قرار کے لڑکے نور الدین کو آمد کا حاکم مقرر کر دیا۔ اسی زمانہ میں حلب

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۸۲۔

لیا جا چکا تھا، اب شام میں سلطان کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی، مکہ معظمہ سے بغداد کی مسجدوں تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا[۱]۔ اسکے بعد حارم عماد الدین سے لیا۔ حارم کے قبضہ کے بعد سلطان دمشق لوٹا۔ تمام ممالک محروسہ کی فوجیں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب افواج جمع ہو گئیں تو ۵۷۸ھ میں بیسان جو فرنگی علاقہ تھا اسطرف رخ کیا۔ فرنگی ساز و سامان چھوڑ کر نکل بھاگے اور سلطان کا قبضہ بلا مزاحمت بیسان پر ہو گیا۔ پھر جالوت میں جاکر منزل کی فرنگیوں نے سلطان کی پیش قدمی کی اطلاع پاکر الفوکہ میں عظیم الشان فوج جمع کی اس میں ایک ہزار تین سو مسیحی نائٹ اور پندرہ ہزار اچھے اسلحہ رکھنے والی پیدل فوج اور یورپ کے امراز اوے ہنری، لودین کا ڈیوک۔ ہمینی کا رالف اس کے علاوہ شام کے بڑے بڑے رئیس بالڈون۔ عاین کا بالیان صیدا کا ریجی نالڈ جو مسلمانوں کا دشمن تھا۔ قیساریہ کا والٹر کورنتی جوسلن وغیرہ تھے۔

سلطان عین جالوت سے الفوکہ پہنچا۔ دونوں میں خونریز معرکہ ہوا فرنگی الفوکہ سے ہٹ کر عین جالوت گئے۔ سلطان بھی ان کے عقب میں پہونچا اور چاروں طرف سے گھیر کر خوب قتل عام کیا۔ فرنگی پٹ کر بھاگے ان کا تعاقب کیا۔ کفر بلا۔ بیسان اور زرعین کو ویران کر ڈالا۔

اس مہم سے فراغت پاکر ۵۷۹ھ میں اسلام کے بڑے دشمن ریجی نالڈ کے علاقہ کرک پر فوج کشی کی۔ مگر ناکام دمشق لوٹا۔ وہاں جاکر مصر و شام

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۸۳۔

دجزیرہ کی فوجیں جمع کر کے ۵۸۳ھ میں دوبارہ کرک پر حملہ کر کے فتح کر لیا، مگر فرنگیوں کی تازہ دم فوج آگئی، سلطان کو ہٹنا پڑا۔ نابلس و رسبطینہ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا دمشق لوٹ گیا[1]

یروشلم کا فرمانروا امال رک مرگیا۔ اسنے اپنے کم سن بھانجہ بالڈون کو جانشین کیا اور اس کا نگراں لوسگنان کے گائی اور طرابلس کے فرمانروا ریمنڈ کو مقرر کیا۔ انہوں نے سلطان سے چار سال کے لئے صلح کر لی مگر اس زمانہ میں بطریق ہیرکلیوس مسیحی مجاہدوں کی بھرتی یورپ میں کر رہا تھا۔ ادہر ریمنڈ اور گائی میں یروشلم پر حکمرانی کی وجہ سے چپقلش چھڑ گئی۔ ریمنڈ سلطان سے ملگیا۔ سلطان نے اس کو یروشلم کا حکمراں بنانے کا وعدہ کر لیا۔ ریمنڈ کا اثر صلیبیوں پر بہت تھا، چنانچہ بہت سے فرنگی سلطان کی طرف ہو گئے[1]

موصل پر قبضہ

سلطان نے موصل کیطرف توجہ کی، معمولی جنگ کے بعد عزالدین سے صلح ہوگئی اور سلطان کا اسپر قبضہ ہوگیا۔ اب اتابکی حکومت ایوبی حکومت کے ماتحت ہوگئی۔

ریجی نالڈ نے بدعہدی کی مسلمان حجاج کا قافلہ اس نے اپنے علاقہ سے گزرتے ہوئے لوٹ لیا اور اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ سلطان نے اس کو تنبیہ کی۔

اہل قافلہ سے ریجی نالڈ نے کہا۔

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۱۹۸

"تم محمدؐ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے کیوں نہیں کہتے کہ
وہ آکر تمہیں چھڑائے"

ریجی نالڈ نے سلطان کی تنبیہ کی پرواہ نہیں کی۔ سلطان کو اسکے کلمۂ ناسزا کی بھی خبر ہوگئی، اس نے قسم کھا کر عہد کیا کہ اس صلح شکن کافر کو خدا نے چاہا تو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔

فرنگیوں سے فیصلہ کن جنگ

سلطان نے ممالک محروسہ میں جہاد کی عام منادی کرا دی، تمام زیر اثر امراء اور فرمانروا دمشق آگئے۔ ۵۸۳ھ میں سلطان دمشق سے فلسطین روانہ ہوا، سلطان نے الملک الفاضل کو راس الماء چھوڑا اور خود کرک روانہ ہو گیا، ریجی نالڈ کو ہمت نہ پڑی کہ مقابلہ کرتا۔ سلطان نے کرک اور اشوبک کے علاقہ کو تاراج و تاراج کر ڈالا۔

الملک الفاضل راس الماء سے عکہ کی طرف بڑھا۔ صفوریہ میں پچاس ہزار فرنگی جمع تھے جن میں ایک ہزار دو سو نائٹ تھے۔ گائی اور ریمنڈ ہر دو ملے اور صلیبیوں میں شریک ہو گئے۔

الملک الفاضل نے اسدادیہ اور استباریہ صلیبی مجاہدین کو صفوریہ کے قریب آلیا۔ اس کے ممتاز افسر قتل کئے اور صلیبیوں کو تہ تیغ کیا۔ سلطان کو اطلاع ملی وہ کرک سے الفاضل سے آکر مل گیا، اب اسلامی فوجیں طبریہ کی طرف بڑھیں۔

۵۸۳ھ میں سلطان نے صفوریہ کا رخ کیا اور فرنگیوں کے قریب

طبریہ کی پہاڑی پر فوجیں اتاریں۔ مگر طبریہ سے کوئی مقابل نہ آیا۔ سلطان نے شہر پر قبضہ کر لیا پھر نوبیا کے میدان میں صلیبیوں سے جنگ چھیڑ دی ہزار ہا نصرانی تہ تیغ ہوئے ان کی قوت کمزور ہونے لگی حطین کی آڑ لیکر بھاگنا چاہا مگر وہاں بھی شجاعانِ عرب نے آگا روک لیا۔ ان کی مقدس صلیب جو حضرت مسیح کی سولی کی بنی ہوئی تھی چھین لی، اب صلیبی پیچھے ہٹتے ہوئے گائی بادشاہ یروشلم کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ بالآخر ہتھیار ڈالدیئے فوج سلطانی نے سب بڑے بڑے امراء اور حکمرانوں کو گرفتار کر لیا۔[1]

اختتام جنگ کے بعد تمام معزز قیدی سلطان کی خدمت میں پیش ہوئے، یروشلم کے بادشاہ گائی کو پہلو میں جگہ دی، باقی امرا ان کے رتبہ کے مطابق بٹھائے گئے رجی نالڈ بھی پیش ہوا سلطان نے اس کا اپنے ہاتھ سے سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد ان قیدیوں کو ساتھ لے کر شہر حطین کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد طبریہ بھی قبضہ میں کیا۔ پھر عسکا پر فوج کشی کی اور اس کو فتح کر کے جامع مسجد جس کو صلیبیوں نے کنیسہ بنا لیا تھا، ایکصدی بعد سلطان نے پھر اس کو مسجد بنا کر اس میں جمعہ کی نماز پڑھی۔[2]

دوسری سمت سلطان کے بھائی ملک العادل نے مجدل یابا۔ ناصرہ قیشاریہ، حیفا، صفوریہ، شقیف، تولہ وغیرہ عکہ ملحقہ علاقے زیرنگیں کر کے یافہ کی بندرگاہ فتح کر لی۔

اسی عرصہ میں سلطان نے صیدا لے لیا۔ اسکے بعد بیروت پر فوج کشی

---

[1] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۰۱ [2] ابن اثیر ج ۱۱ ص ۲۰۳۔

کردی۔ اہلِ شہر نے نقصان اٹھاکر اس کو سپرد کر دیا، اس کے بعد سلطان نے صور اور عسقلان بزور شمشیر لے لئے۔

بیت المقدس کی فتح

۵۸۳ھ میں سلطان عسقلان سے بیت المقدس روانہ ہوا۔ سلطان کے عزم جہاد کی خبر سنکر مصر شام کے تمام بڑے بڑے علماء بیت المقدس کی فتح کی شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئے سلطان نے صلیبیوں سے کہلا بھیجا کہ میں یہاں خونریزی نہیں چاہتا، اس کو میرے حوالہ کردو اور معقول معاوضہ لے لو مگر وہ تیار نہیں ہوئے، آخر سلطان کو بدرجۂ مجبوری تلوار نکالنا پڑی ایک ہفتہ خوب خوب تلواریں چلیں۔ آخر ش صلیبیوں نے فدیہ دے کر نکلنا چاہا، فدیہ ۱۰ دینار فی مرد ۵ دینار فی عورت ۲ دینار بچہ دیا اور ۲ رجب ۵۸۳ھ بروز جمعہ ہمت ہار کر بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔[۱]

صلیبیوں نے ۴۹۲ھ میں بیت المقدس پر قبضہ کرتے وقت ستر ہزار مسلمان مسجد اقصیٰ میں شہید کئے تھے، جس میں ہزارہا علماء و زہاد اور عبادت گذار رہتے تھے۔ مگر مسلمانوں نے پر امن طور پر عیسائیوں سے بیت المقدس خالی کرایا۔ امیر مظفر الدین کوکری نے صدہا عیسائیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کیا پھر سلطان نے عام معافی دی۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ سلطان نے عیسائیوں کو اپنی فوج کی حفاظت میں صور تک پہونچا دیا۔ ملک العادل نے

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۲ ص ۲۰۷

ایک ہزار نصرانیوں کو بطور غلام لے کر اپنی طرف سے آزاد کر دیا، سلطان نے قبۃ الصخرہ اور مسجد اقصٰی جس کو عیسائیوں نے تصاویر کے ذریعہ بت خانہ بنا رکھا تھا اسکو ہٹایا اور اس کو درست کرا کر امام و قاری مقرر کئے، شعبان ۵۸۳ھ کو اکانوے سال کے بعد مسجد اقصٰی میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی، نور الدین زنگی کا بنوایا ہوا ممبر حلب سے طلب کر کے مسجد اقصٰی میں نصب کیا گیا۔

تطہیر بیت المقدس کے بعد سلطان نے مدرسہ رباطین تعمیر کیا فدیہ کی جو رقم وصول ہوئی تھی وہ علماء اور مستحقین میں تقسیم کر دی گئی، اسکے بعد صور پر فوج کشی کی، مگر ناکامی ہوئی، تاہم حضن کو کب لے لیا، اسکے بعد سلطان ۵۸۴ھ میں دمشق چلا گیا اور کچھ دن بعد انطرطوس لے لیا، پھر لاذقیہ پر قبضہ جمایا، غرضکہ فلسطین کی نصرانی حکومت کا خاتمہ سلطان کے ہاتھوں ہوا اب شام میں صرف مسیحی حکومت انطاکیہ تھی ابوہمنڈ نے سلطان سے صلح کر کے جان بچائی، یروشلم کے زوال سے یورپ میں تہلکہ مچ گیا، شام کا اسقف اعظم ولیم صوری قسیسیوں اور راہبوں کو لے کر روم آ پہنچا۔ پاپائے روم نے مقدس جنگ کے لئے فتویٰ دے دیا۔

انگلستان میں کنٹربری کے بلڈون نے جنگ صلیبی کا وعظ کہا، اس کی کوششوں سے فرانس اور انگلستان کے بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے ہنری دوم بادشاہ انگلستان، فلپ اگسٹس بادشاہ فرانس اور فریڈرک باربروسہ بادشاہ جرمنی ولیم بادشاہ صقلیہ اور یورپ کے نائٹس سب یکجا ہو کر صلیبیوں کو ساتھ لے کر فلسطین روانہ ہوئے۔ ہنری دوم مر گیا۔ اس کا لڑکا رچرڈ جانشین

ہوا وہ اس جماعت کا ہیرو بن گیا۔ غرضکہ رچرڈ اور فلپ عکہ پہونچے سلطان بھی فوج لے کر پہنچا خوب خوب مقابلہ ہوا آخر میں عکہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا اور پھر صلح ہوگئی، عسقلان تباہ کر دیا گیا۔ رچرڈ وغیرہ سب اپنے اپنے ملک چلے گئے، سلطان کامرانی کے ساتھ بیت المقدس آیا، عیسائیوں کو زیارت کی اجازت دے دی، امیر عزالدین جردیک کے بیت المقدس سپرد کر کے شوال ۵۸۸ھ میں حج کے ارادہ سے دمشق گیا۔

صلاح الدین کی وفات سلطان صلاح الدین ایوبی نے سفر شام فلسطین، جزیرہ و موصل میں وفات پائی۔ صلیبی جنگوں میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں کئے، یہ عالمگیر اقتدار کا مالک تھا۔ مگر ہمیشہ خلافت عباسیہ کے دامن سے وابستہ رہا اور بارگاہِ خلافت کے حلقۂ اطاعت سے کبھی الگ نہیں ہوا۔ سلطان صلاح الدین کے مفصل حالات تاریخ ملت کی جلد ہفتم میں بیان کئے گئے ہیں۔

وزرائے ناصر عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ظہیر الدین بن عطار کو جیل میں ڈال دیا۔ مجد الدین ابوالفضل بن صاحب وزیر استاد کو عہدۂ وزارت پر سرفراز کیا، مگر ناصر نے مجد الدین سے نظام حکومت ہاتھ میں لے کر کچھ عرصہ میں اس کو معطل کر دیا، اور پھر خلیفہ نے ۵۸۳ھ میں اس کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مجد الدین کے عہد میں خلافت مآب کی کچھ نہ چلتی تھی، علاوہ بریں اس کی ثروت اور مالداری اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ خلافت مآب کے خزانہ

کی اس کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ تھی۔ مجدالدین کے قتل کے بعد عبیداللہ بن یونس کنیت ابوالمظفر کو عہدۂ وزارت عطا ہوا اور لقب ... جلال الدین دیا گیا۔ یہ وزیر صاحب جلال اور باعظمت تھا اس کے دربار میں تمام امراء حتیٰ کہ قاضی القضاۃ بھی دربار داری کرتے تھے[۱]

ممالک محروسہ اسلامیہ میں بیعت کے لئے قاصد روانہ کئے صدرالدین شیخ الشیوخ کو پہلوان[۲] والی ہمدان، اصفہان، رے کے پاس روانہ کیا آخر کار سب نے بیعت کی۔ پہلوان کے مرنے کے بعد اس کا بھائی کزل ارسلان موسوم بہ عثمان حکمران ہوا۔ طغرل اس کی نگرانی سے نکل بھاگا اور امراء و اراکین کو بلا لیا۔ اور عثمان پر حملہ آور ہوا۔ عثمان نے دربارِ خلافت میں اپنا سفیر بھیجا۔ طغرل نے بھی چند شہر قبضہ میں کرکے خلافت مآب کی خدمت میں سفیر روانہ کیا اور دارالسلطنت کی تعمیر کی مرمت کی اجازت چاہی اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا سکہ بغداد و عراق میں چل رہا تھا، مگر مقتضی نے اس تعلق کو منقطع کر دیا تھا۔

---

[۱] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۷۰، [۲] محمد پہلوان ابن ایلدکز اتابک ۵۶۴ھ میں ایلدکز والیِ رے کو قتل کرکے خود حکمران بن گیا وہ ۵۶۸ھ میں ہمدان میں فوت ہوا محمد پہلوان اس کا جانشین ہوا۔ اس کا بھائی سلطان ارسلان بن طغرل بدستور اسکی کفالت میں ہا ۵۷۳ھ میں جب وہ مر گیا تو اسکے بیٹے طغرل کو اسکا جانشین کیا ۵۸۲ھ میں پہلوان نے وفات پائی، ہمدان رے، اصفہان، آذربائیجان اور آرانیہ وغیرہ اس کے زیر حکومت تھے اور طغرل مذکور نگرانی میں تھا۔

اس لئے دارالسلطنت بے مرمت ہو گیا تھا مگر خلافت مآب نے کزل عثمان
کے سفیر کی عزت و توقیر کی اور معاونت کا وعدہ کیا اور طغرل کے سفیر کو بلا جواب
کے واپس کیا۔ ان سفراء کی واپسی کے بعد خلیفہ نے سلاطین سلجوقیہ کے
دارالسلطنت کے انہدام کا حکم دے دیا جس پر نہایت تیزی سے عمل درآمد
کیا گیا۔ صفر ۵۸۴ھ میں دربارِ خلافت سے وزیر سلطنت جلال الدین ابوالمظفر
عبیداللہ بن یونس ظفری کا ایک لشکرِ عظیم لے کر کزل کی کمک کو روانہ ہوا
ہمدان میں کزل کے اجتماع سے پیشتر طغرل سے مقابلہ ہوا۔ میدان
طغرل کے ہاتھ رہا۔ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ وزیر سلطنت گرفتار ہوا۔ اس کے
بعد ہی کزل نے طغرل کو آ لیا اور فتح نصیب ہوئی۔ کزل نے طغرل کو
گرفتار کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ کزل استحکام و استقلال کے ساتھ
کل صوبجات پر حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے نام کا ممبروں پر خطبہ پڑھوایا۔
دروازہ پر پنجوقتہ نوبت بجوائی۔ ۵۸۸ھ میں طغرل اپنی خوابگاہ میں قتل
کیا ہوا پایا گیا۔ اس کے بعد دولتِ سلجوقیہ کا چراغ ہمیشہ ہمیش کیلئے گل ہو گیا۔[1]

نئے وزیر کا تقرر

خلافت مآب نے وزیر کی گرفتاری پر مؤید الدین ابو عبداللہ
محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب کو عہدۂ وزارت
پر سرفراز کیا۔ صوبہ خوزستان وغیرہ کی سند حکومت عطا کی، چنانچہ ۵۹۱ھ میں
شملہ والیِ خوزستان فوت ہوا تو وزیر دارالسلطنت جا پہونچا اور تشتر پر قبضہ
کر کے خوزستان بھی قبضہ میں لایا، ملوک بنی شملہ کو گرفتار کر کے بغداد روانہ کیا

۱؎ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۲

اور انتظاماً خوزستان کا حاکم طاش تکین کو کیا، یہاں سے سلطنت رے کی طرف بڑھا۔ پہلے ہمدان پر قابض ہوا، اس کے بعد خوارزم شاہ کی کی طرف توجہ کی وہ مقابلہ سے جی چراتا رہا یہ اس کے پیچھے رے تک پہونچا، وہ جرجان چلا گیا۔ وزیر نے رے پر تسلط کیا پھر شعبان ۵۹۲ھ میں انتقال کیا، خوارزم شاہ نے ہمدان پر فوج کشی کرکے وزیر کی بے سری فوج کو شکست دے کر قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد خوارزم شاہ اصفہان کی طرف متوجہ ہوا۔ وہاں کے امیر صدر الدین خجندی رئیس شافعیہ نے خلافت مآب کو لکھا کہ ہم آپ کے زیر حمایت آنا چاہتے ہیں خلافت پناہ نے سیف الدین طغرل جاگیردار "بلادِ نجف" کو اصفہان روانہ کیا۔ سیف الدین نے اصفہان پر قبضہ کیا اور اس کا خاطر خواہ انتظام کردیا۔ اس کے بعد زانجان اور قزوین بھی خلیفہ کے زیر نگین آگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت بنی عباس کے قوائے حکمرانی مضبوط ہوگئے اور حکومت و شوکت کو استحکام و استقلال میسر ہوگیا۔[1]

رفاہِ عام کے کام

خلیفہ ناصر نے جن شہروں پر اپنا اقتدار قایم کیا وہاں جو عمال تھے ان کو عدل و انصاف کی ہدایت کی، جگہ جگہ مدرسہ کھولے گئے شفاخانہ، مہمان سرائے اور باغات لگوائے گئے، تجارت میں بڑی سہولت دیدی گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلمرو بنی عباس میں عام امن و امان نظر آنے لگا۔

ابن طقطقی کا بیان ہے

---

[1] ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۷۶۔

"اس کے کار خیر اور اوقات حد شمار سے باہر ہیں اس نے بکثرت مسجدیں، خانقاہیں اور مسافر خانے بنوائے۔"

۶۰۲ھ میں طاش تکین امیر خوزستان فوت ہو گیا، خلیفہ نے اس کے داماد سنجر کو اس کا جانشین کر دیا۔ ۶۰۳ھ میں سنجر نے جبال ترکستان کا قصد کیا یہ عظیم الشان جبال فارس، عمان، اصفہان اور خوزستان کے درمیان واقع ہیں ان کا والی ابو طاہر تھا، اس نے اپنے داماد قشتمر کو اپنا جانشین کر دیا تھا۔ ان دنوں قشتمر ہی حکمرانی کر رہا تھا، چنانچہ سنجر نے اس پر حملہ کر دیا اور ناکام لوٹا۔

وزیر کی معزولی

نصیر الدین ناصر مہدی علوی رے کا امیر تھا اور بغداد مقیم تھا، خلافت پناہ نے اس کو وزیر سلطنت کی نیابت عطا کی، بعد چندے اس کو وزارت سونپ دی اور اس کے بیٹے کو وزیر خزانہ بنایا

نصیر الدین نے عہدۂ وزارت پا کر حکمت عملی سے کل اراکین دولت کو دبا لیا۔ ان حالات کے پیش نظر خلیفہ نے اسکو معزول کر دیا اور خانہ نشین رہنے کا حکم دیا اُسنے اس پر عمل کیا اور فخر الدین ابو البدر محمد بن احمد بن اسمینا واسطی بطور نائب وزیر وزارت کا کام انجام دینے لگا، اس زمانہ میں ابو فرس نصیر بن ناصر بن مکی مداینی وزیر خزانہ نے بغداد میں انتقال کیا تو اس کے بجائے ۶۰۰ھ میں ابو الفتوح مبارک بن عضد الدین ابو الفرج بن رئیس الروسا متعین کیا گیا۔ لیکن وہ خزانہ کا کام سنبھال نہ سکا۔ تو اس کو معزول کر دیا۔ اسکے بجائے مکین الدین محمد بن محمد بن بدر القمر

کاتب انشا نائب وزیر کو مقرر کیا اور اس کو موئد الدین کا لقب عطا کیا۔[۱]

سنجر سنجر خادم خلیفہ ناصر نے بغاوت کر دی تو موئد الدین اسکی سرکوبی کو خوزستان پہنچا اور اسکو گرفتار کر کے بغداد لے آیا، خلافت مآب نے دوسرے خادم یاقوت کو خوزستان پر مامور کیا پھر سنجر کو آزاد کر کے خلعت عطا کیا۔

ولیعہد کا انتقال خلیفہ ناصر نے اپنے چھوٹے لڑکے ابوالحسن علی کو ولیعہد کیا تھا وہ ۶۱۲ھ میں انتقال کر گیا، اس نے دو لڑکے چھوڑے موید اور موفق۔

ان دونوں کو ۶۱۳ھ میں خوزستان کی سند امارت عطا کی مع لشکر کے خوزستان بھیجا، موئد الدین نائب وزیر اور عز الدین شرابی کو اتالیقی اور نگرانی کی غرض سے ساتھ کر دیا، ہر دو نے خوزستان جا کر حکمرانی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد نائب وزیر اور شرابی بغداد واپس آ گئے۔[۲]

خوارزم شاہ خوارزم شاہ کے تغلب سے پہلے اغلمش نے بزور تیغ و حکمت عملی بلاد جبل پر قبضہ کر لیا تھا۔ خوارزم شاہ علاؤ الدین محمد بن تکش جانشین سلاطین سلجوقیہ کو جو صوبہ خراسان و ماوراء النہر پر مستولی ہو رہا تھا۔ ان بلاد پر قبضہ کرنے کا شوق چرایا لشکر آراستہ کر کے ادھر اس نے فوج کشی کر دی، اُدھر اتابک سعد بن دکلا والی فارس بلاد جبل کیلئے بڑھا پہلے اتابک نے اصفہان پر قبضہ جمایا، پھر "رے" کیطرف بڑھا یہاں خوارزم شاہ کی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ سخت خونریزی کے بعد اتابک کو ہزیمت ہوئی

[۱] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۲۰ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۲۔

خوارزم شاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور آگے بڑھ کر قزوین۔ زنجان اور ابہر پر قابض ہوا، اہل ہمدان نے گردن اطاعت جھکا دی اسکے بعد وہ اصفہان پر متصرف ہوگیا۔ قم اور قاشان بھی خوارزم شاہ نے لے لئے والی آذربائیجان اور ارمینیہ نے بغیر تحریک کے اطاعت قبول کی اب اس کے حوصلے بڑھ گئے، دارالخلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا نامہ و پیام خلیفہ سے کیا، مگر دربار خلافت نے اسکے تمرد کو دیکھ کر انکار کر دیا تو خوارزم شاہ نے طیش میں آکر دربار خلافت پر حملہ کرنا چاہا اور امیر حلوان کو سند امارت عطا کر کے بیدہ ہزار سواروں کی جمعیت سے بغداد بڑھنے کا حکم دیا[1]۔ خلافت مآب کو خبر لگی تو خلیفہ نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ خوارزم کو سمجھائیں کہ غلط قدم نہ اٹھائے شیخ الشیوخ خوارزم شاہ کے پاس تشریف لیگئے وہ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا، مگر اس نے کہا۔ میں تو بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چین لوں گا۔ آپ اسکو بددعا دیکر چلے آئے جو فوج اس نے بغداد کے لئے روانہ کی، جب وہ راستہ میں ہمدان سے آگے پہنچی تو اسقدر برف باری ہوئی کہ ساری فوج ہلاک ہوگئی جو باقی رہی اسکو بنو برجم ترک نے آلیا اور تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ خوارزم نے ۶۱۵ھ میں خراسان میں خلیفہ کے نام کا خطبہ ممنوع قرار دیدیا۔

تاتاریوں کا خروج

چینی تاتار کے ان بلند اور وسیع میدانوں میں جو منگولیا کہلاتے ہیں بہت سی خانہ بدوش اقوام

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۹۳۔

آبادتھیں نہایت خونخوار، سخت دل، جنگ جو، یہ وہ لوگ تھے جن کی لوٹ کھسوٹ سے بچنے کے لئے قدیم چینیوں نے دیوار چین بنائی۔

زمانۂ قدیم میں ایک بادشاہ (یعنی قبائل کا سردار) النجہ نامی تھا اس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے، ایک کا نام مغول رکھا، دوسرے کا نام تاتار، ان کی اولاد ان کے ہی نام سے مشہور ہوئی، مغلوں میں ایل خان مشہور سردار تھا اور تاتاریوں میں مشہور شخصیت سونج خان کی تھی، ایل خان کی اولاد میں بہادر خان تھا جس کا لڑکا چنگیز خاں تھا اس کی پیدائش ۵۴۹ھ میں ہوئی۔ چنگیز نے تمام مغلوں اور تاتاریوں کو متحد کرکے ارد گرد کے علاقے لے کر حکومت قایم کرلی اور بیس سال کی جدو جہد میں بڑی سلطنت کا مالک بن گیا۔ ۶۱۲ھ میں چنگیز نے اپنے ملک کے معزز مسلمانوں کا ایک وفد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا کہ دونوں ممالک میں تجارت کا سلسلہ قایم کیا جائے خوارزم شاہ نے اس کو منظور کرلیا۔

ایک عرصہ تک دونوں طرف کارروان تجارت آتے جاتے رہے ۶۱۹ھ میں چار سو تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ دریائے سیحون کے ساحل پر مقام سردار یا میں اترا۔ وہاں کے والی نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ چنگیز خان کے جاسوس تاجروں کے بھیس میں یہاں آئے ہیں، خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کردو۔ والی نے اس حکم کی تعمیل کی اور کل سامانِ تجارت خوارزم شاہ کے پاس بھیجدیا۔ اس نے یہ سامان سمرقند بخارا کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کرڈالا[1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۴۰

چنگیز خاں کو خبر ہوئی تو اُس نے لکھا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے، لہذا تمام سامان واپس کر دیا جائے اور غائر خاں والی سرداریا کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اس سے اس کا بدلہ لیں، مگر خوارزم شاہ نے اس سفیر کو بھی قتل کرا دیا۔ اس پر چنگیز خاں نے غضبناک ہو کر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی، خوارزم شاہ نے پہلے ہی حدود ترکستان پر حملہ کر دیا، مگر ناکام رہ کر لوٹ آیا، راہ میں جس قدر شہر آباد تھے ان کے باشندوں کو جلاوطنی کا حکم دیا جس سے وہ حصہ ملک جو جنت زار تھا ویران ہو گیا۔

خوارزم شاہ کی یہ حرکت چنگیز کے لئے زیادہ سودمند ہوئی کہ وہ بخارا تک بغیر مزاحمت ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ آگیا، اہل شہر نے علامہ بدرالدین قاضی شہر کو اماں طلب کرنے کے لئے چنگیز کے پاس بھیجا۔ اس نے نامنظور کیا ۶۱۶ھ میں چنگیز بخارا میں داخل ہو گیا اور وہاں کے باشندوں کو نکل جانے کا حکم دیا، جو بچ رہے قتل کئے گئے، کچھ غلام بنائے گئے بخارا سا عظیم الشان شہر جلا دیا گیا، مگر جو صرف کھنڈر کی صورت میں رہ گیا۔ چنگیز پھر سمرقند گیا، اس کا بھی یہی حال کیا۔ چنگیز نے ۲۰ ہزار فوج کو حکم دیا کہ خوارزم شاہ کو جہاں ہو پکڑ لایا جائے یہ غزنیہ میں تھا، وہاں سے نیشاپور گیا۔ تاتاری بلائے بے درماں کی طرح اس کے ملکوں کو غارت کرتے ہوئے چلے اس نے نیشاپور بھی چھوڑا مگر اس حالت میں کہ دشمن عقب میں تھے، اس پر بھی ... خوارزم شاہ عیش و عشرت میں تھا۔ باوجودیکہ لاکھوں فوج اس کے

لے ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۴۱

پاس تھی، ڈٹ کر مقابلہ کر سکتا تھا، مگر تاتاریوں کی ہیبت اس کے قلب پر مستولی ہو چکی تھی جس نے اس کو ڈرپوک بنا دیا تھا۔

بحرۂ طبرستان کے اندر اس کا ایک قلعہ تھا، بندرگاہ پر پہونچکر جہاز میں سوار ہو گیا، اس کی روانگی کے بعد تاتاری پہونچے اور مجبوراً اس کا پیچھا چھوڑ کر مازندران آئے اور رے کو تاخت و تاراج کر ڈالا پھر ہمدان کو لیا اور قزوین کو فتح کر کے چالیس ہزار باشندے تہ تیغ کر دئے، وہاں سے آذربائیجان کی طرف بڑھے، تبریز کا محاصرہ کیا۔ اس کا امیر ازبک بن پہلوان تھا، جو ہر وقت شراب کے نشہ میں مست رہتا تھا، وہ مدافعت کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ وزرائنے تاتاریوں کو کچھ رقم دے کر صلح کر لی،

خوارزم شاہ جزیرہ ابسکون میں تھا، یہاں بھی تاتاری آ گئے تو جزیرہ میں جانے کے چند روز بعد ۶۱۷ھ میں انتقال کر گیا، اس غربت میں کفن تک میسر نہ آیا۔[۱] خوارزم شاہ تاتاری سیلاب لانے کا سبب ہوا ابن اثیر کی روایت ہے کہ اس نے چنگیز خاں کو خود مقابلہ کی دعوت دی اور تاتاری سرحد پر فوج کشی کی، سرحد میں خونریز جنگ ہوئی، یہ لوٹ آیا[۲]

علاؤالدین محمد خوارزم کے چار بیٹے قطب الدین ازلاق، غیاث الدین تیرشاہ رکن الدین غورشاہ اور جلال الدین منکبرنی تھے، علاؤالدین نے ان چاروں میں ملک تقسیم کر دیا اور جلال الدین کو ولیعہد کیا چنانچہ علاؤالدین کے

---

[۱] ابوالفدا ج ۳ ص ۹۳، [۲] جہانکشا ج ۲ ص ۱۰۴، [۳] شاہان خوارزم کے سلسلہ میں ایک محمد بن انوشتکین تھا، امیر بلباک سلجوقی نے گرجستان سے (باقی بر صفحہ ۳۶۳)

بعد اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ مگر بھائیوں میں چل گئی یہ خوارزم چھوڑ کر نسا رچلا گیا، راہ میں تاتاریوں سے سامنا ہوا مگر یہ لڑ بھڑ کر غزنین نکل گیا تا تاریوں کو خبر ہوئی تو وہ خوارزم کیطرف متوجہ ہوئے، قطب الدین ازلاق میں ان کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس لئے وہ تاتاریوں کی آمد کی خبر سنکر خوارزم سے نکل بھاگا لیکن راہ میں تاتاری مل گئے، انہوں نے اس بزدل اور نامرد کو مع خدم وحشم کے گھیر لیا اور تلوار کے گھاٹ اتار دیا ان تاتاریوں کی کمان چغتائی اور اکتائی کے ہاتھ میں تھی، یہ لوگ خوارزم پہونچے خوارزم پر خمار ترکی حاکم تھا، اس سے مقابلہ ہوا تو ہمت مردانہ سے لڑتا رہا جب تاتاری مجبور ہوئے تو فصیل شہر توڑ کر اندر گھس گئے اور شہر کو لوٹ لیا اور ویران کر ڈالا، شہر کو فتح کرنے کے بعد دریا کے بند کو جس کے ذریعہ شہر میں پانی آتا تھا کھول دیا جس سے سارا شہر مع آبادی کے تہ آب ہو گیا۔[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۲) انوشتگین کو خرید لیا تھا اور مثل اولاد کے اسکو تعلیم و تربیت دی انوشتگین نے اپنے بیٹے کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی یہ خوارزم کا والی ہوا سلطان برکیارق نے اس کو خوارزم شاہ کا لقب بخشا۔ اس نے اپنی لیاقت اور انصاف پسندی سے ہر دلعزیزی حاصل کر لی، سلطان سنجر نے بھی خوارزم کی حکومت پر اس کو بحال رکھا وہیں ۵۲۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اتسز مقرر ہوا یہ نہایت مدبر اور شجاع تھا، یہ سلطان مسعود کی جگہ خوارزم کا مختار حکمران ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان ہوا۔

[۱] ابن اثیر جلد ۱۲ ص ۱۵۲۔

چنگیز نے خود ترمذ پر فوج کشی کی، اس پر قبضہ کرکے وہاں کے باشندوں کو قتل کرادیا۔ اس کے بعد بدخشاں کی ولایت فتح کی پھر بلخ پہونچا یہاں سے تولی خاں کو خراسان بھیجا اور خود طالقان گیا۔ چنگیز خان نے ترامذ اور بلخ کی طرح طالقان اور بامیان کی آبادی کو بھی ختم کرادیا۔ بامیان کے بعد چنگیز جلال الدین کے مقابلہ کے لئے غزنین پہونچا۔ جلال الدین ہندوستان چلے جانے کیلئے دریائے سندھ پر پہونچا، چنگیز نے وہاں اس کو گھیر لیا، جلال الدین نے اپنی مختصر سپاہ کے ساتھ اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ تاتاریوں کی صفیں الٹ دیں لیکن تاتاریوں نے تین طرف سے جلال الدین کو گھیر لیا آخر اس نے لڑتے لڑتے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور تیزی سے تیرتا ہوا نکل گیا، اہل و عیال کو چنگیز نے گرفتار کرلیا اور اولادِ ذکور کو قتل کردیا۔

پھر چنگیز نے غزنہ اور غور پر قبضہ کرکے پوری آبادی کو قتل کردیا اور اس کو لوٹ مار کرکے ویران کردیا۔ جلال الدین کے تعقب میں چنگیز نے ہندوستان فوج بھیجی اس نے پنجاب تک پیچھا کیا، لیکن جلال الدین ہاتھ نہ آیا، تاتاری پنجاب اور ملتان کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے واپس گئے اور خراسان۔ فارس، آذربائیجان، ارمنستان، اران، گرجستان اور قفچان کے سارے علاقے زیر و زبر کرتے ہوئے روس کے علاقے تک پہنچ گئے۔ اب اقصائے چین سے عراق، بحر خضر اور حدود روس تک اور بحر شمالی سے سرحد کا عریض و طویل رقبہ چنگیز کے قبضہ میں تھا۔

نوٹ: چنگیز نے اپنے چار بیٹوں جوجی خان، چغتائی، تولی خان اور کدائی کو یہ تمام مقبوضہ علاقے تقسیم کردیئے۔

جلال الدین ۶۲۱ھ میں کرمان ہوکر واپس آیا۔[۵] عراق اور فارس غیاث الدین سے لے کر اتابک سعد کا علاقہ اس کے حوالے کیا اور غیاث الدین کو اپنے ماتحت کرکے عراق کی حکومت پر بحال رکھا۔ یہاں سے فارغ ہوکر خوزستان (علاقہ خلافت مآب) پر فوج کشی کردی خلیفہ ناصر نے امیر قشمتر کو حکم دیا کہ اس سے نبرٹ لے۔ چنانچہ قشمتر نے تستر کو بچالیا باقی خوزستان جلال الدین کے ہاتھوں پامال ہوا۔ اس نے چنگیز سے بڑھ کر مسلمانوں پر ظلم توڑے۔[۵] پھر جلال الدین نے بغداد کیطرف رخ کیا۔ مظفر الدین کوکبری والی موصل کو ناصر نے مقابلہ کے لئے بھیجا وہ اس سے ساز باز کرگیا جلال الدین نے آذربائیجان سے لیکر تبریز پر قبضہ کیا۔ پھر گرجستان پر متصرف ہوا اور گنجہ پر بھی قبضہ جمایا، اس سے جلال الدین کی حکومت کا دائرہ وسیع ہوگیا۔

علاء الدین خوارزم شاہ

علاء الدین بن تکش بن ارسلان بن سلطان شاہ محمود بن ارسلان بن اتسز بن محمد بن انوشتگیں

علاء الدین باعظمت فرمانروا تھا، اس کی سلطنت کا رقبہ نہایت وسیع تھا ایک طرف عراق سے لیکر چین کی سرحد تک اور دوسری طرف کابل اور مغربی ہندوستان تک اسکی سلطنت کا دائرہ پھیلا ہوا تھا، سجستان، کرمان طبرستان جرجان، عراق، عجم، خراسان اور فارس کے کچھ حصہ اس کے زیر نگیں تھے۔ خطا کے علاقے بھی اس کے تصرف میں تھے۔ علاء الدین فاضل فقیہ مذہبی علوم کا ماہر، علم دوست اور علما نواز تھا۔ اسکی ذات میں بہت سی خوبیاں

---

[۵] تاریخ ابن خلدون ج ۵ ص ۱۰۴ [۵] ابن اثیر ج ۱۲ ص ۱۶۳۔

جمع بقیس، اس نے اکیس[۲۱] سال حکمرانی کی۔

اس کے آستانہ پر بڑے بڑے سلاطین و اُمرا جمع رہتے تھے[۱] مگر خلافت بنی عباس سے ٹکر لینے کے ارادے نے اسکی عظمت کو خاک میں ملادیا خلیفہ ناصر کی سیاسی چال نے چنگیز کے ہاتھوں اس کی حکومت کے ٹکڑے اُڑوا دئیے اور اس کی بدولت لاکھوں مسلمان تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور جو شہر صدیوں میں علم و فن اور تہذیب و تمدن کے مرکز بنے تھے تباہ و برباد ہو گئے، خلیفہ ناصر باللہ اور علاء الدین کی کشمکش کا نتیجہ ایک بڑے اسلامی علاقے کو بھگتنا پڑا۔

وفات ناصر الدین اللہ

ناصر ۶۱۹ھ میں فالج میں مبتلا ہوا۔ نقل و حرکت جاتی رہی، ایک آنکھ بھی نہ رہی آخر رمضان ۶۲۲ھ میں ۴۷ برس حکمرانی کر کے دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اوصاف

علامہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ناصر ذی علم اور صاحب فنون مختلفہ تھا۔ متعدد فنون میں اس کی تالیفات ہیں[۲]۔

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی عباسی خلیفہ نے الناصر الدین اللہ کے برابر خلافت نہیں کی وہ ۴۷ سال خلیفہ رہا اور مدت العمر عزت و جلالت کی حالت میں رہا۔ تمام دشمنوں کو تباہ کیا۔ بادشاہوں سے اظہار اطاعت کرایا۔ کسی شخص کو اس سے سرکشی کی جرأت نہ ہوئی اور جس نے کی اسکی سرکوبی کر دی گئی جس نے اس سے گستاخی کا ارادہ کیا، خدا نے اسے تباہ کیا۔

---

[۱] ابوالفدا ج ۳ ص ۱۴۸ [۲] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۴۔

عجیب اقبال مند شخص تھا۔ اپنے دادا کی تمام خوبیاں اس میں جمع تھیں[۵۱]

ابن طقطقی لکھتا ہے۔

" ناصر بڑا فاضل اور ممتاز خلیفہ تھا۔ جملہ امور میں بصیرت رکھتا تھا، سیاست داں، باہیبت، جری، بہادر، تیز طبع، حاضر دماغ، ذہین، فصیح و بلیغ تھا اور کسی سے علم و فن میں کم نہ تھا"

نظام مملکت

واثق باللہ کے بعد سے دولت بنی عباس کا نظام سلطنت بگڑنا شروع ہوا۔ مگر ناصر کے دادا نے سنبھالا لیا اور ناصر نے اپنے قلمرو کا عمدہ انتظام کیا۔

ذہبی کا بیان ہے

" مصالح ملک میں سخت اہتمام کرتا تھا۔ چھوٹے بڑے غرض تمام رعایا کا حال اس سے پوشیدہ نہ تھا، راتوں کو گلیوں میں پاپیادہ گشت لگاتا تھا، اس سے رعایا اور عمال سب ڈرتے تھے[۵۲]

محکمہ مخبر و پرچہ نگار

ناصر نے مخبر اور پرچہ نگار کا ایک محکمہ قائم کیا ہر شہر میں اس محکمہ کی طرف سے مخبر و پرچہ نگار مقرر تھے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں

" روزانہ تمام بادشاہوں کی خبریں اس کو پہنچ جاتی تھیں شاہ مازندران کا ایلچی بغداد آیا۔ اس کا پرچہ نگار " اس کے شبینہ افعال و اعمال کا پرچہ ہر صبح خلیفہ کو پہنچا دیتا تھا ایلچی

---

[۵۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۳ [۵۲] الفخری ص ۲۸۷

کو پتہ لگ گیا۔ اس نے یہ حالات دیکھ کر اپنے تمام کام نہایت احتیاط سے پوشیدہ طور پر کرنے شروع کئے، مگر جتنا کام وہ پوشیدہ کرتا تھا، اتنا ہی الناصر اس کے واقعات پیشی پر ظاہر کردیتا۔ ایک دن ایلچی نے ایک بیسوا چور دروازہ سے بلوائی رات بھر وہ پاس رہی، صبح اس کا پرچہ لگ گیا جو لحاف اوڑھے ہوئے تھے، اس پر ہاتھی کی تصویر بنی تھی، خلیفہ کی خدمت میں جب ایلچی حاضر ہوا تو خلیفہ نے اس سے رات کی کیفیت بیان کردی ایلچی گھبرا گیا۔ اور اس کو کامل یقین ہوگیا کہ خلیفہ کو علم غیب حاصل ہے [1]

خوارزم شاہ کا ایلچی اپنے بادشاہ کا مخفی سربمہر خط لے کر آیا ناصر الدین اللہ نے اُسے دیکھتے ہی کہہ دیا۔

"مجھے اس خط کا مضمون معلوم ہے تم واپس جاؤ اسکا جواب پہنچ جائے گا" [2]

سخاوت ایک شخص ہندوستان سے خلیفہ کے لئے ایک طوطا لے کر چلا جو قل ھو اللہ احد پڑھتا تھا، وہ راستہ میں مرگیا۔ اس شخص کو بہت رنج ہوا۔ اتنے میں اس کی قیام گاہ پر خلیفہ کا خادم آیا اور طوطا طلب کیا وہ رو پڑا اور کہنے لگا وہ تو مرگیا۔ خادم نے کہا وہ مجھ کو دو اور اس سے کہا کہ تجھ کو کتنے انعام کی توقع تھی اس نے کہا۔ پانچسو دینار کی

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۴ [2] ایضاً۔

خادم نے وہیں پانچسو دینار کمر سے کھول کر اسکو دے دیئے اور کہا جس روز تو ہندوستان سے چلا ہے خلیفہ کو تیری آمد کی اطلاع ہو گئی تھی [1]

ذہبی کا بیان ہے کہ ناصر جب کھلتا تھا یعنی لیتا دیتا تو آسودہ حال کر دیتا تھا، جب سزا دیتا تھا تو سخت سزا دیتا۔[2]

ہیبت وجلال الناصر ہیبت وجلال کا خلیفہ تھا۔ اراکین سلطنت اور عمال حکومت اس سے لرزہ براندام رہا کرتے تھے، بغداد سے دور ہند اور مصر کے حکمران بھی ناصر سے خوفزدہ رہتے تھے۔

اعیانِ سلطنت ناصر کا ذکر خلوتوں میں بھی دھیمی آواز سے کرتے تھے۔

خطبہ بنی عباسی کے قلمرو کے علاوہ چین اور اسپین میں بھی اُسکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

خوش خلق، خوبصورت، فصیح اللسان، بلیغ البیان شخص تھا اسکو فرامین علم وادب کے بہترین نمونے ہیں۔

ابن واصل کہتے ہیں۔

"ناصر نہایت شجاع، صاحبِ فکر اور عقل رسا رکھتا تھا پولیٹکل چالیں خوب چلتا"

ابن نجار کا بیان ہے۔

"ناصر کے پاس سلاطین آتے تھے، اس کی اطاعت قبول کرتے مخالف اس کے ہاتھوں ذلیل ہوتے اور اسکی تلوار نے

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۲ [2] ایضاً۔

سرکشوں کو سرنگوں کر دیا تھا، اس کا ملک اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ آخری خلفائے بنو عباس میں سے کسی کا نہ تھا۔[1]

درشتی مزاج و حرص دولت

ناصر میں خوبیاں زیادہ تھیں مگر ایک درشت مزاجی اور حرصِ دولت نے اس کے اوصاف کو نمایاں نہ ہونے دیا، مورخین کہتے ہیں کہ حصولِ زر کے لئے اسنے رعایا پر بعض اوقات بڑی زیادتی کی نئے ٹیکس جاری کئے مال و جائداد کے لئے سیکڑوں آدمیوں کو جیل میں بھی بھر دیا، خراج کی مقدار غیر معمولی حد تک بڑہادی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ناصر کے ظلم سے عراق ویران ہو گیا۔ مگر اور کسی تاریخ سے اس کا ثبوت نہیں ملا۔

ناصر کے واقعاتِ زندگی بتاتے ہیں کہ ٹیکس رعایا سے لیتا تھا اور رفاہِ عام میں خرچ کرتا تھا، خود اپنی ذات پر صرف نہیں کرتا تھا: لہو و لعب میں مبتلا نہ تھا۔[2]

علمی ترقی

الناصر کے عہد میں بغداد علم و فضل کا مرکز بنا ہوا تھا! اسکے عہد میں علوم و فنون کے بڑے بڑے آئمہ کبار تھے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، علامہ مرغینانی صاحب الہدایہ، قاضی خان صاحب الفتوی، ابو الفرج بن جوزی عماد کاتب امام فخر الدین رازی نجم الدین کبری، فخر الدین بن عساکر، ابو القاسم البخاری العثمانی صاحب الجامع الکبیر جیسے علما تھے خود ناصر فاضل یگانہ تھا۔ موفق عبد اللطیف کا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۳۔ [2] ایضاً۔

بیان ہے کہ وسطِ ایامِ خلافت میں ناصر کو تحصیل علم حدیث کا شوق ہوا دور دور سے محدثین بلائے گئے، ان سے حدیث پڑھی اور سنی اور اجازت حاصل کی، پھر خود بہت سے بادشاہوں اور علماء کو اپنی طرف سے اجازتِ روایت حدیث دی ایک کتاب میں ۰، حدیثیں جمع کر کے حلب بھیجدیں، ذہبی نے ابن سکینہ ابن الاحضر، ابن النجار، ابن دامغانی وغیرہ کو ان لوگوں میں تبلایا ہے جنہوں نے الناصر سے اجازت روایت حدیث حاصل کی [۱]

ناصر کے عہد میں مسلمان اقطاعِ عالم علمی جدوجہد میں لگے ہوئے تھے گو نئی نئی حکمرانیاں بن گئی تھیں، مگر حکمران خود علم سے دلچسپی لیتے تھے، چنانچہ سارٹان لکھتا ہے۔

"اس دور میں دنیا کے اہم کاروبار مسلمان ہی چاروں طرف انجام دیتے تھے، سب سے بڑا فیلسوف الفارابی مسلمان تھا، سب سے بڑا ریاضی داں ابوکامل شجاع بن اسلم اور ابراہیم بن سنان مسلمان تھا سب سے بڑا جغرافیہ نویس اور عالم متجر المسعودی مسلمان تھا، سب سے جید مورخ الطبری مسلمان تھا، یہ سچ ہے کہ سب سے بڑا فاضل طبیب اسحٰق اسرائیلی مسلمان نہ تھا لیکن عربی بولنے والا اور حکمائے اسلام کا شاگرد ضرور تھا"

علمائے عہدِ ناصر | حافظ ابو طاہر سلفی۔ ابوالحسن بن القصار اللغوی کمال الدین ابوالبرکات بن الانباری شیخ احمد بن رفاعی

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۴۔

زاہد۔ ابن بشکول یونس، دہبی، یونس شافعی ابوبکر بن طاہر الاحدب النحوی ابوالفضل ورافعی، ابن ملکون نحوی، عبدالحق اشبلی صاحب الاحکام۔ ابو زاہد السہیلی صاحب الروض الانف، حافظ ابوموسیٰ المدینی، ابن بری اللغوی حافظ ابوبکر الحازمی، شرف بن ابی عصرون، ابوالقاسم البخاری عثمانی صاحب جامع الکبیر، نجم الحبوبی المشہور یا اصلاح، ابوالقاسم بن خیرۃ الشاطبی صاحب العقیدہ، فخرالدین ابوشجاع۔ محمد بن علی بن شعیب بن الاما الفرضی (واضع جدول فرائض) عبدالرحیم بن حجون الزاہد، ابوالولید بن رشد صاحب العلوم الفلسفیہ جمال بن فضلان شافعی، قاضی صاحب الانشاء والترسل، شہاب طوسی ابوالفرج بن الجوزی۔ عماد الکاتب، ابن عظیمۃ المقری، حافظ عبدالغنی المقدسی صاحب العمدہ۔ رکن الطاؤس صاحب الخلافت شمیمی الحلی ابو زر الخشنی النحوی، امام فخرالدین رازی، ابوالسعادات ابن اثیر صاحب جامع الاصول و نہایت الغریب، عماد بن یونس صاحب الشرح الوجیز شرح صاحب التنبیہ، حافظ ابوالحسن بن المفضل، وجیہ الامان النحوی، ابو الیمین الکندی النحوی، معین الحاجری، صاحب کفایہ شافعی۔ ابوالبقا العبکری صاحب الاعراب، عبدالرحیم بن سمعانی، نجم الدین کبریٰ، موفق الدین قدامۃ الحنبلی۔ فخرالدین بن عساکر۔

فقہاء و محدثین علی بن ابراہیم ناصرالدین ابوعلی غزنوی، اصولی و فقیہ و مفسر مؤلف مشارع مع شرح منابع ۵۸۲ھ میں فوت ہوئے۔

ــــــــــــــــــــ

۱؎ الفخری ص ۲۸۷۔

احمد بن محمد بن عمر ابو النصر زاہد الدین عتابی بخاری عالم زاہد مؤلف بسیط شرح زیادات عتابی فتاوی عتابیہ ۵۸۶ھ میں انتقال ہوا۔

عماد الدین بن شمس الائمہ بکر زرنجری فقیہ ۵۸۴ھ میں فوت ہوئے۔

ابو بکر بن مسعود بن احمد کاشانی ملک العلمار علار الدین شاگرد علار الدین محمد سمرقندی مؤلف تحفۃ الفقہار سلطان المبین فی اصول الدین ۵۸۷ھ میں وفات ہوئی۔

احمد بن محمود بن ابو بکر صالونی فقیہ فاضل ہدایہ وکفایہ ومختصر ہدایہ تالیف کیں۔ شمس الائمہ کردی آپ کے شاگرد تھے، ۵۹۰ھ میں انتقال کیا۔

مطہر بن الحسین بن سعد قاضی القضاۃ جمال الدین یزدی کے خاندان سے تھے، جامع صغیر زعفرانی کی شرح تہذیب نام لکھی اور مشکل الآثار طحاوی اور نوادر ابو اللیث کو ملخص کیا۔ علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے تحت میں بارہ مدارس تھے۔ ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن عمر بن عبد اللہ نیشاپوری شیخ ابو بکر رشید الدین امام فقیہ مؤلف فتاوی رشید الدین ۵۹۷ھ میں انتقال ہوا۔

احمد بن محمد بن محمد خطیب خوارزم موفق الدین شاگرد نجم الدین نسفی وجار اللہ زمخشری ۵۹۰ھ میں وفات پائی۔

علی بن احمد بن مکی حسام الدین رازی مؤلف شرح قدوری و خلاصۃ الدلائل و تنقیح المسائل ۵۹۸ھ میں فوت ہوئے۔

محمود بن عبید اللہ بزدوی، کتاب عون یادگار ہے، ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے۔

سعید بن سلمان کندی علمائے اعلام میں سے تھے تالیف ارجوزۃ الحدیث مسمی شمس المعارف وانس العارف ہے ۶۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن احمد بن عمر بخاری، ظہیر الدین شاگرد شیخ حسن بن علی ظہیر الدین مرغینانی، فتاوی ظہیریہ یادگار ہے ۶۱۹ھ میں وفات پائی۔

بدیع بن منصور قرینی، مفسر، فقیہ شاگرد نجم الدین نجم الائمہ بخاری مؤلف منتیہ الفقہا ۶۲۰ھ میں انتقال ہوا، سیواس میں دفن ہوئے۔

علامہ عیسیٰ بن ملک عادل سیف الدین ابو بکر فنون فقہ اور حدیث و لغت وغیرہ کے ماہر تھے، آٹھ برس مصر میں بادشاہ رہے شاگرد جلال الدین محمود نے اپنے وقت میں علمائے کے بڑے قدر دان بہت سی کتابیں جمع کیں انکے عہد میں لغت جامع کبیر، مجموعہ صحاح و جمہرہ ابن دُرَید لکھی گئی، ترتیب مسند احمد بابواب فقہ والسہم المصیب فی الرد علی الخطیب وغیرہ لکھی گئیں خود جامع کبیر امام محمد کی ضخیم شرح لکھی علاوہ اس کے کتاب عروض یادگار ہے، ۶۲۴ھ میں انتقال کیا۔

ابو الحسن علی بن اسعد بن رمضانی الاستانی المقری الخیاط، حدیث کی سماعت ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد بن احمد بن سلمان سے کی۔ ماہ ربیع الاول ۶۰۲ھ میں وفات پائی [1]

الحسن بن احمد الہمدانی، یمن کا رہنے والا تھا، جغرافیہ سے دلی لگاؤ رکھتا تھا، اس نے آثارِ قدیمہ کی بڑی تحقیق کی۔ الاکلیل اور صفت جزیرۃ العرب

[1] معجم البلدان ج ۱ ص ۲۳۳۔

اسکی مشہور معروف یادگاریں ہیں، حکومت نے ان کو کسی وجہ سے قید کردیا تھا صنحا کے مجلس میں ۳۳۴ھ ۹۴۵ء میں انتقال کیا۔

حسن بن منصور بن محمود روزجندی فخر الدین قاضی خاں شاگرد محمود بن عبد العزیز تالیفات ہیں فتاوی قاضی خاں اور شرح زیادات معروف ہیں، ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

یوسف بن حسین بن عبد اللہ بدر ابیض، شاگرد برہان بلخی، دمشق میں ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

علی بن احمد بن مکی حسام الدین رازی مفتی مذہب حنفیہ مؤلف شرح قدوری ۵۹۸ھ میں انتقال ہوا۔[۱]

مظفر بن یوسف الارموی، ادیب زمانہ تھے ان کا لڑکا یونس فاضل اور کاتب تھا۔ اور ناصر کے دربار سے متعلق تھا۔[۲]

---

[۱] مقدمہ فتاوی ہندیہ (عالمگیری) [۲] معجم البلدان ص ۲۰۳-۲

ظاہر بامراللہ

نام و لقب ابو نصر محمد بن ناصر المقلب بہ ظاہر بامراللہ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا۔

تعلیم و تربیت فاضل باپ کا خلف ارشد تھا تعلیم و تربیت شاہانہ ہوئی۔ اپنے والد سے روایت حدیث کی اجازت پائی اور ان سے ابو صالح بن نصر بن عبدالرزاق بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے روایت کی۔[۱]

خلافت ناصر کی وفات کے بعد پہلی شوال ۶۲۲ھ کو ابو نصر محمد تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے اسوقت انکی عمر ۵۲ سال کی تھی، لوگوں نے کہا آپ فتوحات کیطرف توجہ کیوں نہیں دیتے، آپنے فرمایا۔ میرا کھیت تو سوکھ چکا ہے بیکار طمع سے کیا فائدہ ہے، لوگوں نے کہا کہ خدا آپ کی عمر میں برکت دیگا جواب دیا کہ جس شخص نے شام کو دوکان کھولی، وہ کیا خاک کمائے گا۔[۲]

عدل و انصاف ابن کثیر کا بیان ہے کہ الظاہر تخت خلافت پر بیٹھے تو اتنا عدل و احسان کیا کہ پچھلے دو خلفائے نے بھی نہ کیا تھا اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد ان جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو اس میں مبالغہ نہوگا۔ جتنے اموال و املاک انکے باپ دادا نے ضبط کئے تھے یا کام میں لائے تھے، سب مستحقین کو واپس کر دیئے، تمام نئے ٹیکس معاف کر دیئے اور حکم دیا کہ جو خراج پہلے سے تھا وہی قائم رہے، ایک دفتر کا افسر واسطے آیا انکے پاس ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھے جو اسنے ظلم سے پیدا کئے تھے، خلیفہ نے کہا یہ تمام مال مستحقین کو واپس کر دو، جو لوگ قرض کی علت میں گرفتار تھے ان کو رہا کر دیا

---

[۱] و [۲] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۸

اور قاضی کو دس ہزار دینار بھیج دیئے، کہ ان کا قرضہ اتار دیا جائے۔

سخاوت عید اضحیٰ کے روز علماء و صلحا کو ایک لاکھ دینار تقسیم کئے[۱]، اس تمام روپے میں ایک حبہ ایسا نہ تھا کہ کسی سے زبردستی یا خلاف شرع وصول کیا گیا ہو۔

سبط ابن جوزی کا بیان ہے

"ایک روز الظاہر خزانہ کی طرف آ نکلے، انکے غلام نے کہا کہ یہ خزانہ آپکے والد کے وقت کا ہے اور بھرپور ہے، آپنے فرمایا کہ آخر میں کیا تدبیر کروں کہ یہ خزانہ پھر بھر جائے مجھے تو اسکو خدا کی راہ میں خرچ کر کے خالی کرنا آتا ہے، جمع کرنا سوداگر کا کام ہے"[۲]

وفات ظاہر نے نو مہینہ فرائض خلافت انجام دے کر ۱۵ رجب ۶۲۳ھ کو وفات پائی[۳]

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اسنے قبل وفات بخط خاص ایک فرمان زیرو لکھا تھا جو اراکین دولت کے روبرو پڑھا گیا۔

وزیر نے تمام اراکین سلطنت کو جمع کیا تو خلافت مآب کے قاصد نے کھڑے ہو کے کہا۔

"امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ صرف اس قدر کہنے پر اکتفا کیا جائے کہ دربارِ خلافت سے یہ فرمان آیا ہے یا یہ حکم صادر ہوا ہے اور اس کے بعد اس کا کوئی اثر کہیں محسوس نہ ہو، اس زبانی گپ شپ کو چھوڑ دو اور اس پر

---

[۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۱۹ [۲] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۵ [۳] تاریخ الخلفاء ص ۱۹

عمل درآمد کرو۔"

قاصد اس قدر کہہ کر خاموش ہو گیا، فرمان کھولا گیا تو اس میں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا۔

توقیع عام

"آگاہ ہو جاؤ کہ ہماری یہ تاخیر مہمل اور بیکار نہیں ہے اور نہ ہماری یہ چشم پوشی غفلت پر مبنی ہے، بلکہ ہم لوگوں کو جانچتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص اچھا کارگزار ہے اس سے بیشتر ملک کی ویرانی رعایا کی بربادی کا اور تخریب شریعت کی جو کارروائیاں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور براہ مکر و فریب جن جھوٹی باتوں کو تم سچائی کے لباس میں ظاہر کیا کرتے تھے اور بیخ کنی و ہلاکتِ رعایا کو حق رسی و دادرسی سے تعبیر کرتے تھے ہم نے تمہارے ان تمام افعال ذمیمہ و حرکاتِ قبیحہ سے درگزر کیا۔ افسوس ہے کہ تم نے اس فرصت کے وقت کو مغتنمات سے شمار کر کے خوفناک اور مہیب شیر کے پنجوں اور دانتوں کی طرح سے خلق اللہ کو چیر پھاڑ ڈالا تم لوگ ایک ہی بات کو بالفاظ مختلف کیا کرتے ہو حالانکہ تم عَلَم خلافت کے امین اور معتمد علیہ ہو تم لوگ اپنی خواہشات کی طرف خلافت مآب کی رائے کو مائل کر لیتے ہو اور حق و باطل کو ملا جلا دیتے ہو اس سے بجبر بڑی تمہاری

رائے سے موافقت کی جاتی ہے بظاہر مطیع اور فرمانبردار ہو لیکن حقیقت میں حد درجہ کے نافرمان اور متمرد ہو۔ صورۃً موافقت کا پیرایہ اختیار کرتے ہو اور حقیقۃً پورے پورے مخالف اور سرکش ہو۔ الحمد للہ کہ اب اللہ سبحانہ نے تمہارے خوف کو امن سے، محتاجی کو غنا سے اور باطل کو حق سے تبدیل کر دیا اور ایک ایسا فرمانبردار خلیفہ تم کو عنایت کیا ہے جو تمہارے عذرات قبول کرے گا، اور اس شخص سے انتقام لے گا جو اپنی خطاؤں پر مصر ہوگا اور اپنی حرکات نامعقول سے باز نہ آتا ہوگا۔ امیر المومنین تم کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں، ان کا یہی مقصد ہے کہ تم لوگ ہمیشہ عدل و انصاف سے رہو اور بیجا ظلم سے احتراز کرتے رہا کرو۔ امیر المومنین کو ظلم و ستم بے حد ناگوار اور ناپسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی ناراضی سے امیر المومنین خائف و ترساں ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب و توفیق دے گا۔ پس اگر تم نے وہ راستہ اختیار کیا جو ملکِ خدا میں اس کے نائبوں اور امینوں کا ہے تو نورٌ علی نور ورنہ یاد رکھو کہ ہلاک اور تباہ ہو جاؤ گے"۔

ؔلہ ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۸۷۔

مستنصر باللہ

ابوجعفر منصور مستنصر باللہ بن ظاہر بامر اللہ ایک ترکیہ اُم ولد کے بطن سے ۵۸۸ھ میں پیدا ہوا۔[1]

خلافت مستنصر ۱۴ رجب ۶۲۳ھ / ۱۲۲۶ء کو سریر آرائے تخت خلافت ہوا۔ یہ بھی باپ کے نقشِ قدم پر چلا رعایا میں عدل پھیلایا اور مقدمات میں انصاف کیا، اہل علم و دین کو اپنا مقرب بنایا، دین کو مضبوط کیا، ہتمر دین کا قلع قمع کیا سنت کو رواج دیا۔ فتنوں کو مٹایا، لوگوں کو سنت کی طرف مائل کیا اور جہاد میں تندہی کی، نصرتِ اسلام کے لئے لشکروں کو جمع کیا، سرحد کی حفاظت کی اور بہت سے قلعے فتح کیے، پھر یہ نظام بگڑ گیا، کیونکہ خلافت سنبھل نہ سکی اسکے سامنے امرائے دولت عباسیہ خودسری کرنے لگے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

"اس نے بھی اپنے مرحوم باپ کا رویہ اختیار کیا مگر یہ کہ اس کے عہدِ خلافت میں شیرازۂ حکومت درہم برہم ہوگیا، خراج کم ہوگیا۔ صوبجات بٹ گئے، ان وجوہ سے لشکریوں کی تنخواہیں ادا نہیں ہوسکتی تھیں، اور نہ ان کے وظائف دیئے جاسکتے تھے۔ مجبوراً لشکر کا حصۂ کثیر موقوف کر دیا جس سے بیحد تغیرات وقوع میں آئے"[2]

تاتاری تغلب و استیلا بڑھتا آرہا تھا، انہوں نے بلادِ روم کو غیاث الدین کیخسرو آخری بادشاہ بنی قلج ارسلان کے قبضہ سے نکال لیا اور اس کے بعد انہوں نے

---

[1] تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۰ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۹۷ -

بلادِ ارمینہ کو تاخت و تاراج کر دیا۔ غیاث الدین نے تاتاریوں سے امن طلب کی، انہوں نے اپنی طرف سے بلادِ روم پر اس کو مقرر کیا۔[1]

مستنصر باللہ دار الخلافت بغداد میں انہی بلاد پر حکمرانی کر رہا تھا، جو گورنر ان صوبجات اور اطراف و جوانب کے والیانِ ملک کے دستبردار اور قبضہ تصرف سے بچ رہے تھے۔ مگر زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ ان صوبوں پر تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور وہ والیانِ ملک کو زیر کر کے اور انکی دولتوں اور حکومتوں کا نام صفحہ ہستی سے محو کر کے دار الخلافت بغداد کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔[2]

جلال الدین شاہ خوارزمی

جلال الدین کا اقتدار عراق، فارس گرجستان، آذربائیجان، اور خلاط وغیرہ پر قائم ہو گیا۔ اکتائی خاں نے اس کے انسداد کی طرف توجہ کی، چنگیز خاں ۶۲۴ھ میں مر چکا تھا، اس کے بیٹے اپنے اپنے علاقہ کی توسیع میں لگ گئے۔ چنانچہ اکتائی نے امیر جرماغون کو اسی ہزار فوج کے ساتھ جلال الدین کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔[3] جلال الدین خلاط تھا اسے خبر ہوئی تو اس نے خلافت مآب اور شام کے اُمراء کو مدد کے لئے لکھا مگر کسی نے اعانت نہ کی، تاتاری خلاط پہنچے یہ آمد گیا، یہاں بھی تاتاری فوج آ گئی، یہ کوہستانی علاقہ میں روپوش ہو گیا، ایک کرد نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا، اس کے مرتے ہی خوارزمی حکومت ختم ہو گئی، تاتاری جلال الدین کے علاقہ پر قابض ہو گئے اور پھر عباسی

---

[1] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۷ [2] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۸ [3] تجربۃ الامصار و تجزیۃ الاعصار (تاریخ صاف)

سرحد پر یورش کی مگر مستنصر کی فوجوں نے ان کو پسپا کر دیا[1]

علمی ذوق مستنصر خانوادۂ بنی عباس کا چشم و چراغ تھا، علوم دینی اسلاف سے ورثہ میں پائے تھے خود عالم اور علماء کا قدردان تھا۔

مدرسہ مستنصر اللہ ابن واصل نے لکھا ہے کہ مستنصر نے دجلہ کے کنارے شرقیہ پر ایک مدرسہ بنایا تھا جس سے بہتر دنیا میں کوئی مدرسہ نہ ہوگا۔ اسمیں چاروں مذہبوں کے لئے چار مدرس مقرر ہوئے مدرسہ سے متعلق شفاخانہ اور فقراء کے لئے باورچیخانہ بنوایا۔ اور ان کے استعمال کے لئے مکان، چارپائی، بستر، چراغ تیل وغیرہ اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا، نیز حمام اور خدمت گار بھی ان کے لئے مقرر تھے، فی الحقیقت ایسا مدرسہ اس وقت دنیا میں نہ تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس مدرسہ کی عمارت کی تعمیر ۶۲۵ھ میں شروع ہو کر ۶۳۱ھ میں ختم ہوئی، مدرسہ سے متعلق ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جسمیں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر نہایت نفیس و نایاب کتابیں آئیں اور کتبخانہ میں کہی گئیں دو سو اڑتالیس فقیہ طالب علم روزانہ کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔

مدرسہ میں چار مدرس حدیث، نحو، طب اور فرائض کے علیحدہ علیحدہ تھے انکے لئے کھانے پینے کا بھی اہتمام تھا، مدرسہ میں یتیموں کیلئے بھی انتظام تھا مستنصر نے مال کثیر اس کے لئے وقف کیا تھا، جسمیں کثیر التعداد گاؤں بھی تھے، مدرسہ کا پنجشنبہ ماہ رجب ۶۲۵ھ میں افتتاح ہوا اس تقریب میں عمائد ملک شریک تھے،[1] ۶۲۳ھ میں ملک اشرف نے دارالحدیث اشرفیہ قایم کیا جسکی تکمیل ۶۳۰ھ میں ہوئی،

سکہ مستنصر نے سونے کے درہم مسکوک کرائے تاکہ سونے کے چھوٹے ٹکڑوں کا

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۱۔

چلن موقوف کردیا جائے

قضا | ۶۳۵ھ میں قاضی شمس الدین احمد الخوئی قاضی دمشق بنائے گئے، ۶۳۶ھ میں شیخ عین الدین بن عبدالسلام کو دمشق کا عہدۂ خطابت ملا۔

آثارِ خیر | مستنصر نے مساجد، سرائیں، مدارس، شفاخانے کثرت سے بنوائے اور ان کی ترقی سے پوری دلچسپی لی[۵۱]

وفات | ۱۵ رجمادی الآخر جمعہ ۶۴۰ھ کو انتقال کیا۔

ہمعصر علماء

ابوالقاسم الرافعی جمال المصری، سکاکی صاحب المفتاح، حافظ ابوالحسن بن القطان، یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ، موفق عبداللطیف بغدادی، حافظ ابوبکر بن نقطہ، حافظ عزالدین علی بن اثیر صاحب التاریخ والانساب واسد الغابہ، سیف الامدی، ابن فضلان، عمر بن الفارض شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، ابوعمرو حافظ زکی الدین برزانی، شمس الجونی، حافظ ابوعبداللہ دبیثی، ابن عربی صاحب فصوص وغیرہ[۵۲]

یاقوت حموی | مستنصر کے دور کا نامور ادیب اور جغرافیہ داں یاقوت بن عبداللہ الحموی ۵۷۴ھ ۱۱۷۹ء میں پیدا ہوا کمسنی میں اسکو حماد کے ایک تاجر نے خرید کر تعلیم و تربیت دلائی بعد کو اپنا سفری منشی بنا کر آزاد کردیا، یاقوت جابجا پھر کر مخطوطات نقل کرتا اور انکو فروخت کر کے ضروریات پوری کرتا ۶۱۶ھ ۱۲۱۹ء میں تاتاری فوجوں نے خوارزم کو تاراج کیا تو یہ وہاں

---

[۵۱] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۳ [۵۲] ایضاً۔

سے جان بچا کر بھاگا۔ ۱۲۲۴ء میں حلب آیا۔ اور یہیں معجم البلدان لکھی اس کی دوسری مشہور اور ضخیم تصنیف معجم الادباء ہے جو بیس جلدوں میں طبع ہو گئی ہے حلب میں ۶۲۶ھ ۱۲۲۹ء میں فوت ہوا۔

ایوبی خاندان

سلطان صلاح الدین کے بعد اس کے لڑکوں نے جہاں تھے وہیں حکومت قائم کر لی، عزیز نے مصر میں، افضل نے دمشق میں اور ظاہر غازی نے حلب میں مستقل حکومتیں قایم کیں۔ ۵۹۶ھ میں ملک العادل نے مصر و دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ۶۱۵ھ میں عادل فوت ہوا تو اس نے مصر پر اپنے لڑکے الملک الکامل کو حاکم کیا۔ دمشق، قدس، طبریہ، اردن اور کرک کا علاقہ معظم عیسیٰ کو دیا خلاط اور جزیرہ اشرف موسیٰ شہاب الدین غازی کو اور جوبر کا قلعہ ارسلان شاہ کو عطا کیا۔ معظم کے بعد اس کا لڑکا داؤد جانشین ہوا۔

مصر کے حاکم الملک الکامل کے بعد عادل بن کامل اس کا جانشین ہوا اس کے بعد اس کا بھائی الملک الصالح مصر کا حکمران بنا ۶۴۷ھ میں اسکا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا توران الملقب بہ الملک المعظم ۶۴۸ھ میں قتل ہوا تو اس کی ماں شجرۃ الدر حکمران رہی، جس نے امیر معز الدین ایبک جاشنیگر ترکمانی سپہ سالار سے عقد کر لیا اور اس کو مصر کا حاکم بنا دیا مگر بحری امراء نے موسیٰ بن یوسف ایوبی الملقب بہ الملک الاشرف فرمانروائے یمن کو لاکر مصر کا تخت نشین کیا اور امیر معز الدین کارپرداز سلطنت رہا، شجرۃ الدر نے اس کو قتل کرا دیا، اس کے بعد اس کا لڑکا نور الدین علی تخت نشین ہوا۔

اس کے بعد سیف الدین قطر اور پھر ملک الظاہر بیبرس بند قداری تخت مصر پر بیٹھا۔

دولتِ قرختائیہ

قرختائیوں کی قوم کرمان میں زور پکڑ گئی تھی جلال الدین کے وقت میں براق حاجب امرائے دولت میں تھا، جلال کی سلطنت ختم ہوئی تو اسنے کرمان میں ایک چھوٹی سی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں سلاطین ذیل حکمران ہوئے۔

رکن الدین خواجہ حق ابن براق حاجب قطب الدین محمد سلطان عصمۃ الدین قتلق ترکان، جلال الدین سیورغتمش صفوت الدین پادشاہ قاتون، سلطان مظفر الدین محمد شاہ، قطب الدین شاہجہان عصمۃ الدین اور صفوۃ الدین یہ دو عورتیں تھیں۔ صفوۃ الدین بڑی حسینہ، شاعرہ اور عاقلہ تھی اس کی ایک رباعی نقل کی جاتی ہے[1]

آن روز کہ از ل نشانش کردند ؛ آسائش جان بیدرانش کردند
دعوی لب نگار میکرد نبات ؛ زان روسیہ چوب در بانش کردند

جلال سیورغتمش نیکنام بادشاہ تھا مظفر الدین کے وقت میں مولانا فخر الدین کو لوگوں نے قتل کیا، قطب الدین کے عہد میں سلاطین مغل کے کسی گورنر نے قطب الدین سے کرمان نکال لیا اور اس طرح ۷۰۳ھ میں قرختائیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد ملک اسلام ناصر کو کرمان کی حکومت ملی اور کچھ روز تک مختلف حکام کی آمد و رفت سے کرمان خراب ہوکر امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کو جو مان کی طرف سے قرختائی

---

[1] تاریخ اسلام علامہ ابوالفضل عباسی ص ۲۹۷۔

تھا، کرمان کی حکومت ۷۴۱ھ میں ہاتھ آئی۔ مبارز الدین محمد کے عہد میں شیخ ابو اسحق اور شیخ شجاع دو بڑے شخص تھے، مبارز الدین ان دونوں سے برابر لڑتا رہا۔

مبارز الدین کی حکومت سندھ سے شام تک قائم ہو گئی تھی، یہ بڑا زبردست حکمران تھا۔ اس کے بعد مجاہدین زین العابدین، عماد الدین احمد نصرت الدین یحییٰ ایک ساتھ مختلف مقامات پر حکمران ہوئے، اسی زمانہ میں تیمور کا عہد شروع ہوا۔ چنگیز خاں نے تو لوٹ مار کر اپنا راستہ لیا تھا۔ لیکن تیمور کے بعد اسلامی سلطنت ایک نئے انداز پر قائم ہوئی۔

مستعصم باللہ

مستعصم باللہ ابو احمد عبد اللہ بن المستنصر باللہ سنہ ۶۰۹ھ میں ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوا۔[1]

نام و نسب

تعلیم و تربیت ابن نجار موید طوسی ابدروح ہروی النجیم البادرای شرف الدیا مطی سے روایتِ حدیث کی اجازت حاصل کی تھی علمی استعداد معقول تھی۔

خلافت امیر دیودار اور امیر شرابی اراکین سلطنت نے ابو احمد عبد اللہ کو خلیفہ بنایا، باوجودیکہ اس کا بھائی خفاجی، عباسی قابلیت اور اہلیت میں اس سے فائق تھا اور وہی خلافت کا زیادہ مستحق تھا لیکن ان امراء نے اپنے مفاد کو زیادہ ملحوظ رکھا۔

ابو احمد جمادی الثانی سنہ ۶۴۰ھ میں تخت نشین خلافت ہوا اور مستعصم باللہ لقب اختیار کیا۔

اس کے زمانہ میں تولی خاں کی سلطنت کو وسعت ہوتی جا رہی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

خلیفہ نہایت مطمئن تھا، اسے تاتاریوں سے تشویش نہ تھی، وہ سمجھتا تھا کہ تاتاری بغداد پر حملہ نہ کریں گے۔ اس غفلت سے دشمن نے

[1] تاریخ الخلفاء ذکر مستعصم باللہ۔

فائدہ اٹھایا اور اس کی قوت مجتمع ہوتی رہی جس نے مستقبل میں کوہِ آتش فشاں بن کر بغداد کو لپیٹ میں لے لیا۔

وزارت موئد الدین محمد بن علقمی شیعی سرپرست ابی حدید معتزلی شارح نہج البلاغۃ کو وزارت پر سرفراز کیا، یہ بڑا عاقل اور فرزانہ تھا لیکن اس کی طینت خراب تھی، بہت بے فیض و ناقابل اعتبار تھا۔[۱] تھوڑے ہی عرصہ میں مستعصم پر علقمی حاوی ہو گیا۔ جس کا نتیجہ عباسی حکومت کی ہولناک تباہی و بربادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔[۲]

تاتاری حکمران چنگیز کا دوسرا لڑکا تولی خاں جو سب بھائیوں میں چھوٹا تھا، چنگیز کے بعد دو سال ۶۲۴ھ سے ۶۲۶ھ تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد اوکتاقاں بن تین سال حکمراں رہا۔ اس کا لڑکا کیوک خاں نابالغ تھا، اس لئے اسکی ماں ملکہ توراکینیا خاتون چودہ سال ۶۲۹ھ سے ۶۴۳ھ تک تخت چنگیزی پر بیٹھی، اس کے بعد منگو خاں پسر تولی خاں نے تخت حکومت سنبھالا تو ہلاکو خاں کو ملک ختا پر قبضہ کرنے کو بھیجا۔ ۶۵۵ھ میں منگو خان کے انتقال کے بعد سلطنت چنگیزی چند حصص میں بٹ گئی۔

۱۔ اریغ بوکا پسر تولی پسر چنگیز خاں نے دارالخلافہ قراقورم پر قبضہ کیا۔

۲۔ آلغو پسر بائیدا خاں پسر جغتائی پسر چنگیز خان نے ایمالیغ میں اپنی علیحدہ سلطنت قائم کی۔

۳۔ توبلا خاں پسر تولی خاں پسر چنگیز نے بالیغ (پیکن) کو دارالسلطنت

۱؎ الفخری ۲۹۷۔ ۲؎ ابوالفدا، ج ۳ ص ۱۷۱۔

قرار دیکر علیحدہ حکومت کرنی شروع کردی۔

۴۔ قیدو پسر قاشی پسر اوکتائی قان پسر چنگیز خان سائے چنگیزی کے مطابق خود کو جائز وارث خیال کر کے علیحدہ حکومت کرنے لگا، اس نے بخارا کو اپنا دار السلطنت بنایا۔

صائن خان پسر توشی پسر چنگیز اس وقت روس، جرمنی، پولینڈ اور آسٹریا کی فتح میں مشغول تھا، اسنے وہاں اپنی حکومت قائم کرلی اس کا دار الخلافہ مرقیق تھا"

ہلاکو خاں

ہلاکو خاں بن تولی خاں بن چنگیز کا بھائی منگو خاں ۶۵۱ھ میں تخت نشین ہوا، جس کا ذکر مختصر آچکا ہے اس نے خاقان کا لقب اختیار کیا۔ جلوس کے چند سال بعد بعض۔ بدنظمیوں کی بنا پر باطنیوں نے ایران میں بغاوت کردی تھی، منگو خاں نے ایک لشکر جرار اپنے بھائی ہلاکو خاں کی سرکردگی میں روانہ کیا، ہلاکو خان نے سمرقند سے گذر کر دریائے اکیس کو عبور کیا اور براہِ بلخ کوہستان پر حملہ کردیا، باطنیوں کا حاکم رکن الدین گرشاہ ثانی ہلاکو کا مقابلہ نہ کرسکا، اسکی اطاعت قبول کرلی، اور ہلاکو کے کہنے سے اپنے تمام کوہستانی علاقہ کے پچاس قلعے منہدم کرادیئے جس سے حسن بن صباح کی یادگار حکومت ختم ہوگئی۔

یہاں جسقدر باطنی آباد تھے (عورت، مرد) ہلاکو نے سب کو تہ تیغ کردیا آخر میں رکن الدین کو بھی قتل کرادیا، یہاں سے فارغ ہو کر منگو خاں کے مرنے کے بعد خود حکومت ہاتھ میں لی۔

اور مراغہ کو دارالخلافہ قرار دیکر ایران و عراق پر اقتدار قائم کیا اسکا وزیر مشہور فلسفی خواجہ نصیر الدین طوسی تھا، اس کے علاوہ اور بھی ارکانِ سلطنت تھے جن میں سے علاء الدین اور شمس الدین محمد جوینی کو عراق خراسان اور مازندران کا حاکم بنایا تھا۔

علقمی کی تمنا علقمی کو حکومت بنی فاطمہ مصر کے خاتمہ کا بڑا صدمہ تھا، وہ یہ چاہتا تھا کہ دولت بنی عباس کو مٹا کر پھر کسی فاطمی کو برسر اقتدار لایا جائے۔ چنانچہ اس نے تاتاریوں سے خط و کتابت کی[1] وہ اپنے آقا مستعصم کو تباہی کی راہ پر لگا رہا تھا۔

شیعی سنی جھگڑا بغداد میں شیعہ اور سنیوں میں باہمی فساد ہو گیا اور ابو بکر بن مستعصم نے مستعصم کے حکم پر شیعوں کے محلہ کرخ کو تباہ کرا دیا۔ علقمی کو اس واقعہ پر سخت غصہ آیا اور اس نے خواجہ نصیر الدین طوسی کو یہاں کا سب حال لکھا اور یہ لکھا کہ ہلاکو کو ہر صورت سے بغداد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرے اور خود نے بھی ہلاکو کو بغداد آنے کی اپنے بھائی کی معرفت دعوت دی[2]

مگر ہلاکو بغداد پر حملہ کرتے ہوئے ڈرتا تھا، کیونکہ جانتا تھا کہ ناصر کے زمانہ میں جواماغوں جس کو اوکتائی قان نے بغداد پر حملہ کرنے کے لیئے بھیجا تھا دو مرتبہ عباسی سے شکست کھا چکا تھا۔ مگر وزیر علقمی برابر ابن صلایا والی اربل کے ذریعہ تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کے لئے اکسا تارہا[3]

---

[1] دول الاسلام ج ۲ ص ۱۱۶ [2] ابو الفداء ج ۳ ص ۱۹۳ [3] ابن خلدون ج ۳ ص ۵۳۷

محقق طوسی نے یہ چال چلی کہ علم نجوم کا حوالہ دے کر ہلاکو خاں کو فتح بغداد کی بشارت دیدی، ہلاکو خاں نے خلیفہ کو لکھا کہ دویدار کو چک سلیمان شاہ شرابی یا وزیر علقمی کو میرے پاس بھیجدو۔ لیکن ان کے بجائے خلیفہ نے محی الدین ابن الجوزی کو بھیجدیا، یہ ہلاکو ناگوار گذرا۔

بغداد پر ہلاکو کا حملہ

ہلاکو خاں نے ہمدان سے خلیفہ کو لکھکر بھیجا کہ تم اپنے آپکو اور دارالسلطنت کو مغلوں کے حوالے کردو۔ ورنہ طاقت سے کام لیا جائے گا، اس کے جواب میں خلیفہ نے شرف الدین بن عبداللہ کو قاصد کی حیثیت سے ہلاکو کے دربار میں بھیجا، ہلاکو نے جب ان سے تبادلہ خیالات کیا اور خلیفہ کا جواب سنا تو سمجھ گیا کہ یہ دفع الوقتی کی چال ہے، چنانچہ اس نے تاتاری لشکر سوغونجاق اور باجو خاں کی قیادت میں اربل کے راستہ سے بغداد روانہ کردیا، یہ لشکر تکریت پہنچا جہاں سے دجلہ کی مغربی جانب عبور کرکے شہر انبار پر فرات کے مغربی جانب بڑھا اور تیج کے میسرہ نے باب کلوازی کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔

ہلاکو خاں ذوالحجہ ۶۵۵ھ کو خود روانہ ہوا اور اس فوج کی کمان ہاتھ میں لے لی، باب کلواذی بغداد کا مشرقی پھاٹک تھا۔

ہلاکو تاتاریوں کے قلب لشکر کی کمان خود کر رہا تھا اس نے وسط محرم ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء میں بغداد کی مشرقی سمت اپنی فوجیں اتار دیں۔ اس وقت تاتاریوں کے لئے شیعہ بھائیوں کی ریشہ دوانیوں سے آسان صورت پیدا ہوگئی۔ کرخ اور محلہ حی الکاظمیہ جو شیعوں کے مرکز تھے کھلم کھلا اس سے

ساز کر گئے تھے۔

ہلاکو کا تیس ہزار سواروں کا لشکر جیل پہنچا، اسوقت خلیفہ کی فوج کا ایک ہراول دستہ مجاہد الدین ایبک دویدار کی قیادت میں نکلا جو قلیل تعداد میں تھا، ان دونوں کا بغداد کی مغربی جانب شہر سے قریب تصادم ہوا۔ خلیفہ کا لشکر غالب رہا اور ہلاکو کا لشکر سخت ہزیمت کھا گیا۔ اس کے سپاہی کثرت سے ہلاک اور اسیر ہوئے، اس وقت غنیم کے لئے وہ رود بار ایک مصیبت بنی جسے اس نے شب میں فتح کر لیا تھا، کیچڑ کی زیادتی نے بھاگنے والوں کے راستے مسدود کر دیئے، صرف وہی لوگ جانبر ہو سکے جنہوں نے اپنے آپ کو پانی میں ڈالدیا تھا، اور جو سنگی کے راستہ شام کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے لیکن دویدار صحیح سالم اپنے دستے کے ساتھ بغداد پہونچا، اس کے بعد باجو ایک عظیم الشان فوج لے کر مغربی جانب سے بغداد میں داخل ہوا اور چند روز تاج کے سامنے خروکش رہا، اپنے جاسوسوں کے ذریعہ حالات کا جائزہ لیتا رہا اور اپنے موافق فضا پیدا کر لی[1]

امیر فتح الدین، مجاہد الدین اور دویدار کوچک نے قلعہ بغداد کا انتظام کیا۔ ہلاکو خاں کا لشکر ۱۲ محرم ۶۵۶ھ میں سیلاب کی طرح بغداد کی مشرقی طرف یعقوبی درب سے امنڈ پڑا۔ اور پورے شہر پر چھا گیا، اس وقت لوگ گھبرا کر چھتوں اور میناروں پر چڑھ گئے، ہلاکو کے لشکر نے بغداد کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ سامان رسد بند کر دیا، مگر اس کو اندرون بغداد جانے کی ہمت

---

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۱۱۱۔

نہ پڑتی تھی، آخر کار مغلوں کی فوج اینٹوں کا پشتہ بنا کر منجنیق کے ذریعہ پتھر اور تیر پھینکنے لگی جب حالت نازک ہونے لگی تو مجاہد الدین، سدید الدین وغیرہ خلیفہ کو چھوڑ کر ہلاکو خاں سے ساز باز کر گئے اور اس کو اطاعت کا پیغام بھیجا اور کہلا بھیجا

"حضرت علی سے ہم کو روایت پہونچی ہے کہ تم اس شہر کے مالک ہو گے"

ابن عمران شیعی جو حاکم یعقوبیہ کا خادم تھا وہ ہلاکو خاں سے جا ملا اور اس نے اس کی فوج کے لئے رسد کا انتظام کیا[1]

ہلاکو خاں نے نکلہ اور علاء الدین عجمی کو بغداد بھیجا اور اہل حلہ کو پناہ دی[2] اور ہر علقمی نے ہلاکو خاں سے جان بخشی کرائی۔ خلیفہ گھر چکا تھا اس کے ساتھی دغا کر چکے تھے۔ صرف اس کے لئے ایک سہارا علقمی کا رہ گیا تھا، اس نے موقعہ دیکھکر خلیفہ سے کہا کہ تاتاریوں سے مقابلہ کرنا بیکار ہے آپ خود ہلاکو کے پاس میرے ساتھ چلئے مال وجواہر اس کی نظر کیجئے اور اس کی لڑکی سے اپنے شہزادہ ابوبکر کو بیاہ دیجئے۔

خلیفہ کا قتل

خلیفہ علقمی کے جھانسے میں آگیا، وہ اپنے دونوں بیٹوں ابوبکر اور عبدالرحمٰن اور چند اراکین سلطنت کو لیکر ہلاکو کے پاس پہنچا، ہلاکو نے تمام زر وجواہر لیکر اپنی فوج میں تقسیم کئے اور امیر داتی اور امیر شرابی، سلیمان شاہ و دیگر خلفاء کے ساتھیوں کو فوراً قتل کرایا

---

[1] تجربۃ الامصار و تجزیۃ الاعصار ۵۳ ابوالفداء ج ۳ ص ۱۹۴

لوگوں نے ہلاکو کو رائے دی کہ خلیفہ کے خون سے ہاتھ نہ رنگے جائیں بلکہ نمدے میں لپیٹ کر اس کی جان نکالی جائے[1]

چنانچہ خلیفہ کو نمدے میں لپیٹ کر ڈنڈے سے کچلا کہ خلیفہ کا دم نکل گیا[2]، پھر ہاتھی کے پاؤں سے ٹھوکریں لگوائیں۔ اس کے بعد علقمی نے اس کی لاش کو پاؤں سے کچلا اور کہا۔

"میں اہل بیعت رسالت کا بدلہ لے رہا ہوں[3]۔ غرضکہ ان میں سے کسی کو گور و کفن تک میسّر نہ ہوا۔ یہ واقعہ محرم ۶۵۶ھ میں پیش آیا۔

پہلا شخص جو ہلاکو خاں کی طرف سے فوج لیکر بغداد میں داخل ہوا وہ علی بہادر تھا[4]۔ تاتاری بغداد میں گھس پڑے اور کئی دن تک قتل عام کرتے رہے، عورتوں اور بچوں نے نکل جانا چاہا، لیکن ان مغلوں نے ان کو بھی زندہ نہ چھوڑا[5]۔ آبادی کو ختم کر کے چالیس دن تک نہایت بیدردی سے بغداد کو لوٹتے رہے علامہ ابن خلدون کا بیان ہے

"صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جسقدر ساز و سامان لوٹا، اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، عباسی کتب خانہ کی تمام کتابیں جو صدیوں کا سرمایہ تھیں دجلہ میں ڈبو دی گئیں .... مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ کیا جاتا ہے"

---

[1] تجربۃ الاعصار و تجزیۃ الاعصار [2] ابو الفداء ج ۳ ص ۱۹۴ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۰۹ [4] تجربۃ الاعصار و تجزیۃ الاعصار [5] ابن خلدون ج ۳ ص ۳۷۵

لیبان فرانسیسی لکھتا ہے

"مغلوں نے ۶۵۶ھ (۱۲۵۸ء) میں بغداد پر قبضہ کیا شہر میں قتل عام ہوا اور مستعصم باللہ آخری عباسی خلیفہ ہلاکو خاں بادشاہ مغل کے ہاتھ سے مارا گیا، ساری دولت لٹ گئی، کتابیں کچھ جلا دی گئیں اور کچھ دجلہ میں پھینک دی گئیں۔"

قطب الدین الحنفی لکھتے ہیں، ان کے شائقینِ علوم وفنون نے اس واقعہ سے پہلے اس قدر علمی ذخیرہ جمع کیا تھا کہ جب وقت مغلوں نے مدارس کی کتابوں کو دجلہ میں ڈالا تو اس سے ایک پل تیار ہوگیا، جس کے اوپر سے سوار پیدل بخوبی گذر سکتے تھے، اور دریا کا پانی بالکل سیاہ ہوگیا تھا۔"[۱]

مسلمانوں کا یہ عظیم الشان شہر جو صدیوں سے خلافت کا صدر مقام علم وفن کا مرکز، علماء اور فقہاء کا مرجع اور دولت وثروت کا مخزن تھا تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہوگیا۔ بیس لاکھ کی آبادی میں سے صرف چار لاکھ بچ سکے جس میں زیادہ تعداد شیعوں کی تھی، سوا پانچ صدی کے بعد دولت بنی عباس کا خاتمہ مستعصم کی ذات پر ہوا۔ اور ۱۹ محرم ۶۵۶ھ کو باب کلواذی کی جانب برج عظمیٰ پر مغلوں کا پرچم لہرایا گیا۔

عباسی خلافت کے خاتمہ کے بعد ابن علقمی نے تاتاریوں کو علوی خلافت قایم کرنے پر آمادہ کرنا چاہا۔[۲] مگر اسکو ہلاکو خاں نے ٹھکرا دیا۔

---

[۱] تمدن عرب ص ۱۷۵ [۲] ایضاً ۳۲۸۔

ابن علقمی کا حشر

ابن عمران کو بغداد کا حاکم بنایا اور علقمی کو اسکا چپراسی مقرر کیا اور علی بہادر کو شحنۂ بغداد۔ صفی الدین بن عبدالمومن شیعی نے بھنڈی اور گانا سنا کر ہلاکو کے ہاتھوں سے جان بچائی، بلکہ انعام واکرام حاصل کئے، محقق طوسی کی فرمائش پر شیعوں کی جان بخشی ہوئی اور ان کے محلے لوٹ سے بچ رہے[1]

ہلاکو خاں قصر ماموینہ میں جو مشرقی بغداد میں تھا خود ٹھہرا، تمام شاہی خاندان کے افراد گرفتار کر لئے گئے اور سب کو تہ تیغ کر دیا گیا، پھر شہر میں آگ لگا دی گئی، اس آگ نے خلیفہ کی مسجد، امام موسیٰ کاظم کا مشہد، صافہ کا شاہی قبرستان اور بڑی بڑی عمارتوں کو خاکستر کر دیا اور چند روز میں یہ بہشت ارضی (بغداد) کھنڈر نظر آنے لگا۔

وکان ماکان مما لست اذکرہ — اس دن جو کچھ ہوا۔ میں اسکا ذکر کرنا نہیں چاہتا
فظن خیرا ولا تسال عن الخبر[2] — تم گمان اچھا ہی رکھو اور حالات کو نہ پوچھو۔

دیگر بلاد کا حشر

ہلاکو نے انتظام بغداد کے بعد محقق طوسی فرمان لکھوا کر مختلف ممالک میں بھیجے، ملک کامل ناظم حلب نے جس نے خلیفہ کی مدد کے لئے فوج بھیجی تھی مگر خلیفہ کی شکست کی خبر سنکر واپس ہو گئی تھی، لڑائی کا سامان تیار کیا۔ ہلاکو نے ملک کامل کے مقابلہ کے لئے یشمت کو فوج دے کر بھیجا۔ ملک کامل گھبرا گیا، اور خزانہ وغیرہ چھوڑ کر قلعہ انکلیک دیمانیہ میں پناہ لی۔ یشمت حلب پہونچا، اہل شہر نے مقابلہ

---

[1] تجربۃ الامصار وتجزیۃ الاعصار [2] الفخری ص ۲۹۷

کیا، شکست کھائی یشمت شہر پر قابض ہوگیا۔ حلب کا بڑا خزانہ اسس کے ہاتھ آیا۔

دوسری طرف ہلاکو نے کیدبوقا کو فوج دے کر شام بھیجا۔ اہلِ شام خوفزدہ ہو گئے، ملک ناصر الدین حاکم دمشق کی رائے سے کچھ اُمراء وادیٔ رمل چلے گئے، جب دمشق والوں نے مقابلہ کی تاب نہ پائی تو اطاعت قبول کرلی۔ کیدبوقا سات مہینے یہاں رہا، ناصر الدین نے قاہرہ کے حاکم ملک مظفر کو مدد کے لئے لکھا۔ ادھر علامہ تقی الدین ابن تیمیہ حرانی نے تاتاریوں کے مظالم دیکھ کر مسلمان عوام میں وعظ کہہ کر جہاد کے لئے جذبہ پیدا کر دیا حاکم قاہرہ نے فوج بھیجی، علامہ مع مجاہدین کے فوج میں شامل تھے تاتاری فوج سے مقابل ہوئے اور کیدبوقا کو تلوار پر رکھ لیا، ہزار ہا تاتاری کھیت رہے اور ان کو شکست فاش اٹھانا پڑی، ہلاکو دربند پر حملہ آور ہوا اور ہر انمول کی فوج کو تہ تیغ کیا۔ پھر موصل، دیار بکر وغیرہ بھی فتح کر لیے جراغہ جاکر اس نے محقق طوسی سے سنہ ۶۵۷ھ میں شمالی رُخ رصد تیار کرائی اس کی تیاری کے لئے نجم الدین کاتب کو، قزوین سے مؤید الدین عرضی کو دمشق سے فخر الدین مراغی کو موصل سے اور فخر الدین اعلاطی کو تفلیس سے بلوایا۔ یہ رصد گاہ تعمیر ہو گئی تو ہلاکو نے سب کو انعام عطا کئے ہلاکو سنہ ۶۶۳ھ میں فوت ہوا اور بہت سی حسین لڑکیوں کیساتھ دفن کیا گیا، تاکہ اس کی روح کو تسکین ہو۔[1]

---

[1] ہلاکو کے بارہ لڑکے تھے۔ اباقا خاں یشمت، تبتس، ہنگو بتمور، یزدار، ادب جائے تکشین، سلطان نکودار، جو شکب، تغنغر اتائی۔ یسودار۔ چومخار۔

ارکان سلطنت ہلاکو

سوعونجاق نوئین وزیر، ہلاکو تابجو کے ساتھ بغداد پر حملہ آور ہوا تھا۔ تابجو امیر العسکر، قیغبتائی، ہنفور سلوک، سفرائے ہلاکو خاں۔ کیدبوقا وزیر جنگ، علماء میں علاء الدین شمس الدین، کرت نصیر الدین، طوسی اس کے مشیر کار تھے۔[۱]

اوصافِ مستعصم

مستعصم میں بہت سی اخلاقی خوبیاں تھیں مگر علقمی نے اس کو عیش و عشرت پر لگا دیا تھا۔

مستعصم احسان فراموش نہ تھا، نیک سیرت، متدین، نرم خو، نیک طبیعت، گفتگو میں محتاط، خوش اخلاق، اور مرنج و مرنجان انسان تھا۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فہم و فراست سے بڑی حد تک بے بہرہ، فوجی صلاحیتوں سے عاری، امور سلطنت سے بے خبر، لالچیوں کی امیدگاہ اور بے رعب و دبدبہ کا خلیفہ تھا اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا، اس کا زیادہ وقت نغمہ و سرود اور مسخروں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ علامہ طقطقی موید الدین بن علقمی کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ وہ خلیفہ کو فوجی استحکامات، بیدار مغزی اور احتیاط کا مشورہ دیتا تھا۔[۲] دوسری طرف بقول علامہ ابن خلدون شاہ اربل کی معرفت علقمی ہلاکو کو بغداد آنے کی دعوت دیتا تھا۔[۳]

---

[۱] نصیر الدین محمد بن الحسن طوسی فیلسوف ۵۹۷ھ میں پیدا ہوا ہیئت، ریاضی کا بڑا ماہر تجرید شرح مجسطی وغیرہ یادگار ہیں مرض عیلاس میں مبتلا ہو کر ۶۷۲ھ میں بغداد میں مرا (دائرہ المعارف) البستانی ج ۱۱ ص ۴۵۹ ماخوذ از تجربۃ الامصار و تجزیۃ الاعصار
[۲] الفخری ص ۲۲۴
[۳] ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۸۔

علامہ طقطقی اس کے یہ اوصاف لکھتے ہیں۔

"مستعصم میں بہت سی خوبیاں تھیں، نیک فطرت، نرم خو شیریں زبان، پاکباز و خوش خلق، مگر اوصافِ جہاں بانی سے عاری تھا، طبیعت کا کمزور، رائے کا کچا اور مملکت سے نابلد، اس میں رعب داب نہ تھا اسکا مشغلہ ہنسی، مذاق اور تفریح تھا اسکے مصاحب اور حاشیہ نشین ادنے درجہ کے جاہل عوام تھے۔"[1]

شکار مستعصم باللہ کو شکار کا بڑا شوق تھا، اس نے وادی دجلہ میں کئی میل لمبا احاطہ بنوا رکھا تھا۔ لوگ حلقہ باندھ کر جانوروں کو اس حصار میں داخل کر دیتے پھر خلیفہ اور اس کے رفقاء جہاں تک شکار کر سکتے تھے، شکار کرتے اور بقیہ کو چھوڑ دیتے۔[2]

علامہ طقطقی لکھتے ہیں۔

"مستعصم لہو و لعب اور رقص و سرود کا بڑا دلدادہ تھا اس نے بدرالدین لولو والی موصل کو آلات سرود اور مطرب بھیجنے کے لئے لکھا اور ہلاکو خاں نے اس سے منجنیق اور دیگر آلات قلعہ شکن طلب کئے تو بدرالدین نے سر پیٹ لیا اور کہا۔ رونے کا مقام ہے کہ ہمارے خلیفہ کو کن چیزوں کی ضرورت ہے، اور ہلاکو کیا طلب کر رہا ہے۔"[3]

ایک خاص واقعہ ایک شخص عبدالغنی خلیفہ مستنصر کے زمانہ میں قلعہ

---

[1] مقدمہ الفخری۔ [2] مقدمہ الفخری۔ [3] مقدمہ الفخری ص ۲۹۷۔

کے پہرہ داروں میں تھا، جب خلیفہ نے اپنے بیٹے مستعصم کو خفا ہو کر اس قلعہ میں نظر بند کر دیا تو عبدالغنی نے شہزادے کی خلوص اور گرم جوشی سے خدمت کی مستعصم باپ کی بجائے خلیفہ ہوا تو اس نے عبدالغنی کو قلعہ کی پہرہ داری سے نکال کر اپنے پاس رکھا اور اس کو کچھ عرصہ میں اپنا خاص الخاص ملازم قرار دیا[1]

علمائے عہد مستعصم حافظ تقی الدین صریفینی، حافظ ابوالقاسم بن الطیلسانی شمس الائمہ کردی امام حنفیہ تقی الدین بن الصلاح السخاوی، حافظ محب الدین بن النجار مورخ بغداد، منتخب الدین شارح المفصل، ابن یعیش النحوی، ابوالحجاج الاقصر الزاہد، ابوعلی الشروبینی النحوی ابن بیطار صاحب المفردات، علامہ جمال الدین، بن حاجب امام مالکیہ ابوالحسن بن دباج نحوی، تفطی صاحب تاریخ النحاۃ۔ افضل الدین الخونجی صاحب المنطق، بہار بن بنت الحمیری۔ جمال بن عمرون نحوی الرضی الصنعانی اللغوی، کمال عبدالواحد الزملکانی صاحب المعانی والبیان واعجاز القرآن، شمس خسرو شاہی۔ مجد بن تیمیہ، یوسف سبط بن الجوزی صاحب مراۃ الزمان۔ ابن باطیش شافعی۔ ابن ابوالفضل المرسی صاحب التفسیر۔ عبدالعظیم المنذری۔ شیخ ابوالحسن شاذلی شعبۃ المقری فارسی شارح الشاطبیہ۔ سعدالدین بن العربی شاعر، صرصری شاعر ابن الابار مورخ اسپین[2]

---

[1] مقدمہ الفخری [2] تاریخ الخلفاء ص ۳۲۱۔

محدثین وفقہاء | عبیداللہ بن ابراہیم جمال محبوبی شاگرد امام زادہ محمد بن ابی بکر وشمس الائمہ عمر بن کرزر نجری وقاضی خان

سنہ ۶۳۰ھ میں انتقال ہوا۔

محمد بن عبدالستار شمس الائمہ کردری شاگرد امام زادہ مولف شرعۃ الاسلام، آپ نے امام غزالی کی کتاب منخول کی رد میں رسالہ لکھا، وجیز کردری آپ کی مشہور تالیف ہے۔

بکرتر کی ناصری نجم الدین فقیہ عارف شاگرد عبدالرحمٰن بن شجاع مولف حادی (فقہ) سنہ ۶۵۲ھ میں انتقال کیا۔

علی بن محمد نجم العلماء حمید الدین العزیزی، فقیہ معروف شاگرد شمس الائمہ کردری واستاذ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی صاحب کنزالدقائق ہو مولف شرح جامع کبیر ونافع وغیرہ۔

محمد بن سلیمان بن الحسن القدس معروف بن النقیب، فقیہ، زاہد عالم مفسر جامع فنونِ مختلفہ مولف تفسیر ضخیم۔ اس میں پچاس تفسیریں جمع ہیں اس کا نام تحریر وتجزیہ اقوال ائمہ التفسیر ہے۔ سنہ ۶۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی ابوالفضل مجدالدین شاگرد شیخ جمال الدین حصیری مولف مختار وشرح آن اختیار سنہ ۶۸۳ھ میں فوت ہوئے،

خلفاء عباسیہ

سنہ ۱۳۲ھ سنہ ۷۵۰ء سے سنہ ۶۵۶ھ سنہ ۱۲۵۸ء

نام	سنہ
سفاح	سنہ ۱۳۲ھ سنہ ۷۵۰ء
منصور	سنہ ۱۳۶ھ سنہ ۷۵۴ء
مہدی	سنہ ۱۵۸ھ سنہ ۷۷۵ء
ہادی	سنہ ۱۶۹ھ سنہ ۷۸۵ء
ہارون	سنہ ۱۷۰ھ سنہ ۷۸۶ء
امین	سنہ ۱۹۳ھ سنہ ۸۰۹ء
مامون	سنہ ۱۹۸ھ سنہ ۸۱۳ء
معتصم	سنہ ۲۱۸ھ سنہ ۸۳۳ء
واثق	سنہ ۲۲۷ھ سنہ ۸۴۲ء
متوکل	سنہ ۲۳۲ھ ۸۴۷ء ۱۴ سال سنہ ۲۴۷ھ
مستنصر	سنہ ۲۴۷ھ ۸۶۱ء ۶ ماہ
مستعین	سنہ ۲۴۸ھ ۸۶۲ء ۳ برس سنہ ۲۵۲ء
معتز	سنہ ۲۵۲ھ ۳½ سنہ ۲۵۵ھ
مہتدی	سنہ ۲۵۵ھ ۱۱ ماہ سنہ ۸۶۹ء
معتمد	سنہ ۲۵۶ھ ۸۷۰ء ۲۳ سال ب سنہ ۲۷۹ء
معتضد	سنہ ۲۷۹ھ ۸۹۲ء سنہ ۲۸۹ء
مکتفی	سنہ ۲۸۹ھ ۹۰۲ء سنہ ۲۹۵ھ
مقتدر	سنہ ۲۹۵ھ ۹۰۸ء سنہ ۳۲۰ء
قاہر	سنہ ۳۲۰ھ ۹۳۲ء سنہ ۳۲۲ء

نام	سنہ	تا
راضی	سنہ ۳۲۲ھ ۹۳۴ء	سنہ ۳۲۹ھ
متقی	سنہ ۳۲۹ھ ۹۴۰ء	سنہ ۳۳۳ھ
مستکفی	سنہ ۳۳۳ھ ۹۴۴ء	سنہ ۳۳۴ھ
مطیع	سنہ ۳۳۴ھ ۹۴۶ء	سنہ ۳۶۳ھ
طائع	سنہ ۳۶۳ھ ۹۷۴ء	سنہ ۳۸۱ھ
قادر	سنہ ۳۸۱ھ ۹۹۱ء	سنہ ۴۲۲ھ
قائم	سنہ ۴۲۲ھ ۱۰۳۱ء	سنہ ۴۶۷ھ
مقتدی	سنہ ۴۶۷ھ ۱۰۷۵ء	سنہ ۴۸۷ھ
مستظہر	سنہ ۴۸۷ھ ۱۰۹۴ء	سنہ ۵۱۲ھ
مسترشد	سنہ ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء	سنہ ۵۲۹ھ
راشد	سنہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۵ء	سنہ ۵۳۰ھ
مقتفی	سنہ ۵۳۰ھ ۱۱۳۶ء	سنہ ۵۵۵ھ
مستنجد	سنہ ۵۵۵ھ ۱۱۶۱ء	سنہ ۵۶۶ھ
مستضی	سنہ ۵۶۶ھ ۱۱۷۰ء	سنہ ۵۷۵ھ
ناصر	سنہ ۵۷۵ھ ۱۱۸۰ء	سنہ ۶۲۲ھ
ظاہر	سنہ ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء	سنہ ۶۲۳ھ
مستنصر	سنہ ۶۲۳ھ ۱۲۲۶ء	سنہ ۶۴۰ھ
مستعصم	سنہ ۶۴۰ھ ۱۲۴۲ء	سنہ ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء

شجرۂ خلفا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ

امام علی

امام محمد — عبداللہ — موسیٰ — سلیمان

ابراہیم — سفاح (۱) — منصور (۲)

مہدی (۳)

ابراہیم — منصور — ہارون (۵) — ہادی (۴)

امین (۶) — مامون (۷) — معتصم (۸) — قاسم

محمد — واثق (۹) — متوکل (۱۰)

مستعین (۳) — مستنصر (۱۱) — معتز (۱۲) — معتمد (۱۵) — موفق

ابن المعتز — مفوض — معتضد (۱۶)

معتضد ۱۶

مکتفی (۱۷) — مقتدر (۱۸) — قاہر (۱۹)

مستکفی (۲۲)

مطیع (۲۳) — متقی (۲۱) — راضی (۲۰)

طائع (۲۴)

قادر (۲۵) — قائم (۲۶) — مقتدی ۲۷

مستنصر (۲۸)

مسترشد (۲۹) — مقتفی (۳۱)

راشد (۳۰) — مستنجد (۳۲)

ظاہر (۳۵) — ناصر (۳۴) — مستضئ (۳۳)

مستنصر ۳۶ — مستعصم (۳۷)
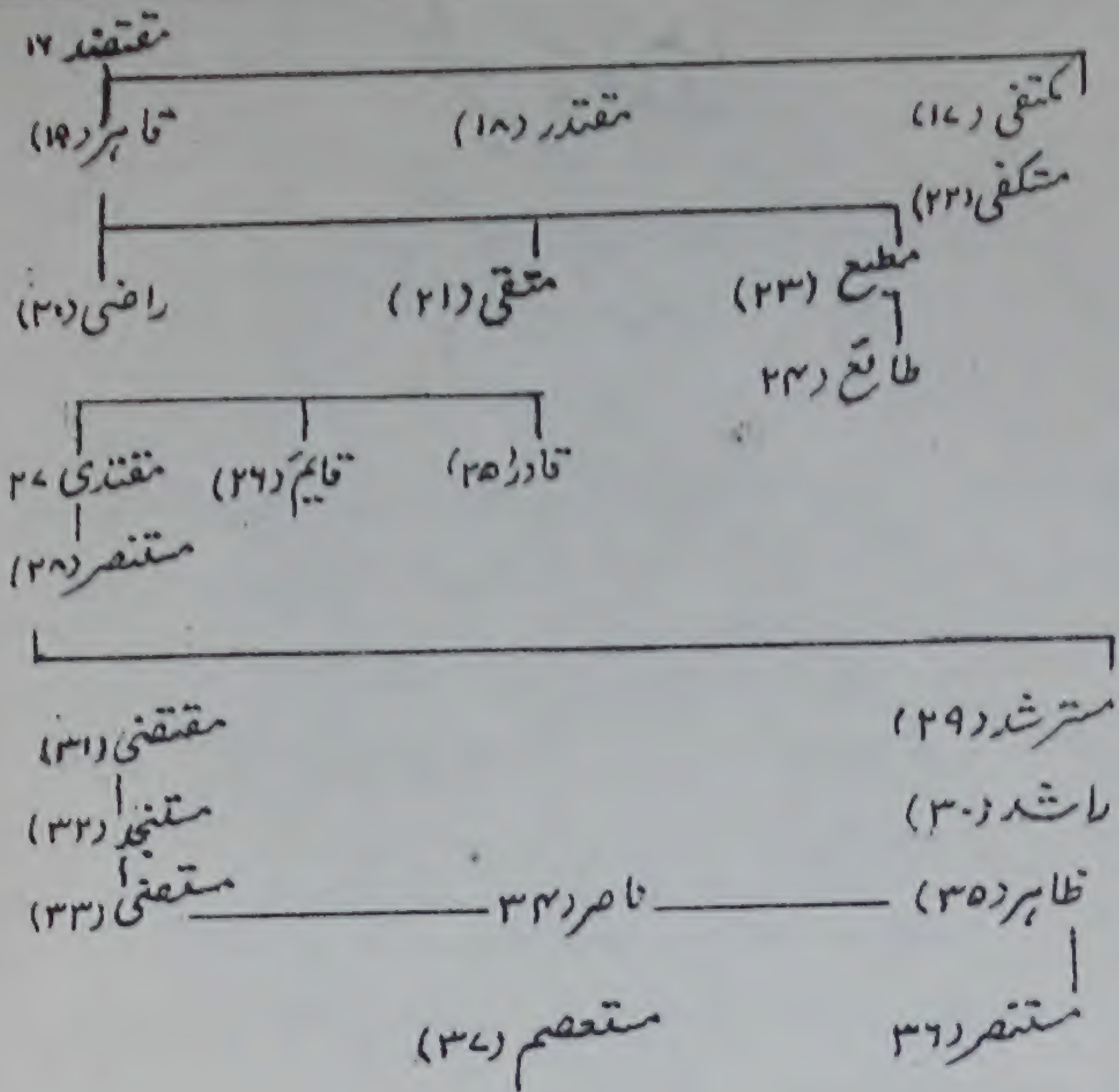
بغداد کا حشر

تاتاری سیلاب ۶۵۶ھ کے بعد بغداد مسلمانوں کا دار السلطنت پھر نہ بن سکا۔ ایک عرصہ تک جلامرے خاندان کے سردار شیخ حسن بوزرگ بغداد پر قابض رہا۔ پچاس برس بعد ۷۹۴ھ میں بغداد پر تیمور کا تسلط ہو گیا وہ جس وقت جانے لگا اپنی طرف سے مرزا ابو بکر کو گورنر کر تا گیا تھوڑے عرصے کے بعد سلطان احمد جلائری بغداد پر قابض ہو گیا، اسکی حکومت ۸۱۳ھ تک ہی پھر ترکمان شاہ سیہ دانے قبضہ کیا۔ ۱۴۶۹ء تک اس کا خاندان حکمران رہا پھر یہ ترکمان شاہ بیضہ کے قبضہ میں آ گیا۔ ۹۰۵ھ میں اسمٰعیل صفوی شاہِ ایران کی افواج اس میں داخل ہوئیں۔ ۹۳۴ھ میں سلمان قانونی کے دور حکومت میں ایک ترکی جنرل نے اس پر قبضہ کر لیا اور عثمانیوں کی حکومت بغداد پر قائم ہو گئی۔ لیکن شاہ عباس کے زمانے میں ترکوں سے صفویوں نے اسے پھر چھین لیا۔ یہ بکر آغا انکشاری کی غداری کا نتیجہ تھا۔ ۱۶۳۸ء میں ترکوں نے ایرانیوں سے اسے دوبارہ لے لیا۔[1]

بغداد کی عام سیاسی حالت

۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ ختم ہوئی، تو نظام خلافت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب ہر طاقتور حاکم خود مدعی خلافت تھا اور اس کو سند حکومت کی بھی ضرورت نہ تھی۔

---

[1] مسلمانوں کا نظم المملکت ص ۱۲۔

فارس میں غازان مسلمان ہونے کے بعد سلطان اعظم سلطان الاسلام والمسلمین بن گیا۔ شاہ رخ اور تونس کا حاکم ابو عبداللہ محمد حفصی نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ ابو عنان فارس مراکش کے خانوادہ مرینہ کے ایک فرد نے اپنے لئے خلیفہ، امیر المومنین اور امام کا لقب اختیار کیا۔

سلطان علاؤالدین خلجی اور اوزن حسن ترکمانی بھی خلافت کے مدعی تھے ۔ بلاد ماوراء النہر میں دولت ازبک کے بانی محمد شیبانی اور مصر کے مملوک سلاطین قائتبائی اور قانصوہ غوری نے بھی اپنے لئے امامت کا دعویٰ کیا تھا؛

سقوط بغداد کے بعد عالم اسلامی میں ہر طاقتور فرمانروا خلافت کا مدعی تھا۔[1]

---

[1] النظم الاسلامیہ۔

سلطنت ایران

مختلف دوروں کی تفصیل اور ایک عام تبصرہ

حضرت عمر خلیفہ دوم کے وقت میں یہ ملک مسلمانوں نے فتح کیا، اس کے بعد مدینہ، دمشق اور بغداد کے خلفاء اس پر حکمراں رہے۔ خلافتِ بغداد کے ضعیف ہونے پر سلاطین صفاریہ، سامانیہ، دیالمہ، غزنویہ سلجوقیہ اور خوارزم شاہی اس پر حکمراں ہوئے، اسکے بعد چنگیز کا زمانہ آیا چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کی آٹھویں پشت میں ابو سعید کے زمانے میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوئیں جس کو مٹاکر امیر تیمور نے ایران کو ایک صوبہ قرار دیا۔ تیمور کے بعد اس کے خاندان میں نویں صدی ہجری کے آغاز تک ایران کی حکومت تھی، یہ سب حالات اوپر مفصل بیان ہو چکے ہیں، خاندان تیموری کا دور وسط ایشا میں دسویں صدی ہجری کے شروع میں گھٹا، اس کے بعد کے حالات مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔

ایک سید بزرگ شاہ صفی نے پیشوائے مذہب کی حیثیت سے ایران میں عروج پکڑا۔ تمام رعایا، شاہ صفی کی معتقد تھی، اس لئے شاہ صفی نے ایک رنگ حکومت کا پیدا کیا پھر اس کی نسل میں شاہ اسمٰعیل بڑا زبردست بادشاہ ہوا۔ اور دو صدی تک صفوی خاندان ایران پر قابض رہا۔

شیعوں کو سنیوں سے بالکل الگ کرنا اسمٰعیل صفوی اور اس کے بعد جانشینوں کی حکمت عملی تھی۔ شاہان صفوی نے بہت زیادہ کوشش

اس کی کی کہ شیعوں کا گروہ سنیوں سے بالکل الگ ہو جائے۔" اپنی پالیسی میں سلاطین صفوی پورے طور پر کامیاب ہوئے اور ایران کی فوج اور ایران کی رعایا اس نئے جوش میں عرصہ تک کارنمایاں کرتی رہیں، اور شاہی خاندان استقلال کے ساتھ حکمران رہا۔

اسمٰعیل ۹۰۶ھ خاندان صفوی کا پہلا خودمختار بادشاہ ہو سلطان ترکی سے اس نے خوب لڑائی لڑی اور ازبکوں کو بھی زیر کیا۔

شاہ طہماسپ بن اسمٰعیل :۔ ۹۳۱ھ ہمایوں بادشاہ ہند نے اسی سے مدد چاہی تھی یہ بھی بڑا نامی بادشاہ ہوا ہے۔

شاہ اسمٰعیل ثانی بن طہماسپ :۔ ۹۸۹ھ مدت سلطنت ۹ سال رہی۔

محمد خدا بندہ بن طہماسپ :۔ ۹۸۶ھ یہ اپنے بھائی اسمٰعیل ثانی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا، تھوڑے دنوں کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔

حمزہ بن محمد خدا بندہ :۔ ۹۹۴ھ اس نے برائے نام سلطنت کی۔

شاہ اسمٰعیل ثالث :۔ ۹۹۴ھ اس نے بھی برائے نام سلطنت کی

شاہ عباس :۔ ۹۹۴ھ :۔ اسمٰعیل اول اور شاہ طہماسپ کی طرح یہ بھی زبردست بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

شاہ صفی :۔ ۹۹۴ھ اس کے وقت میں خاندانِ صفوی نے کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔

شاہ عباس ثانی ۔ سنہ ۱۰۵۲ھ اسمٰعیل۔طہماسپ عباس اول کی
طرح یہ بھی بڑا زبردست بادشاہ ہوا ہے۔ غیر مذہب والوں سے لڑنے
کی وجہ سے اس کو غازی لقب ملا ہے۔

سلیمان	سنہ ۱۰۷۷ھ	سلیمان تک خیریت رہی اس کے بعد
شاہ حسین	سنہ ۱۱۰۶ھ	خلجیوں اور ابدالیوں نے اس
شاہ طہماسپ	سنہ ۱۱۲۵ھ	خاندان کو کمزور کر دیا۔

خاندانِ صفوی کے انحطاط کے زمانے میں ابدالیوں اور خلجیوں
کا کچھ زور ہوا۔ ابدالی اور درانی ایک ہی قوم ہے، غور کے پہاڑوں پر
اس کا ٹھکانہ تھا، لیکن اس وقت ہرات کے آس پاس آباد ہو گئے تھے۔
خلجیوں کی قوم اس زمانہ میں قندھار کے گرد و نواح میں بستی تھی۔ خلجی اور
ابدالی آپسمیں بھی لڑتے تھے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے لئے خلجیوں اور
ابدالیوں نے مِلکر ایرانیوں کی سلطنت کو کمزور کر دیا اور پھر اس کے
بعد خلجیوں نے ایران پر قبضہ کر لیا۔ خلجیوں کا سردار محمود قندھار سے روانہ
ہوکر ایران میں داخل ہوا اور سنہ ۱۷۲۲ء میں تخت نشین ہوا۔ خلجیوں اور ایرانیوں
کی جنگ کی ابتدا شاہ حسین کے وقت میں ہوئی۔ اور اس کے بیٹے شاہ
طہماسپ ثانی نے محاصرے کی تکلیف سے گھبرا کر تاج شاہی محمود
خلجی کے حوالے کر دیا۔

اپنے چچا محمود کے فوت ہونے پر اشرف خاں تخت پر بیٹھا، سلطان ترکی
نے سلطان روس سے ملکر اشرف خاں کو دبانا چاہا شمالی ملک کا روس خواہاں

تھا۔ اور مغربی حصہ کو سلطان ترکی دبانا چاہتے تھے، اشرف خاں نے لڑائیوں میں بڑی بہادری دکہائی۔ ان دونوں سلطنتوں نے اسکی سلطنت تسلیم کی لیکن اشرف خاں ان حصوں کو واپس نہ لے سکا جو دشمنوں کے قبضہ میں آ گئے تھے۔

مرزا طہماسپ زیب تاج سلطنت محمود خاں کے حوالے کر کے علیحدہ ہو اسی طرح نادر قلی درانی کے قبضہ میں آگیا اور نادر شاہ نے اپنے آپکو اسکا سپہ سالار بنا کر ملکی فتوحات شروع کر دیں، نادر قلی پہلے قزاقوں کی طرح لوٹ مار کرتا تھا، اب طہماسپ کی سپہ سالاری نے اسکی حالت میں بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا۔ نادر شاہ کے عہد میں ۱۷۲۹ء اشرف خاں قتل کیا گیا، جو ملک اشرف خاں کے عہدنامہ سے سلطنت ترکی میں داخل ہو گئے تھے، اسے نادر شاہ نے بزور شمشیر لے لیا۔

نادر شاہ کا عروج | نادر شاہ نے طہماسپ شاہ شطرنج کو تخت سے اتار کر اُس کے شیر خوار بچے کو تخت پر بٹھایا اور ۱۷۳۶ء میں تمام لوگوں کی صلاح سے تاج شاہی اپنے سر پر رکہا۔ اس نے اپنا مذہب بدل ڈالا۔ یہ پہلے شیعہ تھا اب سُنی ہو گیا، اور چاہا کہ خاندان صفویہ کی محبت لوگوں کے دل سے نکل جائے اسکے وقت سے ایک نیا رنگ پیدا بھی ہوا، لیکن نتیجہ اچھا نہ ہوا۔ لوگ اس سے بددل ہونے لگے، فوج کے خوش کرنے کے لئے اس نے قندھار پر چڑھائی کی اور غلجیوں کو وہاں سے نکالا پھر کابل اور غزنی ہوتے ہوئے ہندوستان پر چڑھائی کی اور یہاں کی دولت سے اپنی فوج کو مالامال کرنا چاہا، دلی نادر شاہ کے وقت میں تباہ ہوئی۔ تیمور کے حملوں کی طرح اب بھی دلی میں قتل عام ہوا۔ ہند سے واپس جا کر نادر شاہ نے اور بھی فتوحات کیں، ہند میں جو کچھ خونریزی نادر شاہ کے ہاتھوں ہوئی...

اسمیں زیادہ تر دلی والوں کا قصور تھا، لیکن اس کے بعد نادر شاہ کو سفاکی اور خونریزی کی عادت ہوگئی اور اس میں کچھہ مالیخولیا کا دخل بھی شروع ہوا، ایرانیوں نے سنہ ۱۱۶۰ھ سنہ ۱۷۴۷ء میں اسے قتل کر دیا

نادر شاہ کے بعد افغانستان میں احمد شاہ درّانی (ابدالی) حکمراں ہوا اور ایران میں نادر شاہ کے مخالف اعلی کا بھتیجا عادل شاہ تخت نشین ہوا، عادل شاہ دو برس کے بعد مر گیا اور پھر پچاس برس کے اندر ہی اندر کم و بیش آٹھ بادشاہ ابراہیم شاہ رخ مرزا۔ اسمٰعیل، محمد کریم خاں، ذکی خاں، صادق خاں، جعفر خاں۔ لطف علی یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے اور سلطنت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ ان بادشاہوں میں کریم خاں زند نے ۳۰ برس تک سلطنت کی اور باقی نے برائے نام۔

آغا شاہ قاجار نے سنہ ۱۲۱۱ء میں کئی لڑائیاں فتح کر کے ایران پر قبضہ کر لیا، شاہ روس سے بھی اس نے کئی لڑائیاں لڑیں، اس کے بعد اس کا بیٹا فتح علی قاچار تخت ایران پر بیٹھا اور شاہ روس سے برابر لڑتا رہا سنہ ۱۸۳۵ء میں محمد شاہ قاچار تخت پر بیٹھا۔ بادشاہ اور رعایا کا مذہب شیعہ تھا، افغانیوں نے ان پر جہاد کی نیت سے حملہ کیا تھا، سنہ ۱۲۶۰ھ میں ترکی کے گورنر نجیب بادشاہ حاکم بغداد نے کربلا پر چڑھائی کی اور ۹ ہزار آدمیوں کو مذہبی تعصب سے ہلاک کیا۔ محمد شاہ قاچار یہ سنکر غضبناک ہوگیا۔ سنہ ۱۲۶۴ھ میں سلطان محمد شاہ قاچار نے وفات پائی۔

تاریخ ایران اسوقت ہمارے موضوع سے خارج ہے، یہاں بقدر ضرورت مختصر حالات لکھدئے گئے ہیں تاکہ عہد بنی عباس میں ایران کے مسلم حکمرانوں کا جو ذکر گذر چکا ہے، اس کا سلسلہ قائم رہے۔

خلافت عباسیہ پر ایک عام سیاسی اور تاریخی نظر

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد بنی امیہ اپنے جبروت اور سیاسی ڈپلومیسی سے خلفائے راشدین کے جانشین بن کر عظیم الشان حکومت کے بانی ہوئے اور خلفائے راشدین کی فتوحات پر اپنی دولت قائم کی۔ امیر معاویہ اس کے مؤسس اول تھے۔

دولت بنی امیہ ۴۰ھ میں قائم ہوئی اور ۱۳۲ھ میں ختم ہو گئی، خلافت راشدہ جمہوری نظام پر قائم تھی مگر امیر معاویہؓ نے خلافت راشدہ کا نظامِ سیاسی ختم کر دیا جس کی بنیاد شوریٰ پر قائم تھی اس کی جگہ انہوں نے موروثی نظام کی داغ بیل ڈالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافتِ عظمیٰ حکومت کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔" خلافت راشدۂ عظمیٰ کی سی سادگی کے بجائے امیرانہ کروفر اختیار کئے گئے۔" وہ حضرات قدسی جنہوں نے خلفائے راشدین کا عہدِ مبارک پایا تھا ان کو یہ بات گراں گذری مگر امیر معاویہؓ کی تدبیر سیاسی سے کچھ عرصہ کے لئے بے دلی کے ساتھ ساکت رہے لیکن یزید کی ولی عہدی پر اجلہ قریش (ابن زبیر وغیرہ) بگڑ بیٹھے مگر تلوار انکے

سروں پر رکھ دی گئی انھوں نے پھر بھی بیعت نہیں کی البتہ جان کے خطرہ سے خاموش رہے[1] ان کے سکوت سے کچھ لوگوں نے یزید کی بیعت کی لیکن اہل مدینہ اس سے بیزار ہی رہے۔

امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ہی ۶۰ھ میں یزید تخت حکومت پر متمکن ہوا، سب سے پہلے اس نے یہ کیا کہ امیر معاویہؓ کے عہد میں عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت حسین علیہ السلام عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جنہوں نے بیعت سے انکار کیا تھا۔ ان سے اپنی بیعت کے لئے مدینہ کہلا بھیجا عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے تو باجبر و اکراہ بیعت کر لی مگر امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف طور سے انکار کر دیا اور مدینہ سے نکل آئے اس اثنا میں امام حسینؓ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط آئے جن میں انہیں عراق آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اور ان سے بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا آپ نے انکی دعوت کو قبول کیا باوجودیکہ عبداللہ بن عباس نے ان کو کوفہ جانے سے روکا اور یمن جانے کا مشورہ دیا مگر آپ کوفیوں کی طلبی پر تشریف لے گئے جہاں کربلا کا روح گداز واقعہ پیش آیا، اس واقعہ نے بنی امیہ کے خلاف بنی ہاشم میں زبردست سرگرمی عمل پیدا کر دی اور حصولِ خلافت کیلئے "دعوت آل محمد" کی بنیاد پڑی اسی دعوت کی بدولت تباہی اور بربادی کیساتھ دولت بنی امیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا گو علوئیں نے اس سلسلہ میں بڑی بڑی قربانیاں

[1] طبری جلد ۳ ص ۲۱۷۔

دیں اور اس تحریک کو ہاتھ میں لے کر بنی عباس کامرانی کے درجہ کو پہونچے
مگر جب انہوں نے علویین کو نظر انداز کر دیا تو علویین نے اس دعوت کی بدولت
قلمرو دولت بنی عباس سے علاقے لے کر دولت ادریسیہ، دولتِ زیدیہ
دولت بنی فاطمہ کے نام سے حکمرانیاں قایم کریں، یہ بھی دولت بنی عباس
کے زوال کا ایک سبب ہے، عجیب بات ہے کہ اس دعوت کی آڑ لے کر
خلافت بنی عباس قائم ہوئی اور اس دعوت کی مخالفت کر کے دولت بنی
عباس نے زوال کی راہ اختیار کی۔ اس سے بڑھ کر دوسرا زوال کا سبب
تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بنی عباس نے عربوں کو نظر انداز کیا اور عجمیوں اور
ترکوں کو نوازا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کی عصبیت پامال ہو کر رہ گئی
اور وہی باتیں عربوں میں عود کر آئیں جن کو اسلام نے ختم کیا تھا اسلام
نے عرب کے متفرق اور متخاصم قبائل میں وحدت اور اخوت پیدا
کر دی تھی جس کی وجہ سے تمام قبائل شیر و شکر ہو گئے تھے انکے پیش نظر
صرف ایک چیز تھی، رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ الحق اسی متحدہ عربی
عصبیت اور قومیت سے خلفاء راشدین کے عہد میں اسلام کی
شوکت و عظمت قائم ہوئی اور اسی کی بدولت شام، ایران مصر وغیرہ
اسلام کے زیر نگیں ہوئے، مگر عربی عصبیت اس قدر کمزور نہیں پڑی
تھی یہی وجہ ہے کہ عہدِ دولت بنی امیہ میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا مگر
قبائلی عصبیت کی جو آگ وہ روشن کر چکے تھے اسکے شعلوں میں آپ ہی جل اٹھے۔
داعیان دعوت آل محمد نے عربی عصبیت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انہوں نے قرابتِ

رسول کا واسطہ دیکر عرب ہو یا عجم اس کو اپنایا اور ہمنوا بنایا اور جب عجمیوں اور عربوں سے کام نکل گیا تو صاحب اقتدار عجمیوں سے عربوں کو کچلوا دیا، گو انہوں نے اپنے اقتدار کیلئے ہاتھ پیر چلائے مگر حکومت کا باغی قرار دیکر انکی طاقت کو ابھرنے نہ دیا، آخر عربی عصبیت پائمال ہو کر رہ گئی۔

خلافت عباسیہ

خلفائے بنی عباس اپنی شان و شکوہ، عظمت و وقار اور شجاعت و سیاست دانی میں ایک امتیازی شان کے حامل نظر آتے ہیں۔

تہذیب و تمدن علوم و فنون کی ترقی و ایجاد، مردہ علوم کے زندہ رکھنے میں ان خلفاکی کارفرمائی کو زیادہ دخل ہے یہی وجہ ہے کہ مورخین اس عہد زرین کا ذکر کرتے ہوئے رطب اللسان نظر آتے ہیں، عباسی خلافت کا پہلا خلیفہ سفاح اعظم تھا ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے۔

"اگرچہ ابوالعباس السفاح بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا مگر اس کا بھائی ابو جعفر المنصور اس خاندان کا حقیقی آغاز کرنیوالا تھا، المامون اسکے وسطی دور کا قائد تھا، اور المعتضد ۲۹۳ھ ۹۰۲ء اسکو ختم کرنیوالا تھا اگرچہ یہ خاندان المستعصم پر جو ۳۷ واں خلیفہ تھا ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء میں تاتاریوں کے ظلم و ستم سے ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا ہے"

لاریب دنیائے اسلام میں بنو عباس کی حکومت عربوں کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور اسکے عہد زرین کا جواب بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے یہاں بھی نہ تھا، بنی امیہ دمشق اور بنو فاطمہ مصر کے تزک و احتشام انکے مقابلہ میں گرد تھے، بنو امیہ کی فتوحات کی یاد المہدی کے عہد نے تازہ کر دی تھی جبکہ ۱۸۲ھ میں عرب فوجیں قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچ گئیں اور اس جنگ میں ہارون رشید نے داد شجاعت دی

اور اپنے خلافت کے عہد میں رومائے کے غرور کو نیچا دکھایا نیسی فورس، اول کو کامل شکست دی، ہر قلہ اور الطوانہ پر قبضہ کر لینے کے علاوہ ۸۰۶ء میں نہ صرف روما سے سابقہ مقررہ خراج وصول کیا بلکہ نیسی فورس، کی ذات پر ہی محصول عاید کیا، غرضیکہ ہارون کے دورِ اقبال میں مطلع سیاست صاف تھا اس لئے اسنے علم کی ترویج اور اشاعت کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔

دار الخلافہ بغداد کی شان و شوکت، اس کی علمی ترقی، وسعتِ تجارت اور ترقی صنعت و حرفت کا الاغانی۔ عقد الفرید اور الفہرست کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے۔

بنی عباس کے سیاسی افکار

حقیقتاً دولتِ بنی عباس دعوت آل محمد کیوجہ سے قائم ہوئی، آل ہاشم میں بنی عباس سیاسی دماغ رکھتے تھے، حصول خلافت میں انکی اسقدر قربانی نہیں ہے، جس قدر علوئین کی ہے بلکہ علوئین نے جو حصولِ خلافت کیلئے میدان تیار کیا تھا اس سے بنی عباس نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ علوئین میں سے ہی ایک بزرگ نے امام محمد بن علی عباسی کو اپنا جانشین کیا اور انکی معاونت کیلئے اپنے انصار و معاونین کو وصیت کر گئے چنانچہ ان حضرات نے اپنے امام کے حکم کی پوری پوری اطاعت کی، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امام محمد کی اعلیٰ قابلیت اور سیاسی دوربینی نے دولتِ بنی عباس کے قیام کیلئے راہیں کھولیں۔

دعوتِ بنی عباس

آل ہاشم میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بڑا سیاستداں اور قوموں کی نفسیات

کا واقف کار تھا، ان بزرگوار نے حمیمہ سے بیٹھ کر حصول خلافت کیلئے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ کامیاب رہا چنانچہ ابن قتیبہ لکھتا ہے۔

"محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے مبلغین کو اپنی دعوت کیلئے منتخب کیا تو انکے سامنے مختلف مقامات اور مختلف خصوصیات و صناحت سے بیان کیں، انہوں نے اپنے سلسلۂ بیان میں کہا کہ کوفہ اور اسکے مضافات میں شیعہ آباد ہیں، بصرے میں عثمانؓ کی طبیعت کے لوگ ہیں جو جنگ و جدل کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ عبداللہ مقتول بنو، عبداللہ قاتل مت بنو۔ جزیرے کے باشندے یا تو خارجی ہیں یا بیوقوف بدو اور یا ایسے مسلمان جنکے اخلاق عیسائیوں کے سے ہیں، اہل شام سوائے ابو سفیان کی اولاد اور بنی مروان کی اطاعت کے اور کچھ نہیں جانتے ہمارے پورے دشمن اور پورے جاہل ہیں، مکے اور مدینے والوں پر ابو بکرؓ اور عمرؓ کا اثر ہے لیکن خراسان کو نہ بھولنا یہاں کے رہنے والوں کی تعداد بے شمار ہے، انکی بہادری مشہور ہے ان کے سینے پاک و صاف ہیں ان کے دل برائیوں سے خالی ہیں، خواہشات نفسانی، فرقہ بندی اور مذہبیت نے انہیں تقسیم نہیں کیا ہے اور نہ ان میں فساد نے راہ پائی ہے، ان میں نہ تو عرب کیطرح نام و نمود کی خواہش ہے اور نہ متبعین سادات کی طرح ایک دوسرے کی طرفداری کا جذبہ ہے یا جیسا کہ قبیلوں میں باہم عہد و پیماں ہوتا ہے، یا ہر قبیلے میں اپنے قبیلے کی عصبیت ہوتی ہے، ان میں یہ بات بھی نہیں ہے ان پر برابر ظلم کیا جاتا ہے اور انہیں ذلیل و خوار

کیا جاتا ہے اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔

وہ ایک ایسا لشکر ہیں جن کے بھاری بھرکم جسم ہیں، شاندار کندھے اور شانے ہیں، بڑے بڑے سر ہیں، ڈاڑھیاں ہیں اور مونچھیں ہیں اونچی آواز ہے شاندار زبان ہے جو ڈراونے منہ سے نکلتی ہے۔[۱]

دُعاۃ نے خراسان جاکر دولت بنی امیہ کے خلاف میدان تیار کرلیا ابو مسلم خراسانی کو امام محمد نے بھیجا جس نے تھوڑے عرصہ میں دور دور تک یہ تحریک پھیلادی، امام محمد کے بعد ابراہیم امام ہوئے انہوں نے ابو مسلم کو یہ خط لکھا۔

"اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ خراسان میں کسی کو بھی جو عربی زبان بولتا ہو چھوڑو قتل کردو تو ایسا ضرور کرو۔ اور ہر عربی لڑکا جو قد میں پانچ بالشت تک پہنچ گیا ہو اسے قتل کردو، مضر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے یہ ایسے دشمن ہیں کہ تمہارے گھر سے قریب ہیں انکی ہری بھری کھیتی تباہ کردو، ان میں سے کوئی زندہ نہ چھوڑو۔[۲] عربوں کا قتل عام ابو مسلم کے ہاتھوں ہوا ۶ لاکھ عرب قتل ہوئے۔"[۳]

جن عرب دعاۃ نے ابو مسلم کا ساتھ دیا تھا قحطبہ لطائی جیسے حضرات کو اسنے قتل کرادیا۔[۴] منصور کی ہمدردیاں خراسانیوں کیساتھ بہت تھیں، عجمی حکومت پر چھا گئے۔ دولت بنی عباس کی شان و شوکت ساسانی شہنشاہی کے مانندگئی، جاحظ اسی وجہ سے لکھا ہے

"عباسی حکومت عجمی خراسانی ہے، اور اموی حکومت عربی بدوی۔[۵]

---

[۱] عیون الاخبار ص ۲۰۴ [۲] شرح نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۹۰۳ [۳] ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۷ [۴] طبری جلد ۹ ص ۹۷ [۵] کتاب الوزرا الجہشا ص ۱۳۸

گو بنی عباس کی حکومت شاندار قائم ہوگئی مگر کمزور خلفا کے عہد میں یہی خراسانی و عجمی وبالِ جان بن گئے ۔

خلافت عباسیہ کے امتیازات خصوصی

بنی امیہ کا آفتاب حکومت ۱۳۲ھ میں زاب کے معرکہ میں غروب ہوگیا، اور عباسی اقتدار کا آفتاب طلوع ہوا۔ تاریخ گواہ ہے دولتِ عباسیہ پانچ صدی تک نہایت شان و شکوہ سے قائم رہی ۔

حالانکہ انکے ہی زمانہ میں دولتِ بنی بویہ، سلاجقہ اور خوازم شاہی بردست سلطنتیں تھیں لیکن ان کی مملکت نہ تو بنی عباس کیطرح مملکت وسیع تھی اور نہ ان کی حکومت عام ہوئی ۔[1]

دولتِ عباسیہ فی الحقیقت عظیم الشان حکومت تھی اس حکومت کی سیاست کا امتزاج مذہب و ملوکیت دونوں سے تھا، نیک اور اچھے افراد اسکی اطاعت اسکی دین پرستی و مذہب نوازی کیوجہ سے کرتے تھے اور باقی لوگ اس کی ہیبت و جلال یا اپنے حرص و طمع کیوجہ سے اس کے سامنے سر جھکاتے تھے ۔[2]

خلافت بنی عباس میں چند خلفاء ایسے عالی مرتبت تھے جنکی مثال حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد بنی امیہ میں نہیں ملتی اور بنی فاطمی تو انکی نظیر پیش ہی نہیں کر سکتے انکے عدل و انصاف اور زہد و ورع کا جواب نہیں البتہ چند خلفاء ایسے بھی تھے، جنکی اخلاقی کمزوری سے امراء نے فائدہ اٹھایا اور ان کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بن گئے ۔

---

[1] مقدمہ الفخری ۔ [2] الفخری ص ۱۲۵

سفاح سے واثق تک تمام خلفا، اپنے کردار اور اولوالعزمانہ روش کے اعتبار سے یگانۂ روزگار تھے، ان میں کچھ کمزوریاں ضرور تھیں مگر اسی کے ساتھ انکے کارنامے بھی بہت روشن ہیں، البتہ منصور سے جو کوتاہی عربوں کے حق میں ہوئی یا ہارون نے ولی عہد مقرر کر کے حکومت کو جسطرح تین حصوں میں تقسیم کیا اس نے خاندان شاہی میں رقیبانہ کشمکش اور باہمی بغض و عداوت پیدا کر دی جس سے خاندان کا شیرازہ بکھر گیا اور یہی دولت عباسیہ کے زوال کا پیش خیمہ تھا۔

متوکل اپنے بیٹے کے ہاتھوں کام آئے جو امرائے ترک شریک سازش تھے انکی بن آئی، وہ اسقدر حاوی تھے کہ جس کو چاہتے خلیفہ بناتے جسکو چاہتے معزول کر دیتے، غرضکہ خلیفہ ترکوں کے ہاتھ میں کھلونا تھے، انکی زندگی موت اور خلافت ترکوں کے ہاتھ میں تھی انہوں نے معتدی کو تڑپا تڑپا کر مارا[1] مہدی کو خلیفہ بنایا یہ پاکیزہ سیرت زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری کے لحاظ سے نہایت ممتاز خلیفہ تھا، اس کی سیرت عمر بن عبدالعزیز اموی سے بہت ملتی جلتی تھی مگر جاہل ترکوں نے اس مقدس خلیفہ کو معطل کر دیا[2]۔ اور آخر میں اسے مار ڈالا[3]۔ اسکے بعد معتمد خلیفہ ہوا اس کو اپنی دلچسپیوں سے فرصت نہ تھی[4]۔ مگر اس کا بھائی موفق عباسی نائب سلطنت ہوا اس نے حکومت کو سنبھالا، جب اسکا بیٹا ابوالعباس خلیفہ ہوا یہ نہایت جاہ و جلال اور ہیبت و دبدبہ کا خلیفہ تھا معتضد باللہ اس کا لقب تھا اس نے خلافت عباسیہ کے بے روح جسم میں جان ڈالدی، یہ سفاح ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، مکتفی نااہل ثابت ہوا۔ مقتدر کے زمانہ میں پھر

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۶۸ [2] الفخری ص ۲۲۶ [3] تاریخ الخلفا ص ۲۲۳ [4] الفخری ص ۲۲۶

فتنے اور شورشیں اٹھ کھڑی ہوئیں ایک خادم سپہ سالار یونس نے ۳۱۷ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی، خلیفہ بھاگنے پر مجبور ہوئے آخر کار قاہر خلیفہ بنائے گئے مگر پھر دوبارہ مقتدر کو خلافت ملی، یہ ضرور ہے کہ اسکا عہد اندرونی شورشوں اور بیرونی فتنوں کے ہوتے ہوئے بھی شان و شکوہ اور عظمت و جلال کا دور تھا، اسکے زمانے میں شہنشاہِ روم کا سفیر مصالحت کی غرض سے بغداد آیا اور یہاں وہ نقشہ دیکھا جو شہنشاہ روم کے یہاں خواب و خیال تھا، مگر اس کی زندگی کا خاتمہ حبشیوں کے ہاتھوں ہوا۔ اس کے بعد قاہر خلیفہ ہوا عنانِ خلافت سپہ سالار یونس اور وزیر اعظم ابن مقلہ کے ہاتھ میں تھی انکے ہاتھوں خلیفہ اندھا کیا گیا، ایک دن قاہر نے جامع منصور میں صدقہ کا سوال کیا ایک ہاشمی کو غیرت آئی اس نے پانسو درہم دئے اور سوال کرنے سے منع کیا[۱]

متکفی کے بعد راضی تختِ خلافت پر بیٹھا مگر اقتدار کا خاتمہ ہو گیا تھا، مرکز خلافت میں ترک جنرلوں کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا تھا دوسری طرف خود مختار حکمرانیاں خلافت کیلئے مستقل خطرہ تھیں، فارس میں علی بن بویہ کا اقتدار تھا، رے، اصفہان و بلادِ الجبل پر اس کا بھائی حسن مستولی تھا، موصل دیارِ بکر و دیار ربیعہ بنو حمدان کے قبضہ میں تھا، مصر و شام میں اخشید کی آزاد حکمرانی تھی خراسان میں سامانی خود مختار سلطنت قائم تھی[۲] اندلس میں عبدالرحمن ثالث خلیفہ تھا اس سے بڑھ کر یہ کہ اسوقت عالم اسلامی میں تین خلافتیں تھیں، بغداد۔اندلس اور تیسری خلافت بلادِ مغرب میں خلافت فاطمیہ کی تھی۔

راضی نے ایک نیا عہدہ امیر الامرا کا قائم کیا بصرہ اور واسط کا گورنر ابن رائق

---

[۱] الفخری ص ۲۴۹ - [۲] تجارب الامم جلد ا ص ۳۵۱ -

کو مقرر کیا مگر نظم ونسق سلطنت سدھرنے کے بجائے اور بگڑ گیا، ابن رائق کی آمرانہ حیثیت تھی۔ خلیفہ نے جس غرض کے لئے ابن رائق کو یہ منصب دیا تھا وہ تو پورا ہوا نہیں بلکہ خود عضو معطل ہو کر رہ گیا تو اس کے طاقتور حریف کو کھڑا کر دیا وہ دونوں آپس میں کٹ مرے مگر رائق پھر برسر اقتدار آیا اسنے خلیفہ سے انتقام لیا، متقی سریر آرائے خلافت ہوا ابو عبد اللہ بریدی والی اہواز کو امیر الامرا بننے کی تمنا ہوئی وہ رائق سے بھڑا مگر ابن رائق کامیاب ہوا، پھر اسنے بجکم کیخلاف صف آرائی کی بجکم قتل ہوا اور ابن رائق دوبارہ عہدہ پر متمکن ہوا اب بریدی دوبارہ حریف بن کر بغداد پر حملہ آور ہوا، ابن رائق اور خلیفہ ناصر الدولہ حمدانی کے یہاں موصل میں پناہ گیر ہوئے، ناصر نے ابن رائق کو قتل کرا دیا یہ غلام تھا جو آگے چلکر آقا بن گیا تھا، اس کے بعد ناصر خلیفہ کو لے کر بغداد پہنچا اور بریدی کو نکال کر خود امیر الامرا بن گیا، مگر پولیس افسر توزون ترکی نے اس کو بیدخل کر دیا اور خود امیر الامرا بن بیٹھا مگر متقی کے لئے توزون گران خاطر تھا اسنے اسکے خلاف کچھ کرنا چاہا اس نے خلیفہ کو حراست میں لے کر عبد اللہ بن مکتفی کو خلیفہ کر دیا اور متقی کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی مستکفی عبد اللہ بن مکتفی سریر آرائے خلافت ہوا گو مستکفی خلیفہ تھا مگر بالکل بے بس، کچھ دن بعد توزون مر گیا تو ابو جعفر بن شیرزاد اس عہدہ پر متمکن ہوا وہ توزون سے بھی زیادہ آمر تھا۔ علی بن بویہ نے ابن رائق کے مقابلہ میں بریدی کی مدد کی تھی، اب شیرزاد پر احمد بن بویہ چڑھ دوڑا اور وہ روپوش ہو گیا خلیفہ نے احمد کو امیر الامرا بنا دیا۔ مطیع اور طائع کے زمانہ میں احمد معز الدولہ نے خلافت کے نظم ونسق پر پورا اقتدار جمایا صرف پانچ ہزار

درہم روزانہ خلیفہ کو ملتے تھے[1] ابن بویہ نے خلیفہ کیساتھ نار واسلوک جائز رکھے۔

عضد الدولہ دیلمی نے طائع کو اسقدر مجبور و لاچار کر دیا تھا کہ جب وہ سفر سے آتا خلیفہ استقبال کو نکلتے[2]، جب دونوں کے تعلقات بگڑ گئے تو اس نے دو ماہ تک طائع کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور خلیفہ کو مجبور کر کے اپنی ڈیوڑھی پر تین وقت نوبت بجنے کا حکم صادر کرایا، مگر عام مجلسوں میں یا دربار میں عضد ولہ نیاز مندانہ حیثیت ہی سے پیش آتا تھا[3]، عضد کے مرنے پر اسکا بیٹا صمصام الدولہ جانشین ہوا پھر شرف الدولہ اٹھ کھڑا ہوا اسنے صمصام کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی وہ اندھا ہو گیا۔ تو خلیفہ نے شرف الدولہ کو نوازا[4]۔ اسکے مرنے پر ابو نصر جانشین ہوا اسکو طائع نے سات خلعتیں مرحمت کیں، تلوار کے سایہ میں خلیفہ کے حضور میں لایا گیا زمین بوس ہو کر کرسی پر بیٹھا، اسنے ہی طائع کو معزول کیا اور قادر کو خلیفہ مقرر کیا، قادر حکومت کی صلاحیت رکھتا تھا تہجد گزار تھا، خیرات و صدقات کا خوگر تھا، حسن و سیرت اور حسن اطوار میں ممتاز تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اسکے مذہبی عقائد نہایت اچھے تھے[5]۔

مگر ابو نصر بہاؤ الدولہ نے اپنا اقتدار بڑھا لیا، خلیفہ معطل سے تھے، قادر کے بعد قائم خلیفہ ہوا مگر اسکی سیاسی حیثیت کچھ نہ تھی، وہ عالم اسلامی پر حکومت ضرور کرتے تھے مگر نظم و نسق میں کوئی دخل نہ تھا، بہاؤ الدولہ کا غلام ابو الحارث ارسلان بن عبد اللہ ساکن بسا (فارس)، جو بساسیری کے نام سے مشہور ہوا اس نے ۴۵۰ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی اور آل بویہ کا اقتدار بھی ختم ہو گیا بساسیری نے خلیفہ کو نظر بند کر دیا اور ایسے ظلم و ستم توڑے کہ خلیفہ نے تنگ آکر طغرل بک سلجوقی سے امداد چاہی اسنے آکر

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۳۶۳ [2] ابن اثیر جلد ۸ ص ۲۷۴ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۷۱ - ۲۷۰ [4] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۶ -

بساسیری کو نکال باہر کیا اور آلِ بویہ کی سلطنت کا جنازہ بھی عراق ہی میں دفن کر دیا،

سلاجقہ کے دورِ اقتدار میں خلفاء کی بیچارگی آلِ بویہ کے دور سے کچھ کم نہ تھی، انھوں نے بھی خلفاء کی معیشت اور گزر اوقات کیلئے جاگیریں مقرر کر دی تھیں وہ حکومت کے نظم و نسق میں دخل دے نہ سکتے تھے، خطبہ میں انکا نام ضرور پڑھا جاتا اور یہ اپنے اوقات محلات کی تعمیر اور مرمت میں صرف کرتے تھے سلاجقہ تحائف و ہدایا خلیفہ کی خدمت میں بہ کثرت بھیجتے تھے، اسکے علاوہ طغرل نے قائم کی لڑکی سے شادی کی، مقتدی نے اسپ ارسلان کی بیٹی سے، مستظہر نے ملک شاہ کی بیٹی سے اور مقتفی نے سلطان محمود کی بہن سے شادی کی، اسقدر تعلقات قائم ہو گئے تھے، مگر ملک شاہ کے دل میں خلیفہ کا احترام تھا کہ اسی سے مقتدی کو دار الخلافہ سے نکل جانے کا حکم دیا اور صرف دس دن کی مہلت دی، بنائے مخاصمت یہ تھی کہ خلیفہ کے دو لڑکے تھے مستظہر اور ابو الفضل جعفر ابن بنت، ملک شاہ خلیفہ نے مستظہر کو ولیعہد کیا، ملک شاہ اپنے نواسہ کو ولی عہد کرانا چاہتا تھا، اسپر ملک شاہ نے کہا کہ مستظہر کو ولی عہدی سے خارج کر دو، اور بغداد جعفر کو سونپ کر خود بصرہ چلے جاؤ۔ مقتدی نے اپنے عہد میں نئے سرے سے اقتدار قائم کرنے کی پہل کی، ولی عہدی کے مسئلہ میں ملک شاہ کے کہنے کو ٹھکرا دیا، مستظہر نے کچھ اور ہاتھ پیر نکالے مسترشد کھل کے سلاجقہ کے سامنے آگیا۔

سیوطی کا بیان ہے۔

"وہ بلند ہمت نہایت بہادر، جری، مدبر اور بڑا باہیبت خلیفہ تھا"

لہ تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۰۔ ۲ بغدادی زبدۃ المقریس ۹۰ سے ابن خلکان جلد اص ۲۶۴

اس نے خلافت کے نظم ونسق کو درست کیا اور اسمیں صحیح اور بہتر تنظیم و ترتیب قائم کی، خلافت کے امتیازات کو زندہ کیا اور اسکی عظمت کو بڑھایا، ارکانِ شریعت کو مستحکم کیا، یہ خلیفہ بذاتِ خود جنگ میں شریک ہوتا تھا[1]

مسترشد نے سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی پر چڑھائی کر دی اور اسے شکست دی، ممکن تھا کہ اسوقت وہ سلجوقیوں کا خاتمہ کر دیتا مگر حاکم بصرہ زنگی کی کمک آگئی جس سے وہ سنبھل گیا، سلطان محمود کا انتقال ہوا تو خلیفہ نے سلجوقی امرا کو باہم لڑا دیا، وہ دست وگریباں ہو گئے ادھر زنگی کی خبر لی اور اسکو موصل تک بھگا دیا مسعود سے مقابلہ ہوا ایک سلجوقی امیر نے خلیفہ سے دغا کی جسکی وجہ سے خلیفہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اسیر ہو کر خیمہ میں محبوس ہو گئے جہاں باطنی کے گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، خلیفہ راشد نے بھی باپ کے قدم پر قدم رکھا اسکے بعد مقتفی خلیفہ ہوا، ذہبی کا بیان ہے۔

مقتفی اعظم خلفا میں سے تھا، شجاع و بُردبار تھا، اسنے خلافت کے امتیازات کے ابھرنے کی راہ کو ہموار کیا، وہ حکومت کا تمام نظم ونسق اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا، اور ایک سے زائد بار فوج کی کامیاب قیادت کر چکا تھا، معتصم کے عہد کے بعد ابتک کوئی ایسا خلیفہ نہیں ہوا تھا جو باوجود چشم پوشی، نرم خوئی اور رحمت ورافت کے اس قدر صاحبِ جاہ وجلال، طبیعت کا صاف اور شجاع ہو، یہ نہایت عابد، زاہد اور پرہیز گار خلیفہ تھا۔

آخر دم تک اسکی فوجوں کو کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۰۶ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۹۲ -

علامہ طقطقی بھی یہی کہتے ہیں

"مقتفی نہایت بلند مرتبہ خلیفہ تھا، اس نے عباسیہ کے دورِ عروج کی تجدید میں سعی و عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا"[1]

مقتفی کے بعد مستنجد اور مستضیٔ خلیفہ ہوئے۔

اسکے بعد ناصر خلیفہ ہوا اس نے خوارزم شاہ کو منہ نہ لگایا، بغداد پر حملہ کرنا چاہا تو چنگیز خاں کو خفیہ خط لکھ کر اسے بھڑکا دیا[2] ظاہر اور مستنصر کے عہد کا قابل ذکر تذکرہ نہیں ہے، مستعصم آخری خلیفہ ہے جو تاتاریوں کے ہاتھوں ختم ہوا ہم اسپر آگے چلکر اظہار خیال کرتے ہیں، یہ تھی پانسو سالہ مختصر تاریخ دولتِ بنی عباس، اب ہم اس بحث پر آتے ہیں کہ عجمیوں اور ترکوں پر نوازشوں نے خلفا کی کیا حالت کر دی تھی یہ تمام باتیں عربوں کو نظر انداز کرنے سے پیش آئیں کیونکہ دعوت بنی عباس کے آغاز سے ہی عرب پائمال کئے جا رہے تھے اسکے متعلق بہت کچھ پہلے لکھ چکے ہیں اب کچھ مزید باتیں تائید میں پیش کیجاتی ہیں۔

عربوں کی ریاست و قیادت کا خاتمہ

علامہ سیوطی کا بیان ہے

"منصور پہلا شخص ہے جس نے موالی کو بہت سے کاموں پر مامور کیا، اور انہیں عربوں پر ترجیح دی بعد میں تو یہ چیز اتنی عام ہوگئی کہ عربوں کی ریاست اور قیادت ہی سرے سے فنا ہوگئی"[3]

علامہ مسعودی منصور کے بارے میں لکھتے ہیں۔

---

[1] الفخری ص ۲۷۴ [2] ابن خلدون جلد نہم ۱۰۵ [3] تاریخ الخلفاء ص ۱۵۰

"وہ پہلا خلیفہ ہے جسنے اپنے موالی اور غلاموں کو عامل بنایا اور بڑی بڑی مہمات انکو تفویض کیں اس چیز کو بعد کے خلفاء نے جو اس کی اولاد تھے بطور آبائی سنت کے اختیار کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب تباہ ہو گئے۔ انکی شان و شوکت اور عزت و مرتبہ سب ختم ہو گیا۔[1] بادی النظر میں یہ کہا جائیگا کہ اشکاک شبی اور عام مخالفت کیوجہ سے منصور عربوں کو سلسلہ سے لگا دیا کرتا تھا جسطرح مسلم بن قتیبہ الباہلی کو بصرہ کا والی بنایا مگر اسکے ساتھ ایک مولی کو بصرہ اور انبہ کے علاقہ کی ولایت پر بھی مامور کیا۔"[2]

طبری کا بیان ہے۔

"خلیفہ منصور کا ایک غلام گندمی رنگ کا تھا، اپنے کام میں خوب ماہر، اسمیں کوئی عیب نہیں تھا، ایک دن منصور نے اس سے پوچھا تم کس نسل سے ہو، اسنے جواب دیا حولان سے ہوں یمن میں قید کیا گیا تھا، دشمنوں نے قید کر کے مجھے غلام بنا دیا پہلے میں بنی امیہ کے خاندان میں آیا اور وہاں سے آپکی خدمت میں، منصور نے کہا اسمیں تو شک نہیں کہ تم بہت اچھے غلام ہو لیکن میرے محل میں میری حرم کی خدمت کرنے کیلئے کوئی عربی داخل نہیں ہو سکتا اسلئے تم یہاں سے نکلجاؤ اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ خدا تمہیں مستغنی کرے"

یہ عمل صرف منصور کا ہی نہ تھا، منصور کے بعد کے خلفا کا بھی یہی طریقہ رہا، وہ بدرجہ مجبوری عربوں سے تعلق رکھتے تھے۔

---

[1] مسعودی جزء ۲ ص ۲۰۱ [2] عیون الاخبار جزء ۱ ص ۲۹۰

دولتِ بنی عباس کے زوال کا سبب اصلی

دوسرے اسباب کے علاوہ دولتِ بنی عباس کے زوال کا بڑا سبب عربوں کو نظر انداز کر دینا تھا، عرب عہدوں وغیرہ سے الگ ہو کر زاویۂ خاموش میں چھپ گئے اس پر یہ مزید طرہ تھا کہ منصور سے لے کر ماموں تک تو عجمی سراہے جاتے تھے معتصم نے جاہل، ترکوں کو بھرنا شروع کر دیا، پھر تو ان کے ہاتھ میں حکومت کی باگ آگئی حتیٰ کہ خلفائے کے عزل و نصب تک کے حقوق ان کو حاصل تھے جب بنی بویہ نے حکومت بغداد ہاتھ میں لی تو اور بھی گئی گذری حالت ہو گئی حتیٰ کہ آخری خلفاء بنی عباس اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ ان کی حکومت صرف مملکتِ عراق پر رہ گئی تھی یہاں تک کہ قلعہ اربل جو قریب ہی تھا انکی حکومت سے نکل گیا تھا جب مستنصر کے زمانہ میں والی اربل کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور جب وہ بمشکل تمام فتح ہوا تو بغداد میں خوشیاں منائی گئیں، خلیفہ کے دروازے پر نقارے بجے اور شہر آراستہ کیا گیا۔

یہ ضرور ہے کہ خلفاء کا احترام قایم تھا، علامہ طقطقی لکھتے ہیں

"ملوکِ اطراف پر ان خلفاء کا دینی احترام و اقتدار آخر تک باقی رہا۔ شام و مصر کے بادشاہ ہر سال ان کو بڑے بڑے تحفے بھیجتے اور ان سے اپنی اپنی ولایتوں پر حکومت کرنے کی اجازت حاصل کرتے، خلفائے نے صرف خطبہ و سکہ پر اکتفا کر لیا تھا"[1]

---

[1] مقدمہ الفخری۔

خلفاء عباسیہ کا مذہبی اقتدار

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے بنی عباس کا مذہبی اقتدار ہر زمانہ میں قایم رہا پہلے خلیفہ بنی عباس سفاح نے بیعت کیوقت خطبہ میں کہا تھا۔

"اب اللہ رسول اور انکے عم محترم عباس کا ذمہ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کتاب و سنت کے مطابق برتاؤ کرینگے اور وہی طریقہ رکھینگے جو رسول اللہ صلعم کا تھا"

تاریخ گواہ ہے کہ خلفاء کا عمل اسپر کہاں تک ہوا یہ ضرور ہے کہ بنی اُمیہ کے مقابلہ میں وہ کچھ امتیازی درجہ رکھتے تھے، خیرات و مبرات میں شاہانِ عالم سے سبقت لیگئے تھے، شعائر دین کا احترام ملحوظ رکھتے تھے، انکے عہد میں اکثر ممالک میں اسلام پھیلا، تمدنی اور معاشرتی ترقی ہوئی پست قومیں بلند درجہ پر پہونچیں مگر یہ حقیقت ہے کہ ان میں اسلامی رُوح وہ نہ تھی جسکا دعویٰ کیا گیا تھا جمہوریت کے بجائے استبداد تھا۔ استبداد کے جو لازمی نقائص ہیں ان سے وہ بچ نہ سکے، عجمیوں اور ترکوں کو بڑھا کر ان کے ہاتھوں مثل کٹھ پتلی کے بن گئے، تاہم ان کا مذہبی اقتدار اور دینی حیثیت ہر زمانہ میں قائم رہی، پروفیسر علی ابراہیم حسن ام اے نے "النظم اسلامیہ" میں لکھا ہے۔

"یہ ذہنوں میں جاگزیں تھا کہ خلافت ایک ایسا نظام ہے جو اصلاحِ عالم اور دنیا کے نظام کو صحیح حالت میں رکھنے کے لئے ناگزیر ہے اور خلیفہ اس نظامِ خلافت اور اقتدار کا مرکز اور سرچشمہ ہے جب خلیفہ عباسی سے دنیاوی اقتدار سلب ہو چکا

تھا۔ اور طاقتور امرائے ترک اور بنی بویہ و سلاجقہ) نے جب جی
چاہا ان کو معزول کر دیا اور جب جی میں آیا قتل کر دیا، اسی وقت
بھی یہ عالمگیر ذہنیت فنا نہیں ہوئی تھی اور خلیفہ کا مذہبی اقتدار
اپنی جگہ پر تھا۔

ایک زمانہ خلفا پر وہ بھی گذرا تھا جب انکی زندگی صدقات پر قائم تھی اس
وقت بھی ان کی مذہبی فرمانروائی پر کوئی اثر نہ پڑا تھا، مسلمانوں کے بہت
سے حکمران اس زبوں حالی میں بھی ان کے اقتدار کے معترف اور ان سے
تفویض (نیابت) کی التجا کرتے تھے کہ ان کے عقیدہ میں خلیفہ آنحضرت
صلعم کا جانشین اور مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ تھا، ان امرا کی حکمت عملی اس
تفویض سے یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی بزور شمشیر قایم کی ہوئی حکومت کو مذہبی
حیثیت دیدیں، اسی پالیسی کے ماتحت سلطان محمود غزنوی نے خلیفہ
مقتدی باللہ کی خلافت کے سامنے سر جھکایا تھا اور یوسف بن تاشقین
شاہ "مرابطین" نے اس کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور اس سے شرعی تفویض
کی التجا کی تھی خلیفہ مقتدی نے اسے تفویض عنایت کی اور اس کے اختیار
کردہ لقب امیر المسلمین کو برقرار رکھا۔

غرضکہ عباسی خلیفہ عالمگیر مذہبی احترام کا مرکز تھا حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین
ایوبی جس کے ہاتھوں دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا مگر اس جلیل القدر سلطان نے بھی
عباسی خلیفہ مستضیٔ کے نام کا خطبہ مصر، بلادِ مغرب، یمن اور سوریہ (شام) کے
منبروں پر پڑھوایا خلیفہ نے بطور اظہارِ خوشنودی اسے ان ممالک کی نیابت کا

شرف بخشا تھا، خلیفہ مستنصر نے نورالدین عمر و بلادِ یمن کی نیابت عنایت کی اسی خلیفہ نے شمس الدین التمش کو ہندوستان کی نیابت اور سلطان کا خطاب عطا فرمایا تھا، التمش نے بھی اپنی سلطنت میں خلیفہ کے نام سے سکہ جاری کیا تھا۔

اس بحث و نظر کے بعد عباسی خلفاء کے عالمگیر مذہبی اقتدار کا اندازہ دشوار نہیں،[1]

خطبہ و سکہ آخر میں خطبہ و سکہ ہی خلفا کا طغرائے امتیاز رہ گئے تھے۔

خطاب و القاب خلفاء کے دربار سے القاب و خطابات حاصل کرنا شان ریاست کی تکمیل کے لئے بالعموم ضروری متصور ہوتا تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ دربار خلافت سے خطابات اس دریا دلی سے عطا ہوتے کہ دوست دشمن سب ہی خطاب یافتہ نظر آتے۔

علامہ البیرونی نے الآثار الباقیہ میں لکھا ہے۔

"خطابات کی اتنی کثرت تھی کہ اسکی وجہ سے انکی توقیر بالکل جاتی رہی تھی"[2]

علوئین اور بنی عباس

علوئین اور بنی عباس بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے بنی امیہ نے جو کچھ علوئیں پر ظلم توڑے ان کا انتقام بھی بنی عباس نے دل کھول کر لیا مگر خود بنی عباس نے بھی اپنے اہل خاندان سے جو سلوک روا رکھے وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں دعوت آل محمد میں ہم اسپر روشنی ڈال چکے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ علوئین نے اپنی جان فروشی سے انکے مدِ مقابل دولتِ فاطمی قائم کی۔

---

[1] مسلمانوں کا نظم مملکت مطبوعہ ندوۃ المصنفین صفحہ ۱۰۳ [2] الآثار الباقیہ صفحہ ۲۳۲

علامہ طقطقی مقدمہ الفخری میں لکھتے ہیں۔

"علویوں کے پے در پے خروج سے دولتِ عباسیہ کی چولیں ڈھیلی ہوگئی تھیں۔
حالت یہاں تک ہو چکی تھی کہ آخری خلفا کے عہد میں عایا اپنے گھروں میں امن و امان کی نیند نہیں سو سکتی تھی۔"

قزدین کا یہ حال تھا کہ جب رات آتی تو ملاحدہ (قرمطی و اسمعیلی) کے خوف کے مارے لوگ اپنا اپنا اثاثہ اور متاع تہ خانۂ زمین دوز میں چھپا دیتے تھے[۱]

قرامطہ کے بعد باطنیہ اسمعیلہ نے جو کچھ مسلمانوں پر ظلم توڑے وہ بھی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں

خلفاء کا غلط اقدام

بنی عباس نے اپنی دولت کے تحفظ کے لئے عربوں کے مقابلہ میں عجمی ترکوں سے امداد لی پھر بویہ اور سلاجقہ سے معاونت چاہی خوارزمی مقابل آئے تو ان کے مقابلہ میں چنگیز کو دعوت دی[۱] آخر خلیفہ ناصر کے اس کارنامے سے اس کے پوتے ہلاکو کے ہاتھوں ان کے پوتے مستعصم کا خاتمہ ہوا۔

اگر عرب پامال نہ کیے جاتے اور علویین نظر انداز نہ ہوتے تو تاتار کے سیلاب کو عرب ہی روک سکتے تھے۔

بغداد کی تباہی تاتاریوں اور مسلمان امرا کے ہاتھوں | حکومتِ بغداد کے

---

[۱] مقدمہ الفخری۔

ختم کرانے میں علقمی اور خواجہ نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تو تھا ہی مگر اہلِ مسلمان امراء بھی اس سازش میں شریک تھے چنانچہ پروفیسر براون "لٹریری ہسٹری آف پرشیا" میں لکھتا ہے۔ "نومبر ۱۲۵۷ء ۶۵۵ھ میں ہلاکو خان بغداد پر حملہ کے ارادہ سے روانہ ہوا، اس کے ہمراہ بہت سے مسلمان امرا بھی تھے جن میں ابو سعد زنگی اتابک شیراز بدر الدین لولو، اتابک موصل، عطا ملک جوینی مصنف تاریخ "گوہاں گوشا" مشہور فلسفی اور ماہر فلکیات نصیر الدین طوسی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۱]" غرضکہ دولت عباسیہ کے خاتمہ کے ذمہ دار جس قدر خود خلفائے عباسیہ تھے اتنے ہی مسلمانوں کے امراء اور سب سے بڑھ کر شیعہ سنی قضیہ کی کارفرمائی تھی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سقوط بغداد کے وقت اسلامی حکمرانیاں

اسپین سے سمٹ کر غرناطہ مرکز تھا، یہاں یوسف بن نصر خلیفہ تھا، شمالی افریقہ میں عمر مرتضیٰ اپنی حکمرانی کا ڈنکا بجا رہا تھا، الجزائر میں دولت زیانیہ کا دور دورہ تھا، تونس میں ابو عبداللہ محمد مستنصر باللہ آمر تھا، مراکش میں ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق حکمراں تھا، مصر میں نور الدین علی فرمانروا تھا۔ یمن میں منظفر بن یوسف برسر حکومت تھا۔ صفا میں متوکل شمس الدین احمد تھا۔

روم میں سلاجقہ میں سے رکن الدین قزل ارسلان چہارم کا عہد تھا، فارس میں ابو بکر بن سعد زنگی حکمراں تھا، کرمان پر قتلغ خاتون حکومت

---

[۱] ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۰۴

کر رہی تھی، ہند میں نصیر الدین محمود شاہ دہلی تھا۔
دولت بنی عباس کے خاتمہ پر یہ حکمرانیاں موجود تھیں، ہر جگہ علم کے چرچے تھے اور علماء کی چہل پہل تھی۔
یہ تھے عباسیوں کے عروج اور زوال کے اسباب مگر باعتبار شہنشاہ کے یہ کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حکماء نے بادشاہوں کیلئے جو رموز مملکت مقرر کئے ہیں اگر ان کو سامنے رکھا جائے تو چند کے علاوہ باقی خلفا ان پر پورے اترتے ہیں تفصیل کے لئے الفخری کا مقدمہ دیکھنا چاہیئے۔[1]
سلطنت عباسیہ کا آفتاب اقبال اگرچہ غروب ہو گیا مگر اسی کیساتھ علم و حکمت کا مہر درخشاں طلوع ہو گیا گو اس وقت حکومت مختلف ٹکڑوں میں تقسیم تھی علمی ترقی کو ہر جگہ فروغ تھا، پہلے بغداد مرکز تھا، اس کے بعد علم و فن کے سرپرستی کے متعدد مرکز ہو گئے تھے۔

خلفائے عباسیہ کے عہد کی علمی ترقی

آنحضرت صلعم کے ورود مسعود کے کچھ عرصہ بعد ہی جزیرہ نمائے عرب سے حق پرستی کا نور مشرق سے لیکر مغرب تک برق لامعہ کی طرح پھیلا اور حضور کے وصال سے ایک سو برس کے اندر ہی اندر تہذیب و تمدن اور عدل و انصاف کیساتھ علم و ہنر کی ترویج و اشاعت میں عرب ملل عالم سے گوئے سبقت لے گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد بنی امیہ کے تقریباً صد سالہ دور کے اختتام تک عرب چین سے

[1] مقدمہ الفخری از علامہ طقطقی متوفی ۷۰۳ھ۔

لے کر بحر اٹلانٹک تک حکمراں ہو گئے تھے حتیٰ کہ بحر و بر پر انکا کوئی مدمقابل نہ رہا تھا اگر عرب خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوتے تو کیا عجب کہ ربع مسکوں پر ان کا ہی تسلط نظر آتا بنی امیہ کے ابن عم بنی عباس نے عنانِ فرمانروائی اپنے بقوت حاصل کی یہ دینی علم و فضل کا گھرانہ تھا، دنیائے علم و حکمت پر بھی انہوں نے فاتحانہ قبضہ جمایا۔ قاضی صاعد بن احمد اندلسی کا بیان ہے۔

"صدر اسلام میں اہل عرب نے علوم و فنون کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی، ان کی دلچسپی کا مرکز ان کی زبان تھی یا احکام شریعت ہاں طب و بیہر اس سے مستثنیٰ تھے۔"

سفاح کے بعد منصور سریر آرائے خلافت ہوا اسنے بغداد کی بناڈالی اور اس کو دارالحکومت قرار دیا جو نصف صدی کے اندر عظیم الشان تہذیب تمدن کا شہر بن گیا، اس کی شان و شکوہ، وسعتِ تجارت ترقی صنعت و حرفت اور علم و فن کا مرقع دیکھنا ہو تو "الاغانی، عقد الفرید، الفہرست[۱] خطیب بغداد کی تاریخ کا مطالعہ کافی ہے۔

خلفائے بنی عباس میں بیشتر حضرات کشورکشائی، جہانبانی اور عدل و انصاف کے پیکر مجسم تھے، اس کیساتھ ہی وہ فضل و کمال کے بھی یگانہ روزگار تھے۔ انکے دربار میں دینی علوم کی ترویج و اشاعت کیساتھ قدیم یونانی، ایرانی اور ہندی علوم و فنون کا جو ایک عرصہ سے مردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے احیا ہوا، چنانچہ

---

[۱] الاغانی۔ ابوالفرج علی بن الحسین القریشی الاصفہانی متوفی ۳۵۶ھ ۹۶۷ء عقد الفرید ابن عبدربہ قرطبی متوفی ۹۴۰ء۔ الفہرست، ابن ابی یعقوب ندیم الوراق، متوفی ۹۹۵ء۔

جملہ علوم و فنون ترجمہ کے ذریعہ عربی میں منتقل کر لئے گئے عرب دماغ نے اپنی
تحقیق و کاوش سے انکو ترقی کی راہ پر لگا کر زندۂ جاوید بنایا، خلیفہ منصور خود
دینی علوم کا فاضل جلیل تھا، اسکے عہد میں حدیث و فقہ کے تمام اجزا یکجا کئے
گئے، چنانچہ امام مالک سے منصور نے ہی موطا کی تالیف کرائی، اس زمانہ
میں اور بھی مجموعۂ حدیث کے مرتب ہوئے، امام ابو حنیفہ نے فقہ کی ترتیب و تدوین
کیلئے قلم اٹھایا، محمد بن اسحاق نے مغازی کیطرف توجہ کی، شیخ التفسیر ابن جریج
شیخ الحدیث اوزاعی، حضرت سفیان ثوری۔ حماد بن سلمہ و غیرہ نے مختلف علوم
و فنون میں بیش بہا اور نادر تصنیفات و تالیفات تیار کیں، انکے علاوہ لغت،
نحو، معانی بیان کے تمام ذخیرے جن کا دار و مدار ابتک زیادہ تر روایت اور حافظہ
پر تھا، کتابی صورت میں محفوظ ہونے لگا، منصور کی توجہ علوم حکمت کیطرف بھی
ہوئی اسنے روم سے کتابیں منگائیں[1]، پھر یونانی زبان سے سریانی (ساحی)
میں اور سریانی سے عربی میں قدیم یونانی علوم و حکمت کی کتابیں منتقل ہوئیں،
ابتداً یہ ترجمے کسیقدر ناقص تھے لیکن علم کے پیاسے عربوں نے انہی کو پڑھا
اور سمجھا حسن اتفاق سے .... ۱۵۶ھ میں ایک ہندی سیاح بغداد
پہنچا، اسکے پاس ہئیت کے متعلق کتاب "سندھند" تھی یہ اسنے منصور کو نذر
گذاری، منصور نے محمد بن ابراہیم بن حبیب فزازی سے اس کا عربی میں
ترجمہ کرایا، ابن ابراہیم عربوں میں پہلا منجم اور محقق ہئیت تھا اس کی تحقیقات
پر موسی خوارزمی نے اپنی شہرۂ آفاق زیچ تیار کی اور یونانی ہندی تحقیقوں کو

---

[1] کشف الظنون جلد ا صفحہ ۴۴۶۔

باہم دیگر منطبق کیا، فارسی ہیئت کی کتابوں کا عربی میں الفضل بن نوبخت متوفی ۸۱۵ء / ۲۰۰ھ نے جو الرشید کا مہتمم کتب خانہ تھا ترجمہ کیا۔

مذکور الذکر ہندوستانی سیّاح کے ساتھ ریاضی کی کتاب بھی تھی اسمیں اعداد کی کتابت ہندی طریقہ پر سمجھائی گئی تھی عربوں کا مروجہ طریقہ اگرچہ رومن طریقہ سے بہتر تھا لیکن صفر کی ایجاد سے محروم ہونیکی وجہ سے ہندی طریقہ کے برابر سودمند نہ تھا، عربوں نے اسکو اپنا لیا، پھر نویں صدی میں جب ہند حساب دانوں نے اعشاریہ کا طریقہ رائج کیا تو عربوں نے اسکے فوائد کے مدِنظر اسکو بھی اختیار کر لیا، ہندی فنون کے علاوہ بغداد میں ایرانی علوم سے بھی استفادہ کیا گیا وہ ادب اور فنونِ لطیفہ تک محدود تھے، حکیم بیدپائے کا افسانہ کلیلہ ودمنہ کو ابن المقفع نے عربی جامہ پہنایا اس کے علاوہ اسنے آئین نامہ، مزدک التاج فی سیرت نوشیرواں الادب الکبیر الادب الصغیر جیسی کتب عربی میں ترجمہ ہوئیں البتہ یونانی ادب مثلاً تصانیف ہومر، روسو، نوکلیس وغیرہ کو عربوں نے زیادہ توجہ سے نہیں دیکھا۔"

عربوں کو یونان کی حکمت، طب، ریاضیات، اور ہیئت منطق بہت زیادہ پسند آئی چنانچہ چند ہی سال کے اندر حکمائے یونان کے ان مضامین کے شاہکار معہ شرح و تقریظ کے عربی میں منتقل کر لئے گئے، ابو یحییٰ ابن البطریق نے جالینوس (۲۰۰ء) بقراط (۳۶۴ ق م) کی اکثر تصانیف بطلیموس کی المجسطی اور اقلیدس کے عناصر کا ترجمہ کیا ایک دوسرے مترجم شامی عیسائی یوحنا بن ماسویہ متوفی ۸۵۷ء / ۲۴۲ھ جبریل بن بختیشوع کے شاگرد اور حنین بن اسحاق کے استاد نے متعدد طبی

مخطوطات کو عربی کا جامہ پہنایا۔

موسیو سیدیو فرانسیسی لکھتا ہے۔

"منصور فخر عرب خلفار کے زمرہ میں ہے اس نے سب سے پہلے عربوں کو دماغی اور ذہنی مشاغل میں مشغول کیا[1]

"گو" عربوں میں اکتسابِ علوم اور علمی ترقیوں کا میلان طبعاً موجود تھا، علمی مشاغل ان کے مرغوب ترین شغل تھے ان میں اس بات کی طبعی استعداد تھی[2]"

منصور کے جانشین خلفار بھی علوم معارف کی سرپرستی اور سعی و ترقی میں منصور ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے اور انہوں نے اپنے مفتوحہ ملکوں سے جلیل القدر علمار کو بلوا کر دربار میں رکھا، انسے یونانی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کرائے، کتب خانے قائم کیے، درس گاہیں بنوائیں، تعلیم کو عام کیا، شاہی مدارس میں اور نیز دیگر تعلیم گاہوں میں عام وخاص ہر طبقے اور درجہ کے ادیبوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ اور ان مدارس میں ارسطو، بقراط، جالینوس، وسقوریدوس، اقلیدس، ارشمیدس بطلیموس اور ایولو بنوس وغیرہ حکمار کی کتابیں برابر پڑھائی جاتی تھیں جنکے ساتھ ساتھ متنِ قرآن شریف اور اس کی تفسیر کا درس بھی دیا جاتا تھا۔ علما و حکمار کی خاص خاص محفلیں اور مجالس مذاکرہ علمیہ قائم کیں، ان مجالس میں مشکل مسائل علمیہ پر غور اور بحث ہوا کرتی تھی۔

---

[1] تاریخ عرب صفحہ ۳۶۹ [2] عرب۔

مہدی اور ہارون الرشید نے چیدہ چیدہ نصرانی علمار کو اپنے دربار وں میں بلایا یہ علما ممالک ایشیار میں جا بجا پھیلے پڑے تھے ان پر شاہانہ انعام و اکرام کا مینہ برسایا اور ان سے یونانی اور فارسی زبانوں کی کتابیں عربی اور سریانی زبانوں میں ترجمہ کرائیں[1]

ان علمار میں مشاہیر یہ تھے۔

ماشار اللہ فلکی جس نے اصطرلاب اور اس کے دائرہ نحاسیہ پر کتاب لکھی، احمد بن محمد نہاوندی فلکی، یہ بھی مشاہدات و رصد افلاک میں مثل ماشار اللہ مصروف رہا۔ عربوں میں یہ علوم فلکیہ کے سب سے بڑے ماہر اور قدیم عالم تھے۔

ہارون الرشید نے بطلیموس کی المجسطی کا ترجمہ یحییٰ بن خالد برمکی کی زیر نگرانی حجاج بن یوسف وغیرہ سے کرایا ابن یوسف مطر نے اقلیدس کا بھی ترجمہ کیا۔

اس زمانہ میں صالح بن بہلہ ہندی عراق آیا اس کا معاصر شناق (چاناک) جس کی کتاب سنسکرت کا منکہ ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا[2] پھر یحییٰ بن خالد کے حکم سے ابو حاتم بلخی نے اس کو عربی جامہ پہنایا۔

مذکورالذکر منکہ ہندی نے اسمار عقاقیر الہند، کتاب سیرد فی الطب کا ترجمہ کیا[3]

کلیلہ و دمنہ کے مترجم نے ارسطو کی بعض منطقی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا ان معاصر فاضل مترجم یہ تھے۔

یوحنا بن ماسویہ۔ سلام الابرش۔ سیل المطران عہد ہارون میں عربوں کی دماغی ذہنی ترقیات اور ان کے علوم و فنون کی مہارت کا جو درجہ

---

[1] تاریخ عرب صفحہ ۳۷ [2] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۴۴ [3] الفہرست ابن ندیم۔

تھا اس کے اظہار کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کے علمی عروج و کمال کی شہادت میں وہ بجنے والی گھڑی پیش کر دیں جو خلیفہ رشید نے شارلمین شاہ فرانس کو ہدیتہً ارسال کی تھی۔ یہ گھڑی نادرہ روزگار صنعت تھی اور پانی کے ذریعہ سے چلتی تھی[51] گھڑی کا موجد یونس کاتبی متوفی ۲۶۵ھ تھا۔[52] جب مامون اعظم سریر آرائے خلافت ہوا تو اس نے اپنے اور باپ اور دادا کے قائم کردہ علمی ادارہ کو بہت زیادہ ترقی دی یہ بیت الحکمۃ مامون کے ہاتھوں کچھ سے کچھ ہو گیا، ہارون نے اور وزرائے برامکہ نے جسقدر بیت الحکمۃ میں علمی ذخیرہ جمع کر دیا تھا اس سے بھی زیادہ مامون نے اس کو وسعت دی سہل بن ہارون اسکا مہتمم تھا۔

موسیو سیدیو لکھتا ہے۔

"یہ خلیفہ آفتاب فضل تھا اور بے شمار بڑے بڑے باکمال علمائے نجوم و فلک کی طرح اس آفتاب علم کو اپنے حلقے میں لئے رہتے تھے، مامون نے قیصر روم سے دوستی اس بنا پر کی کہ علوم و معارف کا خزانہ اس سے حاصل کرے، اسنے قسطنطنیہ اور اسکندریہ، اتھینز اور صقلیہ سے علوم حکمت کی کتابیں منگائیں اور ان کے تراجم پر بے شمار مال و زر خرچ کیا[53]

---

[51] تاریخ عرب سیدیو صفحہ ۲۷۴ [52] علوم جرجی زیدان جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ [53] تاریخ عرب صفحہ ۲۷۴۔

منصور سے ہارون تک پہلا دور تھا، دوسرا دور ماموں سے واثق تک تھا، اس عہد کے مترجمین کی نمایاں شخصیتیں یہ تھیں۔
یوحنا بن بطریق - حجاج بن مطر۔ قسطا بن لوقا بعلبکی، عبد المسیح بن ناعمہ ناعمہ قمص حنین بن اسحاق، اسحاق بن حنین، ثابت بن قرہ صابی حبیش بن الحسن ابن البطریق وسلما۔
الحجاج بن مطر وابن البطریق وسلما صاحب بیت الحکمۃ۔[1]
ثابت بن قرہ شیخ المترجمین تھا، یہ حران کے صابیوں میں سے تھا جو زمانۂ قدیم سے ستارہ پرست چلے آرہے تھے اور ہیئت اور ریاضی کے بالطبع دلدادہ تھے، جیسے ثابت اور اس کے ساتھیوں نے ارشمیدس متوفی ۲۱۲ ق م اور ابولونیس برگائی (۲۶۲ ق م) کے ریاضی کے شاہکاروں کا ترجمہ کر ڈالا، اور پہلے ترجموں کی تصحیح کی۔
حنین بن اسحاق جو غریب عبادی (نسطوری) عیسائی کا لڑکا تھا۔ بنو موسیٰ بن شاکر نے اپنے علمی ذوق سے دار الترجمہ قائم کر رکھا تھا اسمیں حنین مع ساتھیوں کے ملازم ہوگیا اور ماہانہ ۵۰۰ دینار مشاہرہ پاتا تھا ابن خلکان نے اس کی خوشحالی کا وفیات الاعیان میں ذکر کیا ہے، پھر حنین بیت الحکمۃ سے متعلق ہوگیا، ماموںی دربار شاہی سے اس کو کتاب کے برابر وزن کا سونا انعام میں ملا کرتا"
بقراط۔ جالینوس اور ارسطو کی کتابیں اور کچھ افلاطون کی کتب کے ترجمے اس عہد میں ہوئے۔

[1] کشف الظنون جلد ا صفحہ ۴۴۷۔

کتب بقراط:۔ کتاب فصول (ترجمہ حنین) الکسر (حنین) تقدمتہ المعرفتہ (حنین وعیسیٰ بن یحییٰ) الامراض الحارہ۔ ابیذ یمیسیا۔ الاخلاط (مترجم عیسیٰ بن یحییٰ) قاطیطون (حنین) الماء والہواء (حنین و جیش) کتاب طبعیۃ الانسان (حنین وعیسیٰ) کتاب عہد بقراط (جیش وعیسیٰ)

کتب جالینوس:۔ کتاب الفرق۔ الصناعۃ النبض شفاء الامراض المزاج۔ الطبعیۃ العلل والامراض، تصرف علل، الاعضاء الباطنہ۔ الحمایات، البحران (مترجم حنین) جیش نے جالینوس کی ۸ اکتب کا ترجمہ کیا اصطفان نے ۵ کا اور حنین نے مذکورہ کتب کے علاوہ ۱۶ کتب کا اور ترجمہ کیا بقیہ کتب کا عیسیٰ بن صلت اور ثابت ابن البطریق نے ترجمہ کیا۔

کتب ارسطو:۔ قاطیفوریاس (حنین) کتاب العبارۃ سریانی میں حنین نے متی نے عربی کا جامہ پہنایا۔
البرہان (اسحاق نے سریانی میں، متی نے عربی میں کیا،
کتاب الجدل (یحییٰ) تحلیل القیاس (تیادورس)
کتاب المغالطات او الحکمتہ المموہتہ (ابن ناعمہ اور ابو بشیر نے سریانی میں، عربی میں یحییٰ نے ترجمہ کیا۔
الخطابتہ۔ کتاب العشر۔ اسماع طبعی الاسماء والعالم، الکون والفساد الاثار العلویہ النفس الحیوان، الاخلاق، المراۃ اثولوجیا

(اسحاق ابراہیم ابوبشر۔ ابوروح حنین، قسطا۔ ابن ناعمہ
ابن بطریق حجاج بن مطر نے مل جلکر ترجمہ کیا۔

کتب افلاطون۔ کتاب السیاسیہ (حنین) مناسبات (یحیٰی بن عدی
النوامیس (حنین ویحییٰ) طیماوس (ابن بطریق) مکتوب افلاطون
بنام افرطن، کتاب التوحید الحس واللذت (یحیٰی بن عدی)
اصول ہندسہ (قسطا بن لوقا) ان کے علاوہ دیگر فلاسفہ
یونانی کی کتب عہدِ مامون میں کثرت سے ترجمہ ہوئیں[1]

ان ترجموں نے عربوں کے عقل و دماغ پر اثر کیا پھر عربی تصانیف تمدن
پر اپنے نقوش قائم کئے۔ ہارون و مامون نے علماء و اطباء و حکماء کی جیسی قدر و
منزلت کی اس کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے، جبرئیل بن بخت یشوع ہارون
و مامون کا درباری طبیب تھا۔ وزرائے برامکہ کا بھی معالج تھا جب یہ مرا ہے بقول
علامہ جلال الدین قفطی اسنے آٹھ لاکھ درہم اپنے پسماندوں کیلئے چھوڑے تھے[2]

ہیئت: مامون کے عہد میں یحییٰ بن ابی منصور نے ایک فلکی زائچہ مرتب کیا
جسکی تیاری میں سند بن علی کی شرکت تھی اور سند بن علی نے
۲۱۸ء و ۲۱۹ء میں خالد بن عبد الملک مروزی کے ساتھ ہی کام کیا تھا
اسنے رصد میں بھی تالیف کیں اور ان دونوں علماء نے علی بن عیسیٰ اور علی
بن البحتری کو اپنے ساتھ لے کر فلکی مشاہدات کئے اور شہر رقہ شہر تدمر کے
مابین خط نصف النہار کا قیاس اور انداز کیا۔ احمد بن عبد اللہ بن حبش نے تین زائچے

---

[1] ماخوذ از کشف الظنون جلد اصفحہ ۴۴۶ - ۴۴۷ [2] اخبار الحکما قفطی ذکر بختیشو۔

کواکب کی حرکات کے بارے میں تالیف کئے اور ماموئی عہد کے انہیں عرب علمائے فلک نے سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع اور مدار ستاروں کے طلوع و غروب وغیرہ کا حساب لگایا اور ان سیاہ دھبوں کو دریافت کیا جو قرص آفتاب میں ہیں، اعتدال ربیعی، اعتدال خریفی کو رصد کے ذریعہ درست طور پر جانچا اور فلک البروج کے منطقہ کا میل اندازہ لگا کر دریافت کیا۔[1]

مذکورہ بالا عرب علما میں درجۂ اجتہاد اور رتبۂ امامت محمد بن ابراہیم بن حبیب الفزاری کا تھا، صاحب کشف الظنون لکھتا ہے "واول من علمہ فی الاسلام ابراہیم بن حبیب الفزاری ومن الکتب المصنفۃ فیہ تحفۃ الناظر و بہجۃ الافکار وضیاء العین[2]۔" احمد بن محمد نہاوندی نے شہر جندی سابور میں اجرام سماویہ کو رصد کیا اور ۸۰۳ء ۱۸۷ھ میں کئی جدید زائچ تالیف کئے جنکا نام "المستعمل" رکھا یہ فلکی تحقیقات میں عہد ہارون سے لگا ہوا تھا۔ موسیٰ خوارزمی جسکا ذکر آچکا ہے اسکا ہی معاصر فیلسوف عرب کندی تھا جس نے مدارس اسکندریہ رشینیہ کی کتابوں کی مدد سے حساب ہندسہ حکمت نجوم حوادث، جویہ اور طب وغیرہ علوم وفنون میں دو سو کتابیں ترجمہ وتصنیف وتالیف کیں، کندی کا شاگرد ابومعشر فلکی تھا جسکی زیچ ابومعشر مشہور ہے[3] فلکیات میں موسیٰ بن شاکر کے بیٹے محمد احمد حسن جو امرائے عہد سے تھے انہوں نے خود اس فن میں اپنی تمام مساعی صرف کردیں اور عرب علما کی زیچوں کو صحیح کیا اور اسکا تکملہ کیا۔ نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ فارسی ستہ شمس میں حرکت آفتاب کا صحیح اوسط دریافت کیا شہر بغداد کے

---

[1] تاریخ عرب موسیبو صفحہ ۳۷۵ [2] کشف الظنون جلد ۱ [3] تاریخ عرب صفحہ ۳۷۶

مشہور دروازہ طاق کے متصل دریائے دجلہ کے ایک پل پر جو رصد خانہ تھا، اس رصد خانہ میں برابر فلکی مشاہدات کرتے رہتے اور انہوں نے منطقۃ البروج کے وسط کا میل دریافت کیا اور اس کی حد بھی مقرر کر دی کہ یہ میل (جھکاؤ) اتنا ہوتا ہے اسی طرح عروض قمر سے عرض اکبر کے حسابوں کا فرق بھی معلوم کر لیا۔ ان بھائیوں میں بڑا محمد تھا جس نے کواکب سیارہ کی تقویمیں تیار کیں ثابت بن قرہ علم الفلک میں اسی کا شاگرد تھا۔ سنہ ۹۰۰ء (۲۸۷ھ) میں فوت ہوا اسکے علاوہ اور بھی ماہرینِ علم ہیئت تھے جنہوں نے علم الفلک میں گرانقدر سرمایہ چھوڑا۔

اس فن میں عربوں کی مہارتِ فن اور کمال کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض فلکی علمائے نے ایسے مکانات بنائے تھے، جن میں آسمان تھا، آسمان پر تارے تھے، بادل تھے۔ بجلیاں تھیں سب ہی کچھ تھا دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سچ مچ آسمان کے نیچے کھڑا ہے[۱]۔

غرضکہ عربوں نے علمِ ہیئت کو بھی دیگر فنون کیطرح کمال پر پہونچا دیا اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آفتاب کی زمین سے بلندی کا حساب بتانا بھی عربوں ہی کا کارنامہ ہے[۲] آلات رصد میں اسطرلاب بھی عربوں کا ایجاد کردہ ہے الفزاری کے متعلق ابن ندیم کا بیان ہے۔

وہو اول من عمل فی الاسلام اسطرلابا و عمل مبطحا و مسطحا[۳]

ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی جتنی توصیف کیجائے کم ہے جہاں اسنے جبر و مقابلہ ایجاد کیا وہاں وہ ہیئت کا بھی بڑا ماہر تھا۔

---

[۱] المقری نفح الطیب جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ [۲] تاریخ فلک العربی ص ۴۵ [۳] الفہرست ص ۳۸۰ و ۳۸۳

وہو من اصحاب علوم الہیئتہ[1]

متوکل باللہ کے زمانہ میں ممتاز سربرآوردہ ہیئت داں ماوراءالنہر کا ابوالعباس احمد الفرغانی تھا جس نے متوکل کیلئے فسطاط مصر میں ایک نیل پیما تیار کیا تھا اسکی بے نظیر کتاب المدخل الیٰ ہیئتہ الافلاک ہے۔

ماموں کے رصدخانہ کے بعد بنو شاکر کا رصدخانہ تھا، یہ

موجد آلات رصد بغداد میں ۸۵۰ء–۸۷۰ء (۲۳۶–۲۵۷) موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں نے اپنے مکان میں بنایا تھا، بغداد میں ہی نائب سلطنت سلطان شرف الدولہ بویہ نے ۹۸۲ء (۳۷۲) میں اپنے قصر میں رصدگاہ قائم کی تھی جہاں عبدالرحمن الصوفی، احمد الصاغانی اور ابوالوفا بر سر عمل تھے، الصوفی کی کتاب الکواکب الثابتۃ المنصوبہ اسکی یادگار ہے، اس زمانہ میں علی بن یونس متوفی ۱۰۰۹ (۴۵۴) اور دوسرا الغ بیگ سمرقندی (۱۳۹۳ء) ایک دوسرے بویہ رکن الدولہ (۹۳۳، ۳۲۱) کے دربار میں ابو جعفر الخازن الخراسانی نے میل طریق الشمس کی از سر نو تعین کی اور ارشمیدس کے ایک پرانے سوال کا بھی مساوات کے ذریعہ حل شائع کیا علاوہ ابوریحان محمد بن احمد البیرونی ۹۷۳–۱۰۴۸ء (۳۶۳–۴۱۵) کی عمر کا بڑا حصہ ہیئت و نجوم کے مطالعہ میں گذرا اس کی کتاب القانون المسعودی فی الہیئۃ والنجوم اس وقت کی ہیئت کے سارے شعبوں پر حاوی ہے۔ البیرونی حساب میں بھی اتنا ہی ماہر تھا، التفہیم لاوائل صناعۃ النجوم ہندسہ و ہیئت میں اسکی مشہور کتاب ہے۔ ایک دوسری کتاب الآثار الباقیہ، ریڈورڈزاخاو پروفیسر جامعہ برلن نے اس کتاب کی

---

[1] کشف الظنون جلد ا صفحہ ۳۷۹

بڑی تعریف کی ہے اور اس زمانہ کے عرب اور دیگر مسلمان محققین کے کارناموں کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے کہ اگر چوتھی صدی ہجری میں ...... امام ابوالحسن اشعری اور امام ابو حامد غزالی کا مذہبی اور صوفیانہ رنگ مسلمانوں پر چھا جاتا تو عرب قوم گلیلو۔ کیپلر اور نیوٹن جیسے بلند پایہ محقق پیدا کرنے والی قوم ہوتی ؛؛
سلجوقی سلطان جلال الدین ملک شاہ کی رصدگاہ واقع رے یا نیشاپور میں عمر بن ابراہیم الخیامی (م ۱۰۳۸ء ۔ ۱۱۲۳ء) کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، اسکی تاریخ الجلالی کی خوبیاں جس سے پانچ ہزار سال میں صرف ایک دن کی غلطی پیدا ہوتی ہے اور جبر و مقابلہ[۱] کی کتاب جسمیں ثنائی مساواتوں کا جبری و ترسیمی حل مع ترکیب و تحلیل مساوات بھی سمجھایا گیا ہے ناقابل انکار نہیں۔

تیسرا علمی دور المتوکل سے مستعصم تک کا ہے، آخری خلیفہ بنی عباس کو ہلاکو کے ہاتھوں پائمال کرانے والا المحقق طوسی جس نے ۱۲۵۹ء / ۶۵۷ھ میں مقام مراغہ اپنی زیر نگرانی بحکم ہلاکو رصدگاہ بنوائی یہی "زیچ ایلخانی" کا مصنف ہے اسنے اقلیدس کی تعریفات و اصول موضوعہ پر تنقید کی علم المثلثات۔ کتاب المتوسطات بین الہندسہ والہیئتہ۔ نزہت الناظر، التذکرہ فی علم الہیئہ اس کے علمی کارنامے ہیں، اس کے شریک کار رصدخانہ میں علامہ قطب الدین شیرازی اور کمال الدین فارس مولف تنقیح النظر جنہوں نے قوس قزح کی جو ہندی توجیہہ کی ہے وہ وہی ہے جو سولہویں صدی عیسوی میں ڈیکارٹس نے شائع کی تھی[۲]

[۱] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ [۲] ایضاً۔

ریاضی فن ریاضی پر عرب حکمانے جو علمی نظریے ہندسہ میں قایم کیئے جنکا تذکرہ اوپر کیا جاچکا ہے، جبر و مقابلہ کا موجد خوارزمی تھا اسکے بعد اس علم کا بڑا ماہر ابو کامل شجاع بن اسلم ہے جس کی مشہور کتاب الشامل ہے۔

ابو کامل شجاع بن اسلم کتابہ الشامل و ہو من احسن الکتب
فیہ و من احسن شروحہ شرح القرشی[1]

فن ریاضی کے سلسلہ میں علم مثلث میں بھی عربوں نے بہت کچھ کام کیا نسبت مثلثہ کے عدود میں عربوں ہی نے سب سے پہلے حماس (ٹنجینٹ) کو داخل کیا تناسب جیوب کا قانون بھی عربوں ہی کے انکشاف کا نتیجہ ہے اور ان کے فخر کو یہ کافی ہے کہ کروی مثلثات کے حل کا عام قاعدہ انھوں نے ہی بنایا، نظیر حماس اور قاطع اور اس کی نظیر ان چیزوں کیلئے جدولیں بھی سب سے پہلے عربوں نے تیار کیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ علم المثلثات میں عربوں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس پر اضافہ ہو سکے۔

کیمیا!

فن کیمیا کے ایجاد کا سہرا شہزادہ خالد بن یزید اموی کے سر ہے جہوس کے ذوق میں یہ کام اسنے شروع کیا مگر نئی راہیں سامنے آئیں، جس سے جدید کیمیاوی اکتشافات ہوئے تو اسنے ایک معمل قائم کیا اور علماء کو بلوا کر کتب طب کے بھی ترجمے کرائے، ابن ندیم کا بیان ہے۔

"خالد نے چند مصری علماء طلب کئے جنہوں نے دمشق میں رہکر علمی کتابوں

---

[1] قرون وسطیٰ میں عرب و عجم کے حکماء کی علمی خدمات ص ۱۶ از علامہ محمد عبدالرحمن صاحب حیدرآباد اکاڈیمی، در فیق ندوۃ المصنفین دہلی۔

کے ترجمے کئے، ان علما میں ایک پادری مرنایونس تھا جس نے خالد کو علم کیمیا کی تعلیم دی اور اصطفان نے اس فن کی کتابیں عربی میں خالد کے لئے نقل کیں۔[1]

البیرونی خالد کو اسلام کا سب سے پہلا حکیم لکھتا ہے[2]

"خالد کے شاگرد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے جن کے فن کیمیا پر چند رسائل تھے۔[3] جابر بن حیان جو فنِ کیمیا کا امام کہا جاتا ہے وہ ان کا ہی شاگرد تھا، عہدِ بنی عباس میں جابر کے شاگردوں نے اس فن کو ترقی دی، یہی لوگ بنیادی اصول قائم کرنے والے تھے ان عرب کیمیاگروں نے اپنے تجربی تحقیقات اور ان کے مختلف ذرائع مثلاً تحلیل۔ کشید تلما د کلسا و تبخیر تخلیص و ترسیب وغیرہ کی کامل توضیح کی اور متعدد نئے مرکبات خالص حالت میں تیار کئے اور ان کے صحیح خواص بھی دریافت کئے۔

معدنی تیزاب اور نباتاتی قلویات انہوں نے معلوم کئے ان تمام پر وہ مجتہدانہ نظر رکھتے تھے اور انہوں نے بہت سے قدیم کیمیادی نظریات کو باطل کر دیا تھا، بارود کو مرکب کیصورت میں دنیا کے سامنے عربوں نے پیش کیا۔ ابن اثیر کا قول ہے کہ عربوں نے بعض ایسی دوائیں ایجاد کی تھیں کہ اگر وہ لکڑی پر مل دی جائیں تو آگ ان پر اثر نہیں کرتی تھی۔

---

[1] ابن خلکان جلد اصفحہ ۱۶۸ [2] الآثار الباقیہ صفحہ ۳۰۲ [3] الفہرست ابن ندیم۔

مورخ موسیو سیدیو اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔

دواسازی کیمیاوی طریقہ پر دواسازی کرنے والے دواخانہ عرب ہی نے قائم کئے اور فن دواسازی جسے آجکل قواعد تحضیر الادویہ کے نام سے شہرت دی جاتی ہے یہ عرب کے کیمیاوی دواسازوں ہی کا متروکہ ہے۔

بہت سے نادر معدنی استکشافات عربوں کے ذریعہ ظہور میں آئے کبرنیک، مار معشر اور مار ملکی کی ترکیب اور پارہ نکالنے اور ان کوہل کے جوہروں کا خمیر اٹھانے اور ایسی ہی دیگر کیمیاوی باتوں کا پتہ ابوموسیٰ جعفر کوفی کی تالیفات سے ملا جو آٹھویں صدی عیسوی میں مشہور عالم ہوا ہے ابن وحشیہ کی بھی فن کیمیا پر تصنیف۔ کتاب الاصول الکبیر فی الصنعۃ مشہور ہے[۱] عثمان بن سویدا ابو حری الاخمیمی جس کی کتاب الکبریت الاحمر ہے[۲]

معدنیات حیوانیات و نباتات سے بھی عربوں کو لگاؤ تھا عطارد بن محمد الحاسب کی کتاب منافع الاحجار اسکے سوا شہاب الدین التفاشی کی ازہار الافکار فن جواہر میں ہیں اس میں ۲۴ قیمتی پتھروں کا محل وقوع، جغرافی حالات، صفائی حقیقی و خیالی اثرات بیان کئے ہیں بلینوس اور ارسطو کے نام نہاد رسالوں کے سوا صرف عرب مصنفین ہی کے حوالے درج ہیں اس بحث پر البیرونی کی بھی ایک کتاب ہے علم نباتات میں عربوں نے ایک استاد کی حیثیت اختیار کر لی تھی، اس علم میں ابو عثمان ابن بیطار اور رشید الدین ابن صدری غیر فانی شہرت

---

[۱] الفہرست ابن ندیم صفحہ ۵۰۴ [۲] ایضاً۔

کے مالک ہیں، رشید کے ساتھ مصور رہتا تھا جو جڑی بوٹیوں کی تصویر کھینچتا تھا۔[1]

ماہرین علم نباتات میں ابن الصوری کا جواب نہیں ملتا۔[2]

طبعیات

عربوں نے اولاً طبعیات میں تجربہ، مشاہدہ اور آلات کے ذریعے کسی چیز کو ثابت کرنے کے بجائے باریک اور دقیق منطقی استدلال سے کام لیا، اس سے غلطیاں درست نہ ہو سکیں اس لئے ہیولی اور جزلایتجزی اور صورتِ نوعیہ و جسمیہ اور جسم طبعی اور خلاء کی نازک بحثوں کو اور بھی دقیق کر دیا اور کائنات الجو اور اجرام فلکی اور عناصر اربعہ کی ماہیت تحقیق کرنے سے قاصر رہے۔ بایںہمہ انہوں نے اس علم میں بعض نہایت کارآمد چیزوں کی تحقیق کی جیسا کہ محمد بن ذکریا نے اسباب قوت جاذبہ مقناطیسی پر نہایت عمدہ رسالہ لکھا ہے، پھر تو عربوں نے حکمائے یونان کی تحقیقات نظر انداز کر کے حسب عادت اسمیں بہت کچھ اضافہ کیا، آلات بنائے جن کے ذریعہ ثقل نوعی تک کا حساب رکھتے ایسے پیمانے تیار کئے کہ ایک گرام ۴۰۰۰ حصہ سے کم وزن کا فرق تک معلوم کر لیتے تھے، نظریۂ جذب کے متعلق بھی انکے بہت سے اقوال ملتے ہیں۔[3]

روشنی کے متعلق بھی انکے مستقل نظریات ہیں کہ اس سے پہلے کسی کے ذہن

---

[1] ابن ابی صیبہ طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ [2] عیون الانبار فی طبقات الاخیار جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ شیخ موافق الدین احمد بن قاسم بن ابی اصیبعہ متوفی ۶۵۲ھ [3] بسائط علم الفلاحۃ ۲۲

کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی تھی، اس کی بدولت دوربین کی ایجاد ہوئی[۱]
امراضِ چشم اور ان کی تشریح سے متعلق بھی عربوں کا بہت سا تحریری رسالہ
موجود ہے[۲]

طیارہ کا اولین تصور فضائے آسمانی میں پرواز کا خیال بھی پہلے عربوں ہی کو آیا سب سے پیشتر
اس معاملہ کیطرف جسکا ذہن منتقل ہوا وہ عباس ابن فرناس تھا نفح الطیب میں تحریر ہے:-

"عباس نے اپنے جسم کو فضا میں اڑانے کی کوشش کی پہلے تو
اسنے اپنے بدن پر پر جڑے پھر دو بازو تیار کئے جیسے چڑیوں کے
ہوتے ہیں اس کے بعد اس نے فضا میں کافی عرصہ تک پرواز
کی لیکن یہ پہلا تجربہ اسکے لئے ایک حد تک تکلیف دہ ثابت ہوا
اترتے وقت اسکے جسم کے پچھلے حصہ میں کچھ چوٹ آگئی آ
یہ خیال نہیں رہا کہ پرندہ اترتے وقت اپنے پچھلے حصہ سے
زیادہ مدد لیتا ہے عباس نے یہ غلطی کی کہ دم نہیں بنائی[۳]

قانون باجہ کا قانون بھی عربوں کی ایجاد ہے زریاب بغدادی نے موسیقی
میں دو تار خاص ایجاد کیا، قانون کی ابتدائی شکل معلم ثانی ابونصر فارابی
کی دی ہوئی ہے، فارابی نے دو لکڑیوں سے ایک باجہ ایجاد کیا تھا ان لکڑیوں
کی ترتیب میں جب ذرا سا تغیر کر دیا جاتا تھا تو مختلف قسم کے راگ نکلنے لگتے تھے
فارابی امیر سیف الدولہ حمدانی والی موصل کے دربار سے متعلق تھا۔ حمدانی نے اس سے
سوال کیا کہ تمکو گانے بجانے کا بھی شوق ہے فارابی نے اثبات میں جواب یا پھر اپنی جیب سے
ایک خریطہ نکالا اسے کھولا اور اسمیں سے دو لکڑیاں نکالیں انہیں ایک خاص انداز میں

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ [۲] تاریخ الغزیکس ص ۲۳ [۳] نفح الطیب المقری جلد ۲ ص ۲۳

ترتیب دیا اور بجانا شروع کیا، اہلِ محفل پر یہ اثر ہوا کہ تمام لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے اسکے بعد لکڑیوں میں خفیف سا تغیر کر دیا اور بجانے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ حُضّارِ مجلس پر غنودگی طاری ہو گئی اور سب سو گئے، فاریابی نے لکڑیاں جیب میں رکھیں اور چلتا ہوا جب سیف الدولہ کو ہوش آیا تو معلم ثانی کو ڈھنڈوا کر بلایا اور انعام و اکرام سے نوازا[1]

طب طب میں عہدِ بنی عباس میں بہت سی تصانیف ہوئیں، ہارون کے طبیب یحییٰ بن ماسویہ نے تیس کتب طب کی شرحیں لکھیں جسین نے مامون کے عہد میں بقراط اور جالینوس کی کتب کا ترجمہ کیا جیسا کہ ذکر آچکا ہے. محمد بن زکریا رازی، علی بن عباس مشہور طبیب تھے آخر الذکر نے دس جلدوں میں قواعدِ طب کے لکھے تھے ابن سینا مشہور و معروف ہے ابن سینا اور زکریا کی تالیفات کثیر التعداد ہیں ابن سینا نے ۱۰۳۰ھ میں وفات پائی ۔

علمِ جراحی ناصر باللہ کے زمانہ میں علمِ جراحی نے خاص ترقی کی اس سے پہلے عہدِ معتصم میں یوحنا بن مالویہ نے ۸۳۶ء ۲۲۱ میں توبیہ سے جو ایک بندر تحفہ میں دیا تھا اس کی نعش پر عمل جراحی کر کے چند ابتدائی باتیں معلوم کیں مگر ناصر کے عہد میں بغداد میں حکیم عبد اللطیف المصری نے بارہویں صدی میں اس علم کی طرف خاص توجہ کی، حسن اتفاق سے اس کو ایک جگہ انسانی ہڈیوں کا ایک بڑا انبار مل گیا اس نے ہر ہڈی کی تحقیق کی اور ان کی مساحت ترتیب وغیرہ سے متعلق متعدد نئی معلومات فراہم کیں، وہی علمِ تشریح کے

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷ [2] تاریخ اطبا صفحہ ۱۹۵ [3] تاریخ عرب میو صفحہ ۲۲۴

بنیادی اصول قرار پائے اس نے اس فن پر ایک مفصل رسالہ لکھا۔ سب سے زیادہ علم جراحت سے متعلق انکشاف زکریا رازی نے کیا اس کو عمل بالید۔ سرجری اور آلات وغیرہ کے استعمال میں ید طولیٰ حاصل تھا ابوالقاسم بن عباس الزہرادی کو بھی خاص امتیازی درجہ حاصل ہے[۱]

جڑی بوٹی جڑی بوٹی کی تحقیق و تفتیش پر بھی عربوں نے اپنی توجہ مبذول کی اور اس کو بھی کمال پر پہونچایا غرضکہ فنِ دوا سازی کے بانی ہونے کا فخر عربوں ہی کو حاصل ہے[۲]

جغرافیہ فنِ جغرافیہ میں بھی عربوں کو تقدم کا شرف حاصل ہوا انہوں نے یونانی وغیرہ کتابوں کے ترجمے کئے وہ ناکافی تھے[۳] اس خود اس فن پر توجہ کی، اپنے مشاہدات و تجربات سے اسکو وسیع معلومات کیا، بطلیموس کی اغلاط کی تصحیح کی[۳] یعقوب کندی نے بلینیوس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا، اس کے بعد سے خود انہوں نے اپنی تحقیق سے کتابیں لکھنا شروع کیں کیونکہ حج بیت اللہ کے شوق میں سمتِ کعبہ کی صحیح تعین کی ضرورت اور سیر و سیاحت و تجارت کے مشغلوں سے ان کی جغرافی معلومات بہت وسیع ہو گئی تھیں، متعدد شہروں کے عرضِ بلد اور طولِ بلد انہوں نے دریافت کئے۔

ساتویں اور نویں صدی میں مسلمان تجار ایک طرف مشرق میں بری اور بحری راہوں سے چین پہونچے، دوسری طرف جنوب میں انجبار اور افریقیہ کے بعید ترین

---

[۱] آلات الطب والجراحت عند العرب صفحہ ۴ [۲] تاریخ تمدن الاسلامی زیدان جلد ۳ صفحہ ۱۸۱ [۳] تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۳ ص ۱۸۱

سواحل کا پتہ چلایا، مغرب میں بحر ظلمات کے کناروں تک جا پہنچے اور شمال میں روس کے اندر تک سرایت کر گئے۔ سیراف کے سلیمان التاجر نے مشرق بعید کی سیاحتوں کا حال ۸۵۱ء/۲۳۹ھ میں لکھا، یہ پہلی کتاب ہے جس سے ہند کے ساحل کی نسبت عربوں کی معلومات کا پتہ چلتا ہے، ابن واضح یعقوبی نے اپنی کتاب البلدان میں معمولی جغرافی معلومات کے ساتھ معاشی معلومات کا بھی اضافہ کیا قدامہ جو عیسائی پیدا ہوا تھا اور مشرف باسلام ہو کر بغداد میں ۲۸ء/۳۱۶ھ کے بعد مالگذاری کا محاسب تھا اس نے اپنی کتاب الخراج میں خلافت بنی عباس کے صوبجات کی تقسیم سالانہ آمدنی اور نظام رسل و رسائل پر بحث کی ہے، اس نوع کی جغرافی کتابوں میں ابن رستا کی الاعلاق النفیسہ ۹۰۳ء/۲۹۰ھ ابن الفقیہ الہمدانی کی کتاب البلدان بھی قابل ذکر ہیں، الاصطخری ۹۵۰ء/۳۲۹ھ کی المسالک والممالک کے جغرافیہ میں مختلف ملکوں کے نقشے مختلف رنگوں میں دئے گئے ہیں، مسعودی کے بعد یہ پہلا مصنف ہے جو سجستان کی ہوا چکیوں کا ذکر کرتا ہے اسکے کہنے پر ابن حوقل ۹۴۳ء/۳۳۲ھ نے جو اسپین تک سفر کیا تھا اس کی کتاب اور نقشوں کی نظر ثانی کی المقدسی کی کتاب احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم بڑی دلچسپ ..... بیان کیجاتی ہے، اس دور کا یمن کا جغرافیہ داں اور آثار قدیمہ کا تذکرہ نویس الحسن بن احمد الہمدانی جو صنعا کے محبس میں ۹۴۵ء/۳۳۴ھ فوت ہوا اپنی تصنیفات الاکلیل اور صنعت جزیرۃ العرب کی وجہ سے قابل ذکر ہے اسی زمانے میں سیاح الارض المسعودی نے بھی نشو نما پائی جس کا ذکر مورخین کے ذکر میں آئے گا بنی عباس کی خلافت کے آخری زمانہ میں یاقوت بن عبداللہ الحموی ۱۱۷۹ء/۱۲۲۹

مطابق ۵۷۵ھ / ۱۲۲۶ء مشرقی مسلمانوں میں سب سے بڑا جغرافیہ نویس تھا اس کی کتاب معجم البلدان حلب میں مکمل ہوئی یہ انسائیکلو پیڈیا نہ صرف اس زمانہ کی جغرافی معلومات کا معدن ہے بلکہ تاریخ اقوام و بنی نوع انسان اور حیوانات و نباتات کی گراں قدر معلومات سے بھی مملو ہے، یاقوت کی دوسری تصنیف معجم الادباء (ارشاد الاریب) بھی اس پایہ کی کتاب ہے، ابو معشر بغدادی متوفی ۸۸۶ء / ۲۷۲ھ کا ہیئتی جغرافیہ جس میں سمندروں کے مدو جزر کا تقریباً صحیح نظریہ یعنی شمس و قمر کا سمندر کے پانی پر اثر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[1]

تاریخ عربی تاریخ کا سرچشمہ صرف عرب کے اشعار کی ضرب المثلوں کے مجموعے اور آغانی ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں بے شمار مورخین بھی گذرے ہیں جنہوں نے مختصر و مفصل تاریخیں قابلیت کے ساتھ تالیف و تصنیف کی ہیں اور ان سے عربوں کے حالات کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ حاجی خلیفہ نے عرب مورخین کی ایک ہزار تین سو تاریخی تصانیف کا شمار کرایا ہے اور ریحیے آفندی نے اپنی کتاب "التاریخ" میں لکھا ہے کہ عرب مورخین کی تصانیف تاریخیہ نہایت خوش ترتیب ہیں۔[2]

تاریخ و سیر سے مسلمانوں کو دلی شغف تھا دولت بنی امیہ کے عہد میں اس پر خاص توجہ ہوئی ابن مقفع (۷۵۷) سیر ملوک العجم محمد بن اسحاق (۷۶۷ / ۱۴۹) نے آنحضرت صلعم کی حیات طیبات لکھی جو ابن ہشام

---

[1] قرون وسطیٰ میں عرب اور عجم کے حکمار کی تحقیقات صفحہ ۱۹ [2] تاریخ عرب میسو صفحہ ۳۵۳

کی صورت میں (۲۳۴ھ / ۲۰۹) میں شہرت پذیر ہوئی ابن قیرہ صابی نے ۱۹۰ھ میں تاریخ لکھی اور موسیٰ ابن عقبہ (۵۸ھ / ۱۳۹) الواقدی (۲۳۸ھ / ۲۰۸) کی کتاب المغازی ابن سعد (۲۴۵ھ / ۲۳۰) کی طبقات عبدالحکم (۲۵۷ھ / ۲۵۸) کی فتوح مصر اخبار ہا احمد بن یحییٰ البلاذری (۲۹۲ھ / ۲۵۷) مصنف فتوح البلدان انساب الاشراف ابی عمر بن محمد بن یوسف لکندی ۲۲۶ھ تاریخ قضاۃ مصر ابن قتیبہ (محمد بن مسلم الدینوری ۲۹۵ھ / ۲۸۲ء) کے اخبار الطوال حمزہ الاصفہانی متوفی (۹۶۱ء) اور ابن واضح الیعقوبی ابن مسکویہ حنبلی تجارت الامم ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۹۲۳ء / ۳۱۰ھ کی اخبار الرسل والملوک، ابوالحسن عزالدین ابن الاثیر موصلی مصنف الکامل فی التاریخ ۱۲ جلد (۱۲۳۴ھ / ۶۰۳) ابوالفداء (۱۳۳۱) البدایہ والنہایہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد مصری الذہبی ۱۳۴۶ھ / ۷۴۶ مصنف دول الاسلام[۱] الطبری نے اپنی معلومات فراہم کرانے کیلئے ایران، عراق شام اور مصر کا سفر کیا بقول یاقوت حمیری الطبری نے ۴۰ سال تک روزانہ ۴۰ ورق لکھے ابوالحسن علی المسعودی نے تاریخ نویسی کے قدیم طریقہ سنہ واری اور واقعہ نگاری کو چھوڑ کر تنقیدی و سلسلہ واری طریقہ کو رواج دیا۔ ابن خلدون نے بھی اس طریقہ کی تقلید کی ۹۵۶ء (۳۵۰ء) مسعودی کی تیس جلدوں والی تصنیف کا ایک خلاصہ موسوم بہ مروج الذہب ومعادن الجواہر جو تاریخی واقعات کو ۳۳۹ء ۹۴۷ھ / ۳۳۵ تک پہنچاتا ہے۔"

بنی عباس کے آخری دور میں شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان ۱۲۸۲ / ۶۸۰ شام کے صدر قاضی مصنف وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان تھا، اس

---

[۱] کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۲۶۔

کتاب میں ۶۶۵ سربرآوردہ تاریخی شخصیتوں کے سوانح حیات نہایت صحت کے ساتھ لکھے ہیں۔

علامہ احمد نویری شافعی کی نہایت الادب فی فنون العرب ۱۰ جلدوں میں ہے،

تفسیر و حدیث فقہ و ادب وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو مضمون بہت بڑھ جائے گا، بہتر اور جامع تفاسیر اور حدیث کے مجموعہ عہد بنی عباس میں ہی مرتب ہوئے ان کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے الفہرست ابن ندیم اور کشف الظنون وغیرہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ علوم و فنون کی ترقی کا یہ مختصر تذکرہ عہد بنی عباس کا ہے جو اس جگہ پیش کیا گیا، اس نے ہی عربوں کے نظریات و خیالات کی ندرت کاریوں سے ایک عالم کو محوِ حیرت بنا رکھا تھا۔

جب عرب عیش و عشرت کے میدان میں اترے تو اس میں بھی وہ سب سے بازی لے گئے اور ان کی بزم آرائیاں آج تک لوگوں کی زبانوں پر اور کتابوں کے اوراق میں محفوظ ہیں۔

انہوں نے جب شعر و شاعری کی طرف توجہ کی تو اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ میدان میں کوئی حریف باقی نہیں رہا۔

فنونِ لطیفہ میں بھی ان کے کارنامے مشہور و معروف ہیں جب انہوں نے تعمیر پر نظرِ عنایت کی تو ایسے قصور و محلات تیار کئے کہ دنیا میں جنت کا نمونہ قایم کر دیا۔ ان کی عمارتوں کی خوبی و خوشنمائی، سنگینی و استحکام اور تناسب و تناسق پر جب نظر پڑتی ہے تو عقل حیران رہ جاتی ہے، بغداد و سامرہ، بصرہ و موصل، رقہ، سمرقند[1] کے محلوں سے شعرا اور ادبا کے لئے اچھا خاصا میدان

---

[1] تاریخ عرب صفحہ ۱۹۲

ہاتھ آگیا تھا، مختلف شعرا نے اپنے اشعار میں اور ادباتے اپنی نثر میں ان عمارتوں کے کمالات اور خصوصیاتِ حسن و جمال ان کی تشریح و تعبیر اور اصلی تصویر کھینچنے میں اپنا پورا زورِ قلم صرف کر دیا تھا۔

غرضکہ ممالک اسلامیہ میں حضارت و تمدن کے جو نمونے قائم کئے وہ ایسے ہیں کہ عصرِ حاضر کے بڑے بڑے محقق علما انکا اعتراف کرتے ہیں۔

خلفائے عباسیہ کی شان و شوکت

خلفائے عباسیہ کے پاس بے شمار دولت تھی لشکر و فوج ان کے یہاں ہمیشہ نہیں رہتے تھے۔ جس پر وہ روپیہ خرچ کرتے، اس لئے وہ .... زیبائش و آرائش کی طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے زیب و زینت کی عجیب غریب چیزیں ایجاد کیں، لوگوں کو بے انتہا انعام و اکرام دیئے۔

منصور سریر خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حج کو گیا تو لاکھ روپیہ اہلِ مکہ و مدینہ میں تقسیم کیا، مہدی نے حج کے موقع پر ساٹھ لاکھ دینار خرچ کر ڈالے سیدہ زبیدہ عباسی ہارون کی ملکہ نے مکہ تک پانی لانے کے لئے نہر کھدوائی جس میں پینتیس لاکھ سے زیادہ دینار صرف ہوئے، زبیدہ عموماً دیبا کا لباس پہنتی جس کے استر میں سمور یا، قماش زربفت لگایا جاتا تھا، اس کے کفش پا میں قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے، خلیفہ مامون نے ایک ہی دن میں چار لاکھ دینار خرچ کر دئے۔ جب یونان کا سفیر آیا تو اس نے اپنی مجلس میں ایک درخت طلائی کھڑا کیا جس میں موتیوں کے

پھل لگے ہوئے تھے، دو سو آدمیوں سے زیادہ کیلئے چٹھیاں لکھیں تھیں جس کسی نے اس چٹھی کو پایا اسکی چٹھی کی تحریر کے مطابق قطعۂ زمین اور اسکی زراعت کے واسطے غلام وغیرہ مل گئے۔

کہتے ہیں کہ اس کے قصر میں اڑتالیس ہزار بساط تھے جن میں ساڑھے بارہ ہزار زربفتی اور طلائی تھے، نیز اس قصر میں سات ہزار خواجہ سرا تھے جن میں تین ہزار زنگی تھے، سات سو چوکیدار سپاہی تھے جو قصر کے باہر قصر کی حراست کرتے تھے۔

خلیفہ معتصم نے بغداد کے قریب شہر سامرہ کو ایک اونچی زمین پر آباد کیا تھا اسکی آبادی میں بے انتہا روپیہ صرف کیا۔ اور اس میں گھوڑوں وغیرہ کے لیے اصطبل بنائے تھے جنمیں کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ گھوڑے باندھے جا سکتے تھے

خلفائے عباسیہ کو فخامت وشوکت حاصل ہو گئی تو شارلمین بادشاہ فرانس نے ہارون الرشید کو تحائف دیدایا بھیجے، خلیفہ نے بھی اسکے مقابلہ میں اقمشۂ نفیسہ، عطر، آگ نکالنے والی لکڑی، ایک ہاتھی اور ایک عظیم الشان خیمہ بھیجا اور انکے ساتھ ایک آواز دینے والی گھڑی بھیجی جسکا ذکر اوپر آچکا ہے[1]

عہد بنی عباس میں صنعت وحرفت اور تجارت کو زبردست ترقی ہوئی اور منصور سے لیکر متوکل تک مسلمانوں کی معاشرت انتہائے کمال پر پہنچ گئی تھی یہ مسلم ہے کہ ان کے دور میں راستوں کی پوری سہولتیں حاصل تھیں اور تاجر محفوظ تھے بری وبحری بار برداری کا انتظام نہایت معقول تھا، اس لئے لازمی طور پر تجارت میں ترقی

---

[1] تاریخ عرب ملیر صفحہ ۱۹۵۔

ہونی چاہیئے تھی خلافت نے رعایا کو تحفۂ امن واماں دے کر اپنی شان وشوکت کو انتہائے عروج پر پہنچا دیا تھا دار الخلفاء بغداد بہترین شہریت میں ڈھلا ہوا تھا، بغداد سے شام ومصر موصل، فارس اور حدود کابل تک راستے محفوظ تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد تجارت کا مرکز بن گیا جس سے دولت وتموّل میں بیحد ترقی ہوئی، بغداد کے بعد بصرہ تجارتی منڈی تھا، کیونکہ بصرہ سے دجلے کے راستہ آمد تھی اور بصرہ سے دوسری جگہ مال بھی جاتا تھا کھجوریں سفید نجی شکر، فولاد روئی شیشہ کے آلات، کپڑا وغیرہ دوسرے ممالک جاتے اور دوسرے ملکوں ہندوستان اور چین تک سے مسلمان تاجر مال لاکر بغداد کے بازار میں فروخت کرتے تھے، تجارتی گرم بازاری نے ملکی مصنوعات کی مانگ کو بڑھا دیا تھا جگہ جگہ صنعتی کارخانے کھل گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں عربوں نے معمولی صنعتوں کو اعلیٰ درجہ پر پہونچا دیا، اور بہت سی اشیاء ایجاد کر ڈالیں گو بعض صنعتیں عہد بنی امیہ میں بھی ترقی کی راہ پر لگ گئیں تھیں مگر عہد بنی عباس میں انکو کمال تک پہونچا دیا گیا۔

صنعت پارچہ بانی کو سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں خاص طور پر ترقی ہوئی، چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے

"اس کے زمانہ میں یمن کوفہ اسکندریہ میں رنگین اور عمدہ کپڑے بنے گئے اور لوگوں نے کپڑوں کے جبّے، چادریں پاجامے اور ٹوپیاں پہنیں"[1]

پارچہ بافی | عباسیوں کے زمانہ میں پارچہ بافی کی صنعت عروج پر تھی خلافت

[1] مروج الذہب ج ۵ صفحہ ۱۱۶

کے ہر بڑے صوبہ میں اتنا کپڑا تیار ہوتا تھا کہ مقامی ضروریات پوری کر کے بڑی مقدار میں منڈیوں میں بھیجا جا سکتا تھا اور ہر صوبہ کا خاص کپڑا ہوتا تھا جس کی بڑی شہرت ہوتی تھی، جنوبی عرب کی چادریں بہت مشہور تھیں، یہی چادریں بعد کے زمانہ میں ردائے عدنی کہلانے لگیں کیونکہ یہ عدن میں بنائی جاتی تھیں اور وہیں سے دساور کی جاتی تھیں [۱]

عراق، ایران، یزد اور قوبیہ میں بھی کپڑے بنے جاتے اور دساور ہوتے [۲]

ہرات کے بنے ہوئے کپڑوں کی بڑی شہرت تھی [۳] کوفہ اور اسکندریہ میں ریشمی کپڑے بنے جاتے [۴] شہر تنیس میں بیش قیمت کپڑے وشی. کتان کا کپڑا دیبقی زربفت اطلس مخمل خراسانی وغیرہ تیار ہوتے تھے [۵] تنیس اور دمیاط (مصر) میں باریک تن زیب تیار کیجاتی اور سفید کپڑے کا تھان جس پر زردوزی کا کام ہوتا تھا، جسکی قیمت تین سو دینار تھی، مسندیں اور شوخ رنگ فرش بھی دمیاط میں تیار ہوتے [۶] مسند کی بناوٹ میں ... زری کا تار استعمال ہوتا خالص ریشم کا نہایت بیش قیمت کپڑا دیباج بھی تیار ہوتا، طالقان میں اونی کپڑے تیار ہوتے، طالقان کا نمدہ بہت مشہور تھا، اونی فرش قالین یہاں بنے جاتے تھے یہاں کے بنے ہوئے گرم کپڑوں کی بہت شہرت تھی جو جبوں میں استعمال ہوتے ریشم اور کلابتو تیار کرنے کی صنعت کو بڑا فروغ ہوا، بغداد میں حکومت کیطرف سے ایک محکمہ صاحب الطرازنہ قائم ہوا جو پارچہ بافی کے کارخانوں کا نگراں تھا، شاہی لباس بھی یہیں تیار ہوتے۔

زیور | زیور بنانے کی صنعت کو بھی بڑا فروغ تھا، سادہ کار اپنے کمالات زیوروں

---

[۱] ابن حمدون رق ۸۶ [۲] ابن حوقل صفحہ ۲۱۴ [۳] کامل صفحہ ۵۶ ۶ [۴] مسعودی جلد ۵ صفحہ ۴۰۰ [۵] مقریزی جلد ا صفحہ ۱۷۷ [۶] معجم البلدان۔

تک محدود نہ رکھتے تھے بلکہ بعض جانوروں کے مجسمے بنا کر خلیفہ کے حضور میں پیش کرتے مقریزی نے لکھا ہے

"مہرجان کے موقعہ پر ایک مرتبہ دربارِ خلافت سے ایک امیر کو سونے کا بنا ہوا ہاتھی عطا کیا گیا تھا جسکی آنکھیں لعل کی تھیں[1] فاطمی خلیفہ جو عہد بنی عباس میں عرصہ تک مصر کے حکمراں رہے، انکے خزانہ میں اس قسم کی صناعی کے نوادر بڑی تعداد میں موجود تھے مثلاً سونے کا ایک مور جسکی آنکھیں لعلِ یمنی کی تھیں، مینا کاری شیشے (الزجاج المینا) کے پر تھے، اور ان پر سونے کا ملمع کیا ہوا تھا، ایک مرغ تھا جسکی کلغی لعل و مروارید اور دیگر جواہرات سے مرصع تھی، ایک ہرن تھا جس کے پیٹ کو سفید رنگ دینے کیلئے موتیوں سے بنایا گیا تھا، انسے زیادہ قیمتی کھجور کا ایک درخت اور طلائی باغ تھا جو صناعی کا شاہکار سمجھا جاتا تھا تمام باغ سونے اور چاندی سے بنایا گیا تھا، اور جواہرات کی مینا کاری سے مرصع تھا،[2] مقریزی نے ایک سنگ یشب کی چیز کا ذکر کیا ہے جو مائدہ کہلاتی تھی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے نبیذ پینے کے جام "بادزہر" کے تھے چھریوں اور چمچوں کے دستے یشب اور عقیق کے تھے، بلور صافی کے برتن سلیچی اور آفتابے بھی بنائے جاتے تھے۔

---

[1] مقریزی جلد اورق ۸۷ صفحہ ۲ [2] مقریزی جلد ۶ صفحہ ۴۱۶۔

خلیفہ کے آئینہ کا پورا دستہ زمرد کا تھا۔
شطرنج کے مہرے اور نرد سے کھیلنے والے کھیلوں کی نردیں اور
بساط ہاتھی دانت اور آبنوس کی بہت بنتی تھیں۔
ذہب بیشک (جالی دار) کام بھی چاندی سے کیا جاتا تھا۔
ہتھیاروں، تلواروں، بھالیں، خودوں۔ ڈھالوں وغیرہ پر سونے
چاندی کا کام ہوتا تھا[1] محلات شاہی اور امراء کے دولت کدوں کی دیواروں
کو مزین کرنے کے لئے مطلا و مذہب کرنے اور تصویریں بنانے کا رواج تھا
اسکی وجہ سے اس صنعت نے بھی خوب ترقی پائی۔

مصوری | گو عام رواج مصوری کا نہ تھا مگر اس فن میں بھی ترقی ہوئی، سامرہ
میں جو محلات تھے اسکی دیواروں پر تصاویر بنائی گئی تھیں۔
مقریزی نے بصرہ میں تصویر کشی کے فن کا ذکر کیا ہے، مصوروں کا ایک خاندان تھا
جو بنو معلم کہلاتا تھا اس عہد کے مشہور مصور قیصر اور ابن عزیز تھے یہ دونوں
وزیر یازوری کے زمانہ میں تھے[2]
مصوری کے ساتھ فن سنگ سازی اور لکڑی پر مینا کاری کو بھی فروغ ہوا
یہ مطلا و مذہب عمارت کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھا بلکہ قلمی کتابوں میں بھی نقش و
نگار کے کمالات دکھائے جاتے تھے، مامون کے عہد میں اس فن کے بڑے بڑے صناع تھے۔

کاغذ سازی | گو عہد بنی امیہ میں کاغذ سازی کے کارخانے قائم ہو گئے
تھے مگر عہد بنی عباس میں اسکو بڑا فروغ ہوا۔ اس صنعت کا مرکز دریائے

---

[1] مقریزی جلد ۱ صفحہ ۴۱۴ [2] مقریزی جلد ۲ صفحہ ۳۱۸۔

نیل کے ڈیلٹا اور علاقہ دمیاط کے چھوٹے ساحلی شہر بُرا میں تھا کیونکہ کاغذ کے لیئے پیپرس درخت کی ضرورت رہتی تھی وہ اس علاقہ میں بہت پیدا ہوتا تھا، پیپرس کو عرب فافیر کہتے تھے، اس سے جو کاغذ بنتا اسکو قرطاس کہتے۔[۱]
معتصم کے زمانہ میں سامرا میں کاغذ سازی کا کارخانہ قائم ہوا یہی وجہ تھی کہ کاغذ بازار میں اسقدر رہتا تھا کہ مصنف کو فراہم کرنے میں دقت نہ تھی عہد بنی عباس میں لاکھوں کتابیں تھیں، خلفائے بنی عباس کا کتب خانہ مشہور ہے! مدینے صلاح الدین کو کتب خانہ ملا، جس میں دس لاکھ کتابیں تھیں۔ بنی فاطمہ کے کتب خانہ میں دو ڈھائی لاکھ کتابیں تھیں اور اسپین کا کتب خانہ جدا تھا۔

غرضکہ کاغذ سازی کی صنعت کو اس زمانہ میں بہت ہی فروغ ہوا۔

تاریخ و تمدن کے نقطۂ نظر سے کاغذ کی صنعت، اسکی تجارت اور اسکے ساتھ ہی ساتھ لکھنے کے سامان کی ارزانی ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔

جلدسازی

صنعت جلدسازی کا فروغ عہد ماموں میں ہوا ابتدا میں جلدیں بد نما بنتی تھیں انمیں یسا چمڑا لگایا جاتا تھا جو چونے سے کمایا جاتا مگر کوفہ میں کھجوروں سے دباغت کا نیا طریقہ ایجاد ہوا جس سے نرم اور اچھا چمڑا بننے لگا۔[۳] جلدیں تیار کرنے اور ان کو مزین کرنے میں بڑی صنعت دکھائی جانے لگی اور اس فن کو بڑی سرعت سے ترقی ہوئی۔ قرآن مجید کی ایسی جلدیں بننے لگیں کہ وہ سنہرے نقش ونگار کیوجہ سے دیدہ زیب اور سونے کا ڈلا معلوم ہوتی تھیں۔[۴]

---

[۱] یعقوبی صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ [۲] ابن بیطار صفحہ ۱۲۷ [۳] الفہرست صفحہ ۲۱ [۴] اصفہانی جلد ۳ صفحہ

کتب فروشی عہد بنی عباس میں بڑے بڑے کتب فروش تھے جنکے یہاں بڑے بڑے خطاط کام کرتے تھے، یاقوت حَمَوِیٌ جو معجم البلدان اور ارشاد الاریب کا مصنف ہے ایک کتب فروش کے یہاں کتابیں نقل کرنے پر مامور تھا، بغداد کے ایک کتب فروش کے یہاں تین سو رتل قلمی کتابیں بکری کے لئے تھیں، ابن ندیم نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

"ابتدائے عہد اسلام کے بہت سے مشہور تاریخی اشخاص کی تحریریں اس کے پاس محفوظ تھیں [۱]"

کتابت عہد بنی عباس میں کثرت سے کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں، ان کی نقول کے لئے ہزارہا کاتب پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے خوش نویسی کو بڑا فروغ ہوا۔

مامون کے عہدِ خلافت میں جب علم و ادب کی کتابوں کی تالیف و تصنیف اور تجارت کا زور ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ طرزِ تحریر کے خوش نما بنانے پر بھی توجہ ہوئی، مشہور عالم و مدبر وزیر ابن مقلہ متوفی ۳۲۸ھ نے عربی رسم الخط کو مدوّر اور خوبصورت بنانے پر خاص توجہ کی اس کے بعد ابن بوّاب متوفی ۴۲۳ھ مشہور خوش نویس تھا جس نے حرفوں کو مدوّر اور جوڑنے کے عمل کو مکمل کر کے رسم الخط کی خوش نمائی کو کمال پر پہنچا دیا، مشہور خطاط یاقوت متوفی ۶۱۸ھ نے اس میں اور بھی کمال دکھایا [۲]

عطر سازی عربوں کی نفاستِ طبع نے عطر سازی کو بھی خوب ترقی دی، ایران

---

[۱] الفہرست صفحہ ۴۰ [۲] مسلمانوں کی صنعت و حرفت زراعت تجارت صفحہ ۴۴۔

کے علاقہ فارس اور خاص کر خورستان عطریات بنانے کے لئے مشہور تھا، اس کے علاوہ سر میں خوشبودار تیل ڈالنے کا کارخانہ ایران کے شہر گور میں تھا۔[1] اور سہرے بور میں بھی عمدہ خوشبودار تیل بنتا تھا، کوفہ میں گل شبو اور گل بنفشہ کا تیل تیار ہوتا، خوشبودار تیلوں اور عطروں کے بنانے کی صنعت بہت جلد ان تمام ملکوں میں جو خلافت بنی عباس کے محروسہ میں شامل تھے عام ہو گئی۔"

زراعت و فلاحت بعض خلفائے بنی عباس کو زراعت سے خاص دلچسپی تھی، چنانچہ حکومت کی طرف سے زراعت پیشہ لوگوں کو بڑی سہولت بہم پہنچائی جاتی تھی، دریائے فرات کے کنارے کچھ ہی عرصہ میں زرعی خطے بن گئے، مصر سے چاول لاکر ان علاقوں میں بویا گیا، ماش یمن میں ہوتی تھی وہ دوسرے ملکوں میں بوئی جانے لگی، گنے کی کاشت کو بھی ترقی ہوئی قطن عموماً بابونیہ میں زیادہ ہوتی تھی وہاں سے دوسری جگہ پہنچائی گئی، مختلف درختوں اور نباتات کی داشت پرداخت اور انہیں دور دراز ملکوں میں عربوں نے رواج دیا۔

آبپاشی عہد بنی عباس میں آبپاشی کو بھی بڑی ترقی ہوئی، جگہ جگہ نہریں جاری کیں گیئں بغداد کی نہر صراط میں ایک پن چکی تھی جو تیز چلتی تھی اسے رحا البطریق کہتے تھے۔[2]

رنگ زعفران کی اہل عرب نے اپنے ممالک میں خود کاشت کی۔ حنا کا پودا عربوں ہی کی کوشش سے دنیا میں پھیلا۔

شیشہ شیشہ بنانے کی صنعت کو بھی عہد عباسیہ میں بڑا فروغ ہوا[3] ملک شام

---

[1] ابن حوقل صفحہ ۲۱۳ [2] یعقوبی [3] مسعودی جلد ۸ صفحہ ۲۰

کا شیشہ مشہور تھا خاص بغداد میں بھی اس صنعت نے فروغ حاصل کیا[1]

صنعت شیشہ سازی کو جلد ہی فن لطیف کا درجہ حاصل ہو گیا، بہت سا بیش قیمت سامانِ تعیش و تکلف شیشے سے بننے لگا۔

شیشہ پر میناکاری کا رواج بھی ہو گیا تھا، بغداد میں اس کے متعدد کارخانے تھے، مقریزی نے لکھا ہے۔

"فاطمیئنِ مصر کے خزانہ میں ایک بلوری جام تھا، جو تین سو ساٹھ دینار کا فروخت ہوا تھا۔"[2]

عراق میں سفید شیشہ کی قندیل بنتی تھی، جو مساجد میں ٹانگی جاتیں، امرائے بنی عباس کے یہاں شیشہ کے آلات کا رواج بہت بڑھا ہوا تھا، چنانچہ فاطمیئن مصر کے شیشہ کے برتن وغیرہ اٹھارہ ہزار میں فروخت کئے گئے تھے۔"

کانیں | عہد بنی عباس میں لوہے وغیرہ کی کانیں بھی کھدوائی گئیں، موسیو سیدیو لکھتا ہے

"خلفائے عباسیہ نے کانیں بھی نکلوائیں، خراسان میں لوہے کی اور کرمان میں سیسہ کی کان تھی۔

انہوں نے قار اور نفط (مٹی کا تیل) نکلوایا، چینی کے برتنوں کی مٹی پیدا کی، طورس کا سنگ مرمر وانداز رانی نمک اور گندھک عربوں نے ہی برآمد کئے تھے"[3]

---

[1] الکامل صفحہ ۶۹۲ [2] مقریزی خطط جلد ۱ صفحہ ۴۱۴ [3] تاریخ عرب صفحہ ۱۹۲۔

کارخانہ آہن بالعموم لوہے کے برتن بنانے کے کارخانے قائم ہوئے فرغانہ اس کے لئے مشہور تھا، یہیں سے لوہے کی اشیاء بن کر بغداد آتیں اور بکتیں[1]

بحرین، عمان، یمن اور خاص کر عراق میں ہتھیار اور زرہیں تیار ہوتی تھیں۔ یمن کی سیف مشہور ہے، دمشق میں اس کے بڑے کارخانے تھے یہ تلوار یہیں بنتی۔ ایران میں برچھیوں کا کارخانہ تھا۔ مطلا و مذہب جوشن بھی بنتے تھے۔

علاوہ فولاد سے اسلحہ بھی بنائے جاتے تھے[2]

بنی عباس کے عربوں نے دھاتوں کے کام میں زبردست ترقی کی اسے انتہائی کمال تک پہنچا دیا تھا۔

مسلمانوں کی صنعت و حرفت پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے مگر اس جگہ مختصراً عہد عباسیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

[1] ابن حوقل صفحہ ۳۰۴ [2] مقریزی جلد ا صفحہ ۲۱۵۔